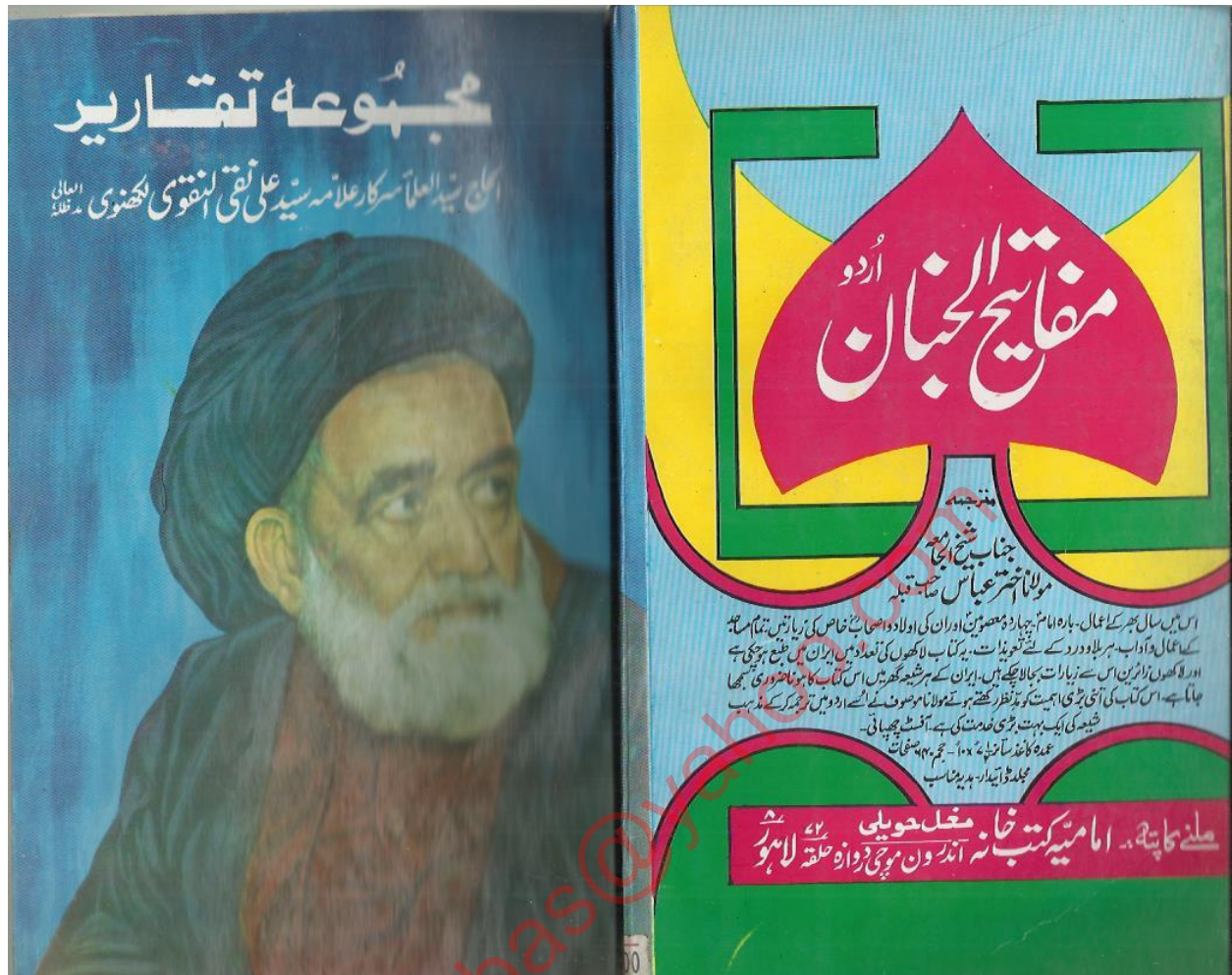
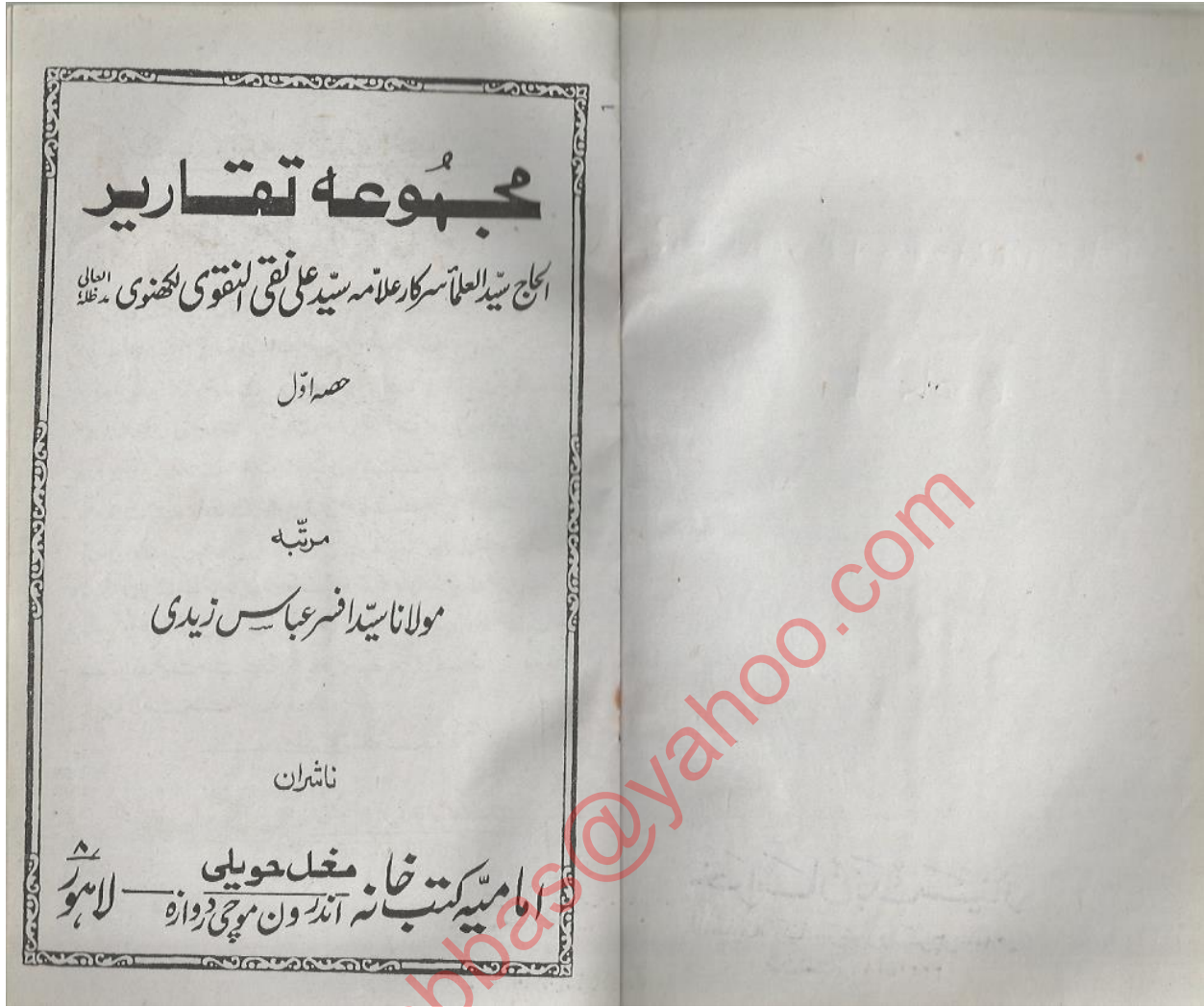






فہرست مضامین - مجموعہ تقاریر حصہ اول

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۴	دیسِ پیہ	۱
۴	مجلس ۱ - دینِ اسلام	۲
۲۳	مجلس ۲ - " "	۳
۴۶	مجلس ۳ - " "	۴
۶۶	مجلس ۴ - " "	۵
۸۷	مجلس ۵ - " "	۶
۱۱۰	مجلس ۶ - " "	۷
۱۳۰	مجلس ۷ - " "	۸
۱۴۸	مجلس ۸ - " "	۹
۱۶۹	مجلس ۹ - " "	۱۰
۱۸۶	مجلس ۱۰ - محبتِ خدا	۱۱
۲۰۵	مجلس ۱۱ - " "	۱۲
۲۲۳	مجلس ۱۲ - جہاد	۱۳

الحاج سید العلماء کا علامہ سید علی نقی نقوی لکھنؤی، نڈلہ العالی - حصہ دوم
تیار ہو چکی ہے لہذا اپنا آرڈر آج ہی بھیج کر کتاب طلب فرمائیں۔

ملنے کا پتہ: امامیہ کتب خانہ، مغل جوبلی، انڈون پوچی دروازہ لاہور ۷

نئے سال کی بہترین کارآمد اور مقبول عام

اشنا عشری جہنمی کلال

جس میں میسوی سال کی تاریخوں کے مطابق اسلامی سن ہجری اور سن بکری کی مکمل تقویم
نوروز عالم افزو کا مکمل خاکہ - تائید پناہ سے سعد و نحس - قمر و عقرب - فہرست تعطیلات کے
علاوہ ہر سال نئے موضوعات پر مذہبی، معاشی، طبی اور سائنسی عنوانات پر ملک کے
ماید ناز ادیبوں کی تخلیقات اور تحقیقات شامل اشاعت ہوتی ہیں - تقویم و نجوم -
بارہ برسوں کے حالات - حضرت اہم رضا کی ہدایات کے مطابق مائزہ حالات و عملیات
و توفیقات جیسے موضوعات پر بھی بہترین معلومات سے مرصع "اشنا عشری جہنمی"
ہر سال ماہ نومبر میں ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر ہدیہ تاریخین ہوتی ہے - جیکے مستقل
قاری اس بات کے شاہد ہیں کہ یہ سب سے بہتر کارآمد و ریجاری جہنمی ہے بہترین
رنگین ٹائٹل - آفسٹ پر دیدہ زیب طباعت و کتابت عمدہ کاغذ ضخامت مہم
سے زیادہ - قیمت سب سے کم - اپنے شہر کے قریبی بک سٹال سے خریدیے
یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیے -

ملنے کا پتہ

عمران کپٹنی خالد ایجوکیشنل سنٹر بالٹا بل مسجد لور مال
40 - اردو بازار لاہور

jabir.abbas@yahoo.com

دیباچہ

دنیا نے شیعیت کا کونسا ایسا فرد ہوگا جو سید العلماء قبلہ و کعبہ علامہ سید علی نقی النقی کی ذات گرامی سے متعارف نہ ہو سرکار موصوف اپنے تبحر علمی اور ندرت انہار و بیان کے اعتبار سے بلا شک و شبہ انفرادیت کے حامل ہیں آپ کی شہرت کا آفتاب مغفوان شباب سے آج تک اپنے نصف انہار پر ہے۔ آپ تحریر و تقریر دونوں میدانوں کے بے مثل شہسوار ہیں۔ لاکھوں کروڑوں دوسرے مومنین کی طرح مجھے بھی آپ سے والہانہ عقیدت ہے۔ یہ عقیدت میرے ذاتی شعور کا نتیجہ بھی ہے اور مجھے درخش میں بھی ملے ہے۔ میرے والد مرحوم مولانا سید اکبر عباس صاحب زیدی دہلوی جناب قبلہ و کعبہ سے بے پناہ حسن عقیدت رکھتے تھے۔ مجھے سرکار موصوف کو آج سے کوئی چالیس بیالیس سال قبل دلی میں درگاہ پنچہ شریف کی سالانہ مجالس میں جبکہ میرا بچپن تھا پہلی بار سننے کا شرف حاصل ہوا تھا وہاں دو تین مرتبہ آپ کے موعظ حسنہ سے استفادہ کا موقع ملا، پھر پاکستان بننے کے بعد موصوف حسین ڈے کے عظیم اجلاس میں شرکت کے لئے لاہور تشریف لائے اور اس کے کچھ سال بعد ۱۳۵۷ھ اور ۱۳۵۸ھ میں دو سال مسلسل لاہور تشریف فرما ہوئے اس دوران میں آپ نے تقریباً پچاس تقاریر فرمائیں جو کیفیت اس وقت آپ کے درود سے لاہور کی فضا میں تھی وہ الفاظ میں ادا نہیں ہو سکتی۔ ایک علی موم

تھا جو اپنی پوری بہادری کے ساتھ اس شہر میں آیا ہوا تھا ۱۳۵۷ھ کے بعد تقریباً ۶ سال کا عرصہ اشتیاق اور انتظار کے عالم میں گزرا۔ اس دوران میں جو کرب دل و دماغ نے محسوس کیا اس کا انہار زبان و الفاظ کے بس کی بات نہیں حتیٰ کہ منشیہ میں پھر سرکار موصوف سے استفادہ کا شرف حاصل ہوا۔ اور میری طرح لاکھوں افراد نے اپنی اس خوش بختی پر ناز کیا۔ مجالس کا حسن و کیکر محسوس ہوتا تھا کہ ۱۳۵۷ھ کا عہد دوبارہ لوٹ کر آگیا ہے شہر کے جس حصہ میں بھی آپ کی تقریر ہوئی۔ صاحبان علم و بصیرت کا جھوم وہیں ملا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ پروانے ہیں جو شمع روشن کے طواف کے لئے جوق در جوق اوقطاف اندر قطار چلے آ رہے ہیں۔

جناب راحت علی صاحب مالک امامیہ کتب خانہ موعظی دروازہ لاہور نے سرکار موصوف کی تقاریر کو زیور طبع سے آراستہ کرنا چاہا انہیں پہلے مرحلے میں بارہ تقاریر دستیاب ہوئیں جن کو راقم المحروف نے ٹیپ سے سن کر تحریر کیا اور اپنی بھرپور کوشش کی کہ ایک لفظ بھی جناب علامہ صاحب کے بیان کا نظر انداز نہ ہو۔ یہ ایک نہایت خوش قسمتی کا موقع ہے کہ سرکار سید العلماء کی تقریریں اپنے تسلسل بیابان کے ساتھ شائع ہو کر منظر عام پر آ رہی ہیں مجھے یقین کامل ہے کہ اہل علم و ذوق تقریروں کے اس منفرد مجموعہ سے کما حقہ استفادہ کریں گے۔

(مولوی، سید ناصر عباس زیدی)

jabir.abbas@yahoo.com

مجلس اول

دین اسلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ -

(یقیناً دین حقیقی اللہ کے نزدیک بس اسلام ہے۔ دین کے متعلق جو مختلف سوالات پیدا ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ چیز ہے کہ کہا جاتا ہے کہ دین ہماری آزادی کو سلب کرتا ہے۔ انسان آزاد پیدا ہوا ہے اسے آزاد رہنا چاہیے اور دین پابندیوں کا ذکر کرتا ہے اسلئے دین کو چھوڑ دینا چاہیے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آزادی کی قدر و منزلت سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن بس سوال یہ ہے کہ کیا ہر قسم کی آزادی اور ہر قید سے آزادی۔ میں جہاں تک غور کرتا ہوں یہ مطلق آزادی تو اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتی جب تک انسان قید زندگی سے رہا نہ ہو اور یہ کوئی شاعرانہ جملہ نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وجود خود پابندیوں کا متقاضی ہے اور جتنا وجود کا درجہ اونچا ہوگا اتنا پابندیوں میں اضافہ ہوگا۔ ہمارے سامنے جو چیزیں ہیں جہاں سے درجہ بندی شروع کی گئی ہے سب سے نیچے مقامات مانے جاتے ہیں۔ اس سے اوپر مقامات اس کے اوپر حیوانات ان کے



أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ إِنِّي الْقَائِمُ
مُحَمَّدٌ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَالْهِيَ الطَّيِّبِينَ
الطَّاهِرِينَ الْمُعْصُومِينَ أَمَا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ
اللَّهُ سُبْحَانَهُ فِي كِتَابِ الْمُبْتَدِئِينَ وَهُوَ أَصْدَقُ
الْمُتَادِقِينَ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ -



jabir.abbas@yahoo.com

اوپر انسان۔ تو جمادات یہ گویا ادنیٰ درجہ ہے ان کا کمال محدود ہے بس اپنے سرمایہ وجود کو اکٹھا رکھتے ہیں اس میں آگے بڑھنے کی صلاحیت نہیں ہے تو اب ان کا کمال مختصر ہے تو ان کی پابندیاں بھی مختصر ہیں بس ایک جگہ ہو جس پر ٹھہریں ایک فضا ہو جس میں سائیں۔ بس اسکے آگے ان کی ضرورتیں کچھ نہیں ہیں۔ پتھر بھی آپ سے پانی کے طلبگار نہیں ہوتے آپ سے غذا نہیں مانگتے سرمایہ کمال مختصر ہے تو پابندیاں بھی مختصر۔ اب اس کے بعد ایک درجہ اُدچا ہوا نباتات کی منزل آئی تو اب اس اُسے درجے پر پہنچ کر کچھ آزادی نصیب ہوتی مگر نہیں جو پابندی پتھروں پر تھی وہ بھی قائم رہی اس کے لئے بھی جگہ کی ضرورت رہی اس کے لئے بھی فضا کی ضرورت اور مزید اپنے کمال نباتاتی کے قائم رکھنے کے لئے مزید پابندیاں عائد ہو گئیں اب حیوانیت والہ ہے احساسات کے ساتھ۔ جتنے احساسات ہیں ہر ایک کے کچھ شرائط ہیں کچھ ہے اور اس کا کام دیکھنا ہے مگر شکل ہو رنگ ہو اور نہ حد سے زیادہ قرب ہو نہ حد سے زیادہ بعد ہو۔ جب ایسا ہو تب اکٹھا اپنا کام کرے، کاؤں کا کام سُنا۔ اس کے لئے بھی شرائط۔ آواز ہو درمیان میں ایک فضا ہو کہ ہوا سفارت کا کام انجام دے کہ صدا کو پردہ گوش پر نہ کرے اگر ناصلا اتنا کم ہوا کہ ہوا کو توجہ کا موقع ہی نہ ملا تو سنانی نہ دے گا۔ اگر دُوری اتنی ہو گئی کہ پہنچتے پہنچتے ہوا کی لہریں کمزور پڑ گئیں تو سنانی نہ دے گا تو جو حالت ہے وہ اپنے ساتھ شرائط کی دنیا رکھتا ہے کہ اگر وہ ضروریات پورے نہ ہوں تو کمال حیوانی بروئے کار نہ آئے گا، پھر ایک بہت بڑی شرط ہے وہ شرط یہ ہے کہ اگر زندگی قائم رکھنا ہے تو زندگی کے کام جاری رہنا چاہئیں آپ کے ہاں شاید یہ نمونہ نہ ہو مگر پاس کے ملک میں کبھی آپ نے دیکھا ہو گا کہ ایک شخص نے اپنا ہاتھ خشک کر لیا تو اپنے نقطہ نظر سے بہت بڑی عبادت کی۔ ایک ہاتھ اپنا خشک کر لیا۔ یہ ہاتھ خشک کیسے ہو گیا۔ جب ایک عرصے تک اس ہاتھ سے کام نہ لیا گیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ کل نے برکاتِ حیات کو سلب کر لیا۔

اوپر انسان۔ تو جمادات یہ گویا ادنیٰ درجہ ہے ان کا کمال محدود ہے بس اپنے سرمایہ وجود کو اکٹھا رکھتے ہیں اس میں آگے بڑھنے کی صلاحیت نہیں ہے تو اب ان کا کمال مختصر ہے تو ان کی پابندیاں بھی مختصر ہیں بس ایک جگہ ہو جس پر ٹھہریں ایک فضا ہو جس میں سائیں۔ بس اسکے آگے ان کی ضرورتیں کچھ نہیں ہیں۔ پتھر بھی آپ سے پانی کے طلبگار نہیں ہوتے آپ سے غذا نہیں مانگتے سرمایہ کمال مختصر ہے تو پابندیاں بھی مختصر۔ اب اس کے بعد ایک درجہ اُدچا ہوا نباتات کی منزل آئی تو اب اس اُسے درجے پر پہنچ کر کچھ آزادی نصیب ہوتی مگر نہیں جو پابندی پتھروں پر تھی وہ بھی قائم رہی اس کے لئے بھی جگہ کی ضرورت رہی اس کے لئے بھی فضا کی ضرورت اور مزید اپنے کمال نباتاتی کے قائم رکھنے کے لئے مزید پابندیاں عائد ہو گئیں اب حیوانیت والہ ہے احساسات کے ساتھ۔ جتنے احساسات ہیں ہر ایک کے کچھ شرائط ہیں کچھ ہے اور اس کا کام دیکھنا ہے مگر شکل ہو رنگ ہو اور نہ حد سے زیادہ قرب ہو نہ حد سے زیادہ بعد ہو۔ جب ایسا ہو تب اکٹھا اپنا کام کرے، کاؤں کا کام سُنا۔ اس کے لئے بھی شرائط۔ آواز ہو درمیان میں ایک فضا ہو کہ ہوا سفارت کا کام انجام دے کہ صدا کو پردہ گوش پر نہ کرے اگر ناصلا اتنا کم ہوا کہ ہوا کو توجہ کا موقع ہی نہ ملا تو سنانی نہ دے گا۔ اگر دُوری اتنی ہو گئی کہ پہنچتے پہنچتے ہوا کی لہریں کمزور پڑ گئیں تو سنانی نہ دے گا تو جو حالت ہے وہ اپنے ساتھ شرائط کی دنیا رکھتا ہے کہ اگر وہ ضروریات پورے نہ ہوں تو کمال حیوانی بروئے کار نہ آئے گا، پھر ایک بہت بڑی شرط ہے وہ شرط یہ ہے کہ اگر زندگی قائم رکھنا ہے تو زندگی کے کام جاری رہنا چاہئیں آپ کے ہاں شاید یہ نمونہ نہ ہو مگر پاس کے ملک میں کبھی آپ نے دیکھا ہو گا کہ ایک شخص نے اپنا ہاتھ خشک کر لیا تو اپنے نقطہ نظر سے بہت بڑی عبادت کی۔ ایک ہاتھ اپنا خشک کر لیا۔ یہ ہاتھ خشک کیسے ہو گیا۔ جب ایک عرصے تک اس ہاتھ سے کام نہ لیا گیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ کل نے برکاتِ حیات کو سلب کر لیا۔

jabir.abbas@yahoo.com

محتاج مل ہے۔ وہ تمام پابندیاں جو اس کی آنکھ پر ہیں، کان پر ہیں، ناک پر ہیں، تمام احساسات پر ہیں دہی پابندیاں سب اس پر بھی ہیں۔ تو حقیقی پابندیاں پہلے تھیں وہ سب برقرار رہیں گی اور اب امید یہ رکھنا چاہیے کہ کمال انسانی کی بناء کے لئے کچھ کر دیا پابندیاں عائد ہوں گی اگر اس کے تقاضے نہ پورے ہوں گے تو شاید بحیثیت جسم باقی رہے شاید بحیثیت نشو و نما باقی رہے چاہے بحیثیت حیوان باقی رہے مگر انسانیت کا شرف ختم ہو جائے گا اور یاد رکھنا چاہیے کہ انہی پابندیوں کا جو انسان پر اس کی انسانیت کی بقا کے لئے عائد ہیں اسی کا نام مذہب ہے۔ اب یہ کتنی غیر منطقی بات ہے کہ انسان ان پابندیوں کے خلاف احتجاج نہیں کرتا جو مافیہ حیثیت سے عائد تھیں ارے اس میں احتجاج کرنا کیسا۔ پر لے زانے کے انسان کے لئے چھوٹا سا مکان کافی ہو جاتا تھا۔ اب ماشاء اللہ مقنا بڑا مکان چاہیے وہ سب کو معلوم ہے تو ان میں تو اور مزید اضافہ ہو گیا ہے جو پابندیاں بحیثیت نباتات عائد تھیں اس پر احتجاج نہیں کرتا یہ کیا مجبوری ہے کہ دوسرے کو کبھی کھائیں اور شام کو کبھی کھائیں، کم سے کم ایک ہی وقت آزاد ہو کر دیکھیں مگر ماشاء اللہ مغربی تہذیب کے دلدادہ جانتے ہیں کہ پہلے کھانے کے دو وقت تھے اب تو ماشاء اللہ پانچ وقت ہو گئے ہیں۔ تو جو نباتی حیثیت سے پابندیاں ہیں اس پر احتجاج نہیں ہے مزید اضافہ ہے جو حیوانات کے لحاظ سے پابندیاں تھیں اس پر بھی کوئی بندش نہیں ہے کوئی احتجاج نہیں ہے، ظاہر ہے کہ یہ شادی بیاہ جو ہے یہ ضرورت حیوانی کے پورا کرنے کی ضرورت ہے یہ وہ ضرورت ہے جو حیوان اور انسان دونوں میں مشترک ہے مگر ان باتوں پر جو حیوانات کے لئے ہیں ان پر کوئی احتجاج نہیں جتنا احتجاج ہے وہ

اس پر جو بحیثیت انسان پابندیاں عائد ہیں اس پر فریاد و دوا بلا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ انسان سابق کی پابندیوں سے آزاد نہیں ہوتا اس میں اور اُلجھتا جاتا ہے لیکن میرے سامنے ایسے روایات ہیں اور آپ نے بھی برابر فیض مجالس سے سنے ہوں گے کہ جو آخری خصوصیت کو، ضرورت کو یعنی انسانی تقاضے کو بعد کمال پورا کرتے ہیں وہ قبل کی پابندیوں سے بہت حد تک آزاد ہو جاتے ہیں ہم جب تک آنکھ نہ کھولیں دیکھ نہیں سکتے۔ مگر رسول کی حدیث ہے کہ میں خواب میں بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح بیداری میں دیکھتا ہوں۔ ہم سامنے کی چیز کو دیکھتے ہیں پس پشت کی چیز کو نہیں دیکھتے لیکن پیغمبر خدا کی فریقین میں متفق علیہ روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا میں تمہیں پس پشت بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح سامنے دیکھتا ہوں تو معلوم ہوا کہ آخری تقاضے کو جو پورا کرے وہ پھر قبل کی پابندیوں سے بہت حد تک آزاد ہو جاتا ہے۔ ہمارا جسم فضا میں حلق نہیں ہو سکتا لیکن جو اس ضرورت کو پورا کئے ہوئے ہیں وہ فضا میں ہوا میں سفر کرتے ہیں۔ وہ پانی کے اوپر سفر کرتے ہیں اور فضا میں ہوا میں سفر کر کے کہاں تک جاتے ہیں وہ تو آپ کو معلوم ہے۔

اور وہ لوگ جو اس عزت انسانی کی بلندی کا اندازہ ہی نہیں کرتے وہ کہتے ہیں بشر ہوتے ہوئے کیونکر گئے۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن نے یہ کب کہا ہے کہ یہ گئے قرآن تو کہہ رہا ہے کہ وہ لے گیا۔ وہی سائنسدان لوگ جن کی سمجھ میں مذہب نہیں آیا انہوں نے ہی طرح طرح کے اعتراضات کے پہاڑ کھڑے کر دیئے سابق زمانے کا فلسفہ، اُس زمانے میں سائنس بھی فلسفے کا جز ہوتی تھی، تو اس وقت اعتراضات اور تحق

وہ بھی مجھے معلوم ہیں۔ اس وقت یہ اعتراضات تھے کہ کیونکر مانیں۔ اس لئے کہ اگر مان لیں عالم بالائی معراج کو تو فلک میں خرق و التیام لازم آئے گا یعنی آسمان ایک ذہ جالے میں پھٹے اور پھر دوبارہ آنے میں پھٹے تو کہتے ہیں کہ خرق و التیام فلک میں محال ہے اس لئے معراج کیونکر ہو سکتی ہے اب ماشاء اللہ تعلیم یافتہ افراد ہیں میں کہتا ہوں کہ موجودہ زمانے میں آسمان ہو گیا حد نظر کا نام تو اس حیثیت سے تو معراج کا راستہ صاف ہو گیا مگر اب اور طرح کے اعتراضات ہیں کہتے ہیں کہ اتنی دور پر درجہ حرارت اتنا ہوتا ہے اس میں کوئی ذی روح بسر نہیں کر سکتا اور اتنی دور پر درجہ حرارت اتنا ہوتا ہے اور اتنی دور پر ہوا کا دباؤ یوں ہوتا ہے اور وہ کہیں ایسا ہو جاتا ہے عرض پگڑھی رہا کہ کیونکر گئے۔ میں کہتا ہوں کہ قدیم سائنس اور جدید سائنس کے اعتراضوں سے گھبرا کر ایک جماعت اسلام نے کہا کہ معراج روحانی تھی۔ اسے بھی منسوخ کر دیا گیا ہی کب تھا وہ تو روح گئی تھی اب نہ آسمان پھٹے گا نہ بڑھے گا نہ سائنس لینے میں دشواری ہوگی کچھ نہیں ہوگا اس لئے ایک طبقہ معراج روحانی کا قائل ہو گیا مگر یہ طبقہ تو ماشاء اللہ علمائے اسلام کا ہے تو اس طبقے سے میں کہتا ہوں کہ آخر معراج کے ماننے کی ضرورت ہی کیا ہے جو آپ اس جھگڑے میں پڑتے ہیں ضرورت ہی ہے ذکر قرآن میں ہے تو کیونکر نہ مانیں درنہ کون آپ کا گلا گھونٹ رہا ہے کہ مانیں ہمیں دل چاہتا نہ مانیں مگر پھر اسلام کیونکر سنبھلے قرآن میں ہے تو اب کیونکر نہ مانیں تو میں کہتا ہوں جب مجبوری یہ ہے کہ چونکہ قرآن میں ہے اس لئے ماننا ہے تو جو قرآن میں ہوا ہے مانیں اب دیکھئے قرآن کیا کہہ رہا ہے سبحان اللہ ہی اسری بعدہ لا یسئلہ من المسجد الحرام۔ پاک ہے وہ پروردگار جو لے گیا کسے۔

jabir.abbas@yahoo.com

جولے گیا اپنے بندے کو اب بندہ بحالت حیات نام فقط روح کا ہوتا تو معراج روحانی مانیئے اور اگر بندہ روح و جسد کے مجموعے کا نام ہو تو معراج روحانی مان کر کام نہیں چلے گا۔ اب یہ کہیونکر گئے وہ مسئلہ پہلے بھی تھا اب بھی ہے تو اس کے لئے میں نے ابھی کہا کہ قرآن کب کہہ رہا ہے کہ یہ گئے قرآن کہہ رہا ہے کہ سبحان الذی اسری۔ پاک ہے وہ پروردگار جو لے گیا اسکو میں اپنی اردو زبان میں یوں کہوں گا کہ بشر ہوتے ہوئے یہ نہیں گئے خدا ہوتے ہوئے وہ لے گیا صلوٰۃ۔

اور اس لئے یہ گئے ہوتے تو تعریف انکی ہوتی کہ کتنا بڑا وہ بندہ ہے جو گیا تعریف بھی انکی نہیں جو رہی وہ اپنی تعریف کر رہا ہے کہ سبحان الذی اسری بعد ۴۔ پاک ہے وہ پروردگار جو لے گیا۔ بس اب میرا ایک مختصر سوال ہے میں کہتا ہوں اگر اللہ کے سب کاموں کو آپ نے سمجھا جو کیونکر ہوتے ہیں تو اسے بھی سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ میں تو اتنا جانتا ہوں کہ بتنی بھی سائنس نے ترقی کی ہے بس اب تک یہ معلوم کر لے ہے میں کہ یہ ہے ادنیٰ ہوتا ہے اور یہ ایک بات انہیں بھی نہیں معلوم کہ کیوں ہے اور کیوں ہوتا ہے یہاں تک کہ جو روح کی باتیں ہیں میں یہ معلوم ہے کہ پانی سے پیاس بجھتی ہے لیکن یہ پیاس کیوں لگتی ہے اور پانی سے کیوں بجھتی ہے اسے نہ پیاس جانتا ہے نہ سیراب۔ مگر انسان کی کچھ طبیعت یہ ہے کہ جو بات روزمرہ سنتا ہے اس میں غور نہیں کرتا مگر جو کبھی کبھار سن لیتا ہے تو اٹھنے کے لئے تیار ہوتا ہے کہ یہ کیونکر آفتاب مشرق سے روز نکلتا ہے کوئی صاحب نہیں سوچتے کیونکر نکلا۔ ایک دفعہ سن لیا کہ رسول کی دعا سے اُن کے دہی کے لئے مغرب سے نکلا تھا تو اٹھنے کے لئے تیار کہ یہ کیونکر میں کہتا ہوں

جو روح کی بات ہے وہ آپ بتا دیجئے کہ کیونکر ہوتی ہے تو ایک دفعہ کی بات ہیں بتاؤں گا۔ تو بس ایک ٹکڑا کہہ کر آگے بڑھوں گا کہ حضور یہ تو اپنا اپنا زاویہ نظر ہے کچھ حیرت ہے کہ یہاں کیونکر رہے اور جا کر پھر کیونکر ہو آئے۔ آپ کو یہ حیرت ہے کہ وہاں کیونکر گئے جس کا مرکز یہاں ہو اس کا وہاں جانا تعجب ہے اور جبکا مرکز وہاں ہو اس کا تو یہاں رہنا تعجب ہے غرض یہ کہ یہ آزادی کا تصور میں کہتا ہوں آزادی بڑی اچھی چیز ہے کسی ایک دن تو آزاد ہو کر دکھائیے میں سیاست کی دنیا کا آدمی نہیں ہوں سیاسی زبان ہے یہ کہ اس وقت کا ذکر نہیں جب غلام تھے اب تو ماشاء اللہ آزاد ہو گئے ہیں تو اب اس آزادی کے دور میں دیکھیں آپ کتنے آزاد ہیں حضور اب تو بڑے راستوں کے اوپر خود کار روشتیاں ہو گئی ہیں، لیکن ابھی تھوڑے عرصے پہلے خود کار روشتیاں چوراہوں کے لئے ایجاد نہیں ہوئی تھیں اور اب بھی میں سمجھتا ہوں کہ بعض راستے ایسے ہوں گے کہ جہاں یہ نہ ہوں تو جہاں یہ نہیں ہوتے اور جب تک یہ نہیں تھے اس وقت تک چوراہوں کے اوپر چوڑے بنے ہوئے تھے اس چوڑے پر ایک ستون ہوتا تھا اس ستون کے پاس ایک آدمی کھڑا ہوتا تھا اور وہ آنے جانے والوں کو اشارے کرتا رہتا تھا کبھی یوں ہاتھ کر دیا کبھی یوں ہاتھ کر دیا۔ اس کا مطلب سب سمجھتے تھے کہ آگے بڑھ جاؤ ابھی گک جاؤ وہ سب اشارے کرتا رہتا تھا۔ اب بھی ہمارے ہاں بعض شہروں میں یہاں بھی بعض ترقی یافتہ جو شہر ہیں وہاں ہوگا یہاں بھی بعض مغلوں میں شاید۔ تو میں کہتا ہوں اس کی کیا ضرورت ہے ارے صاحب اپنے ملک کی ملک اور آزادی سے نہیں ملے کر سکتے۔ ارے صاحب ہمارا ملک آزاد

jabir.abbas@yahoo.com

ہو گیا۔ محمد اللہ ہم بھی آزاد ہیں تو ایک سڑک تو آزادی سے چلنے دیجئے مگر نہیں جناب کیوں آزادی نہیں دی جاسکتی اس لئے کہ سڑک ایک رہرو بہت ہیں اور وہ راستہ چلنے والے ہر ایک کو اپنی فکر کی نگر ہے، اپنی دھن ہے ہر ایک سمجھتا ہے مجھ ہی کو سب سے پہلے پہنچنا ہے اور ذرائع مختلف ہیں کوئی موٹر نشین ہے، کوئی تانگہ نشین ہے کوئی سائیکل نشین ہے کوئی بچارا اپنے پیر دل ہی پر چل رہا ہے طاقتیں بھی مختلف ہیں۔ کوئی بوڑھا ہے کوئی بچہ ہے، کوئی جوان ہے تو اگر انکو آزادی سے چلنے کے لئے چھوڑ دیا جائے تو موٹر نشین پیادوں کو پامال کر دیں گے کچل دیں گے اور جوان ضعیف العمر افراد کو دھکے دیدیں گے۔ خواتین کی بے حرمتی ہوگی۔ بچے پیر دل کے نیچے آجائیں گے حالانکہ یہ ایک سڑک ہے اس کا وہ سرا بھی آنکھوں کے سامنے ہے یہ سرا بھی آنکھوں کے سامنے ہے راستہ چلنے والے بھی آنکھوں کے سامنے ہیں اس کے باوجود ایک سڑک آزادی سے نہیں طے ہوتی۔ قانون ہے ہر ایک جو آئے سواریاں اگر ہوں مجھے معلوم ہے کہیں بائیں جانب کا قانون ہو جاتا ہے کہیں دائیں جانب کا وہ مدھر بھی ہے یا بندی ہے۔ وہ دائیں بائیں سے کوئی فرق تھوڑی ہوگا تو وہ قانون مقرر ہیں اور اس قانون کی پابندی کے بغیر وہ سڑک نہیں طے ہو سکتی اب میں کہتا ہوں کہ ایک سڑک جس کا وہ سرا بھی جاری آنکھوں کے سامنے ہے یہ سرا بھی آنکھوں کے سامنے اور وہ بغیر قانون طے نہیں ہوتی تو یہ عظیم شاہراہ حیات جس پر چلنے والے افراد نہیں اقوام، اس کے لئے مطالبہ ہے کہ یہ بغیر قانون کے طے ہو جائے اور یہیں ایک اور پہلو پر غور کیجئے کہ اچھا صاحب کوئی کہے کہ قانون تو ٹھیک ہے قانون ہونا چاہیئے مگر وہ قانون لکھ کر اس کھجے پر

پہاں کر دیا جاتا۔ آنے جانے والے اسے پڑھ لیتے یہ سپاہی کے کھڑے کرنے کی کیا ضرورت۔

معلوم ہوتا ہے کہ ایک سڑک بھی فقط تحریری قانون سے طے نہیں ہوتی جب تک عمل کرنے والے نہ ہوں تو ایک سڑک کے لئے قانون کافی نہ ہو اور عظیم شاہراہ حیات کے قانون کے لئے کتاب کافی ہو جائے اور اب یہیں ایک اور پہلو پر غور کیجئے کہ کبھی ایسا ہوا ہو کہ اس سپاہی نے کہا بویوں اور آپ نے پوچھا ہو کیوں۔ آجکل تو ماشاء اللہ نئی روشنی والے حضرات کہتے ہیں کوئی بات ہم سمجھ لیں نہیں مانتے تو وہ جب کہے یوں تو آپ کیسے کیوں۔

مجھے معلوم ہے آپ نے کبھی نہیں پوچھا اور دل چاہے تو کبھی پوچھ کے دیکھ لیجئے کہ دیتا تا ہے یا نہیں اور اگر وہ بتانے لگے گا تو اتنی دیر میں موٹر آجائے گی اور وہ کچل دے گی اور وہ اپنے منصب سے ہٹا دیا جائے گا بس ایک بات کہتا ہوں کہ یہ دیکھ لیجئے کہ جو اس کھجے کے پاس کھڑے وہ اس حکومت کا نمائندہ ہے یا نہیں۔ صاف لفظوں میں کہوں کہ یہ سمجھ لیجئے کہ کوئی وردی پن کر خود سے یا راستہ چلنے والوں کے اجماع سے کوئی کھڑا تو نہیں ہو گیا ہے اگر پتہ چلے کہ ایسا کوئی کھڑا ہو گیا ہے تو ہرگز تسلیم نہ کیجئے بلکہ رپورٹ کر کے خود اسے گرفتار کر دیکھئے، لیکن جب سمجھ میں آجائے کہ اُدھر کا نمائندہ ہے اس کے لئے جو علامتیں ہوتی ہوں نمبر دیکھ لیجئے تنہا جو خاص ہوتے ہیں وہ دیکھ لیجئے۔ جب پتہ چل جائے تو اب آپ کا کام عمل کرنا ہے۔ اب آپ کا کام سمجھنا نہیں ہے سمجھنا یہاں تک ہے کہ یہ ہے جس آدمی اور جب صحیح آدمی سمجھ لیا اسی لئے دین کے معاملے میں انبیاء و مرسلین

jabir.abbas@yahoo.com

کے صرف دعویٰ پر ماننے کی پابندی نہیں ہے ماننے کا حکم نہیں ہے جو علامات ہوں سچائی کی۔ مٹھرنے کی ضرورت اسی لئے ہوئی کہ دیکھ لیجئے سچائی کے نشان کیا ہیں دیکھ لیجئے کہ اس کے دعویٰ پر حقیقت کی دلیلیں کیا ہیں اور جب ثابت ہو جائے ان دلائل سے کہ یہ بے شک ادھر کا نمائندہ ہے ادھر کا رہنا ہے تو اب اسکے احکام میں یہ بحثیں کہ صبح کی دو رکعتیں کیوں ہیں اور مغرب کی تین رکعتیں کیوں ہیں اور عشاء کی چار رکعتیں کیوں ہیں یہ درحقیقت خود خلاف عقل بات ہے بے شک بے سمجھ نہ مانئے اور اب وہ چیز ہے جو گذشتہ مجلسوں میں اس موضوع کے تحت میں عرض کر چکا ہوں کہ اسی لئے دعویٰ رسالت چالیس برس کی عمر میں کیا، لیکن قوم کو اپنی سچائی کا تجربہ دعویٰ رسالت سے پہلے کرایا تاکہ جب دعویٰ رسالت ہو تو دلائل نہ ہو، چالیس برس کا کہ دارا اسکی سچائی کے لئے ثبوت ہو اور وہ چالیس برس میں کیسا اثر تھا کہ لوگ نام کے بجائے صادق کہنے لگے، نام کے بجائے امین کہنے لگے حالانکہ میرے نزدیک اطلاق رسالت کا ہر پہلو بے مثال تھا جتنے صفات حمیدہ ہیں آپ سے بڑھ کر حلیم بھی کوئی نہ تھا، آپ سے بڑھ کر جواد بھی کوئی نہ تھا آپ سے بڑھ کر صادق بھی کوئی نہ تھا، جتنے اوصاف حمیدہ ہیں سب میں آپ بے مثال تھے مگر یہ سب وصف ہے لقب نہیں بنے، صابر تھے مگر نام کے بجائے صابر نہیں کہے جاتے لگے، حلیم تھے مگر نام کے بجائے حلیم کے لفظ سے یاد نہیں کیا جانے لگا، لیکن دو صفات اتنی نمایاں ہوئیں کہ انہوں نے نام کی جگہ حاصل کر لی لقب بن گئیں، ایک صادق اور ایک امین۔ یہ ان دو صفاتوں کی کیا خصوصیت ہے میری سمجھ میں تو بس یہی آتا ہے کہ یاد رکھئے کہ ان دو صفاتوں

کو دعویٰ کی صحت میں دخل ہے۔ جو صادق ہو وہ جھوٹا دعویٰ کیوں کرنے لگا اور جو امین ہو وہ پیغام کے پہنچانے میں کتریتوں کیوں کرنے لگا۔ تو صادق کہنے کے معنی یہ ہیں کہ جو دعویٰ آپ کیجئے گا وہ سچا ہے اور امین کہنے کے معنی یہ ہیں کہ جو پیغام آپ پہنچائیں گے وہ صحیح ہے۔ اب جب آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے لشکر آرہا ہے تو مانو گے یا نہیں مد نظر کے سامنے جتنا مجمع تھا اس نے کہا کہ کیوں نہ مانیں گے کہ اس زبان سے سوا سچ کے ہم نے کچھ نہیں سنا۔ اب اس کے بعد پیغام پہنچایا تو ظاہر ہے کہ اس وقت تو نہیں مانا اور نہ سچی مسلم ہو جاتے مگر وہ خود انکا جملہ کہ کیوں نہیں مانیں گے وہ مفیر کے اندر نشتر بن کر چھتا تو رہے گا اس وقت یہ تھا کہ کیوں نہیں مانیں گے اور اب اندر سے کوئی کہہ رہا ہے کیوں نہیں ملتے اور اب ایک پہلو کی طرف توجہ دلاؤں کہ جب نہیں مانا تو کیا کیا کہا انہوں نے قرآن مجید نے سب بتا دیا ہے کیا کیا کہا، شاعر کہا، کاہن کہا اور سب سے زیادہ سخت بات یہ کہ محبوں کہا اور اب ایک پہلو پر توجہ دلاتا ہوں کہ کبھی وہ کہنے والے ہمیں نہیں معلوم مگر قرآن نے ان تمام گستاخیوں کو محفوظ کر دیا مجھے راستے میں کوئی گالی دے تو میں اگر بیان نہیں کروں گا کہ مجمع عام میں مجھے خلال نے یہ گالی دی ہے مگر قرآن ان کی ان سب غلط باتوں کو محفوظ کر رہا ہے کہ کیا کہا، یہ کہا، یہ کہا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قرآن کیوں محفوظ کر رہا ہے جو میری سمجھ میں آیا وہ عرض کرتا ہوں یاد رکھئے کہ یہ سب جو وہ کہہ رہے تھے یہ ظلم ہی تو تھا ایک معلم عقل کو دیوانہ کہہ رہے تھے ظلم ہی تو تھا ایک سنجیدہ انسان کو شاعر کہہ رہے تھے، ظلم ہی تو تھا تو قرآن نے ان تمام الفاظ کو محفوظ کر کے یہ اصول قائم کر دیا کہ مظالم کے ذکر سے

مظلوکوں کی توہین نہیں ہوتی۔ چونکہ ہم پر زمانہ عزا میں طرح طرح کے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ روتے ہم ہیں دل دوسروں کا دکھتا ہے ماقم ہم کرتے ہیں دل دوسروں کا دکھتا ہے تو جتنے منطق و فلسفے کے اوزار ہیں وہ سب کہیں نہیں آتے اسی غم حسین کے سامنے وہ تمام لائے جاتے ہیں تو انہی میں سے ایک یہ ہے کہ یہ سب ہوا تھا جانے دو کہ ہوا تھا میں کہتا ہوں جانے دو یعنی آپ محفوظ رہیں ارے جانے دو ذکر کرنے سے یہ تو ان کی شان کے خلاف ہے۔ معاذ اللہ ان کی ہستی ہو طوق پہنا یا گیا ہو بیڑیاں پہنائی گئی ہوں یہ تو اقراض کا ڈھب ہے۔ کبھی ہمدردین کو دشمنی کی جاتی ہے تو یہ کہا جاتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ وہ سب ظلم تھا تو ظاہر ہے ظلم کی یاد سے ظالموں کی توہین ہوتی ہے۔ مظلوکوں کی توہین نہیں ہے اور طرح طرح کی باتیں ہیں ان میں سے عرض کرتا ہوں مصائب اسی میں آجائیں گے کہتے ہیں کہ زندہ جاوید ہیں وہ شہید۔ وہ مردہ میں کہیں۔ لہذا انہیں کیوں روتے ہو۔ میں کہتا ہوں متفق علیہ کتابوں میں جو روایات ہیں انھیں دیکھو کہ حسین پیدا ہوئے ہیں رسول کی گود میں لا کر دیئے گئے ہیں اور پیغمبر کی آنکھ سے آنسو جاری ہیں ہم سے بعد کو پوچھنا رسول سے پوچھ لو کہ زندہ کیوں روتے ہو۔ ارے یہ زندگی شہدائی کی تو عالم معنی کی زندگی ہے وہ تو اس وقت جیتی جاگتی شکل سے سانس لیتی ہوئی زندگی کے ساتھ نانا کی گود میں موجود تھے اور رسولؐ کی گریہ فرما رہے تھے تو اب تو تمہاری سمجھ میں آنا چاہیے کہ مرنے پر گریہ نہیں ہوتا مصائب پر گریہ ہوتا ہے۔ اگر رسولؐ کو اس زندگی میں رونے کا حق تھا تو ہمیں اس زندگی میں رونے کا حق ہے اور بس اہل عزا ایک

بہت دلدوز سوال ہے وہ سوال کرنے والے کے لئے دلدوز نہ ہو ہمارے دل پر لٹ پڑ جاتا ہے کہتے ہیں ارے اتنی مدت تک ۱۴ سو برس گزر گئے ارے روتے ایک بے تھوڑے عرصے تک روتے یہ اتنی مدت تک یہ گریہ قائم ہیں نے کہ اگر میرا دل بہت دکھ جاتا ہے اس سوال سے میں کہتا ہوں کہ ارے جنہیں روتے ہیں انہیں بردقت رو لینے دیا گیا ہوتا تو شاید آج تک گریہ قائم نہ رہتا حسینؑ پر رونے والوں کی کمی نہ تھی زینبؑ دامن کلثومؑ جیسی بہنیں، فاطمہؑ سکینہؑ جیسی بیٹیاں۔ بیٹی درباب جیسی بیویاں، سیدہ سجادؑ جیسا فرزند مگر ارباب عزا یہ رونے کہاں پائے ادھر وارث کی خبر آئی ادھر اشتیاء آگ لیکر خیموں کے پاس آئے۔ اب روتے کس وقت۔ یہ تو اس وقت اپنے پر دے کے لئے جہاد کرنے گئے یہ ہولے زمانہ کے خلاف بات ہے اب لوگوں کی نظر میں پر دے کی قیمت نہیں رہی ہے لیکن میں کہتا ہوں ذرا دیکھئے خیموں میں آگ لگی ہے مگر بیبیاں گھبرا کر قدم باہر نہیں نکالتیں سب سمٹ کر آتی ہیں ثانی زہراؑ کے پاس کہتی ہیں بی بی آپ جانشین فاطمہؑ ہیں دیکھئے چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے اب آپ بتائیے جل کر مر جائیں یا خیموں سے باہر نکلیں اور میرا ایمان ہے کہ حضرت زینبؑ کو بڑی مسئلہ شریعی سے واقف ہیں جنہیں سیدہ سجادؑ کہیں عالمۃ غیر معلمہ و فہیمہ غیر مہمندہ وہ معاذ اللہ اس حکم شرعی سے جسے مجھ جیسا جاہل جانتا ہے واقف تھیں جانتی تھیں مگر یہ حکم شرعی کی اہمیت دکھانا تھی کہ کہتی ہیں کہ بی بیو مجھ سے کیا ہو سکتی ہو خدا امام وقت کو زندہ رکھے اب کہاں آئیں جہاں ہمارا آپ کا چوتھا امام مس میں پڑا ہوا ہے ماشاء اللہ اہل فہم ہیں، اہل نظر ہیں میں کہتا ہوں کہ

jabir.abbas@yahoo.com

تواریں بھی مصیبت ہیں، نیزے بھی مصائب ہیں، تیر بھی مصائب ہیں۔ مگر یہ عجیب نوعیت کی مصیبت ہے کہ یہ دیکھئے باپ کے بعد بحیثیت امام پہلا سید کیا پوچھا جا رہا ہے کہ پھوپھی سرمانے کھڑی ہیں کہ اسے بیٹا دیکھو! گ کے شے بلند ہیں اب تم امام وقت ہو کیا معنی کہ باپ شہید ہو گئے اب تم بتاؤ جہل کے مرجائیں یا خیموں سے باہر نکلیں اب سید سجاد پہلا فریضہ امامت جو ادا کرتے ہیں وہ یہ ہے کہتے ہیں اب خیموں سے نکلے۔ ہاں ارباب عزائمیں کہتا ہوں کہ یقیناً امام حسین نے بھی بڑا جہاد کیا عباس نے بھی جہاد کیا۔ علی اکبر نے بھی جہاد کیا، مگر ان حضرات کی بارگاہ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ اے میرے آقا عباس، اے میرے شہزادے علی اکبر اے میرے مولا حسین بے شک آپ نے تلوار لے کر بھی بے نظیر جہاد کیا مگر آپ نے جو جہاد کیا وہ خاندانی وایات کے مطابق تھا۔ حمزہ کے جیسے یوں جہاد نہ کرتے تو کون کرتا۔ جعفر کے وارث یوں جہاد نہ کرتے تو کون کرتا مگر زینب نے جو جہاد کیا وہ خاندانی روایات سے الگ۔ اسے جس کی ماں کا جنازہ رات کو اٹھا ہوا وہ روز روشن میں شہر بہ شہر۔

جلسہ دوم

دین اسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَنَّا اللَّهُ الْوَاسِعُونَ

میں نے کل یہ عرض کیا تھا کہ اصل دین کچھ حقیقتوں کا نام ہے جنہیں جانا اور مانا جاتا ہے حقیقتوں میں فائدے کا سوال ہی نہیں حقیقت اس لئے مانی جاتی ہے کہ حقیقت ہونا متقاضی ہے کہ اُسے مانا جائے اب اس کے بعد یہ کہ کیا فائدہ تو اس کے معنی صرف یہ ہو سکتے ہیں کہ پھر اس پر سوچنے ہی سے کیا فائدہ؟ یعنی ان چیزوں کو کہ جنہیں دین پیش کرتا ہے سوچیں ہی کیوں کہ کچھ سمجھ میں آئے تو میں کہتا ہوں کہ سوچنے میں ڈر کا ہے کا ہے گھبراہٹوں رہے ہیں کیا اس لئے کہ یہ اندیشہ ہے کہ اگر سوچیں تو سمجھ میں نہ آجائے کہ یہ حق ہے تو بس ادھر یہ اندیشہ ذہن میں پیدا ہوا ادھر اب سوچنے یا نہ سوچنے حجت آپ پر تمام ہو گئی اب یہ نہ سوچنا خود مجرم ہے لہذا نہ سوچنے سے کوئی فائدہ نہ ہوا لہذا سوچ لیجئے تو بہتر ہے کہ سوچ لینے میں تو یہ امکان ہے کہ سمجھ میں ہی آئے کہ کچھ نہیں ہے اور اگر اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ دوسرے حضرات مجھ سے اس

جملہ میں متفق ہوں گے یا نہیں مگر میں چونکہ اپنے اللہ کو عادل جانتا ہوں اس لئے میں کہتا ہوں اور اعتقاد کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر صدق دل سے سوچنے پر ذہن کی کوتاہی سے واقعی بھی سمجھ میں آئے کہ کچھ نہیں ہے تو ہمارا خدا مہربان نہیں دے گا جبکہ دیوانے کو اس نے بری کر دیا۔ دیوانہ کچھ مانتا ہے! کچھ بھی نہیں مانتا مگر اُسے کچھ مہربان نہیں تو اگر قصور عقل سے واقعی اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ علم الہی میں یہ کوتاہی کامرنگ نہ ہوا۔ اُس کے معیار نگاہ میں اس نے خود اختیار کی کوئی کمی نہیں کی ہے جو کچھ کوتاہی ہے وہ غیر ارادی طور پر تو پھر اس کو سزا دینا عدل الہی کے خلاف ہے، لہذا اب تو عقل کا تقاضا سوچنا ہی ہے کہ نہ سوچنے میں سزا یقینی ہے اور سوچنے میں کچھ امکان ہے بری ہو جانے کا لہذا سوچ ہی لیجئے اور پوری کوشش کر لیجئے تو بہتر ہے۔ اس کے بعد ماشاء اللہ مجالس میں نوجوان اور جوان کثرت سے ہوتے ہیں۔ ایک بڑی خوشگوار تبدیلی ہندوستان میں بھی اور پاکستان میں بھی ہوئی ہے کہ ایک دور ایسا تھا کہ مجلس کے شرکاء میں سن رسیدہ افراد زیادہ ہوتے تھے بوڑھے لوگ زیادہ ہوتے تھے نوجوانوں اور جوانوں کو دوسرے مراسم عراسے زیادہ دلچسپی ہوتی تھی مثلاً سینہ زنی نصہ خوانی اور اس طرح کی باتیں مگر مجالس میں اور خصوصاً علماء کا بیان جس میں نہ کوئی لغت ہو نہ کوئی لے ہو تو یہ بوڑھے بنظر ثواب مجلسوں میں زیادہ تر شریک ہوتے تھے اور اگر افراد آتے بھی تھے تو دُور دُور بیٹھ جاتے تھے اور اس انتظار میں کہ بس ختم ہوا ہمارے مشغل کا وقت آئے لہذا اگر اتفاق وقت سے یہ منبر کے قریب ہو گئے تو پھر مجلس ناکام ہو جائے گی کیونکہ وہ توجہ سے سُنیں گے ہی نہیں انہیں تو بھری

ہوئی تو یہ قساراب مجھے دیاں بھی اور یہاں بھی یہ انقلاب آنکھوں سے بھدا اللہ نظر آتا ہے کہ جمع میں ماشاء اللہ نوجوان اور جوان اور تعلیم یافتہ افراد کثرت سے ہوتے ہیں اور اب میں کہتا ہوں کہ اب اگر ہم ان کے کام کی باتیں نہ کریں تو دُور قیامت ہم سے باز پرس ہوگی تو اب اس طبقہ کے لئے میں عرض کرتا ہوں اور آپس توجہ دلاتا ہوں تو خود فرمایئے کہ یہ تصویر ان حقیقتوں پر جو مذہب کی ہیں کہ ہم سوچیں کیوں یہ کہاں تک خاص اس دور کے تقاضے کے مطابق ہے۔ ہماری پروفیشنل کے موضوع دیکھئے جن پر ریسرچ ہوتی ہے جن پرسنیں ملتی ہیں جن پر کامیابی کا دار و مدار ہوتا ہے فلاں سمندر کی گہرائی کتنی ہے جس میں ہمیں کسی نہیں اُترنا ہے۔ یہ ہمارے امتحانوں کے سوالات ہوتے ہیں، فلاں پہاڑ کی بلندی کتنی ہے جس پر ہمیں کبھی نہیں چڑھنا ہے ملک روم میں اتنے ہزار برس قبل تہذیب کیا تھی جبکہ نہ وہ برس اب واپس آئے والا ہے نہ اس تہذیب سے ہمارا واسطہ کبھی پڑنے والا ہے۔ اہلرام مصر سے متعلق یہ تحقیق کر لیجئے کہ وہاں کس قدر کہاں کہاں سے آئے تھے اور اتنی اونچائی پر کس طرح پہنچائے گئے تھے جس نے کسی نئی بات کو معلوم کر لیا تو وہ بہت بڑے محقق اور بہت بڑے انعام کے مستحق ہو گئے۔ یہ ہیں ہمارے علوم کے موضوعات۔ اس میں کبھی کوئی نہیں سوچتا کہ اس سے کیا فائدہ ہے۔ اس میں تو یہی نقطہ نظر ہے کہ علم کا مقصد علم ہے فائدہ نہیں ہے اور اب یہ ملاحظہ کیجئے کہ اس پہاڑ کی بلندی کتنی ہے کہ جس پر ہمیں چڑھنا نہیں اس دریا کی گہرائی کتنی ہے جس میں ہمیں اُترنا نہیں، اُس براعظم کی پستی کتنی ہے جسے ہمیں کبھی طے نہیں کرنا یہ سب تو گویا کار آمد علوم ہیں۔

jabir.abbas@yahoo.com

اور ہم یہ سوچیں کہ ہمارا خالق کون ہے تو یہ دنیا نوسی بات ہوگئی اور کہا جائے کہ اس کے جاننے سے فائدہ کیا، اہرام مصر کا بنانے والا کون فرعون تھا وہ آپ کا علمی مسئلہ ہے اور اس کائنات کا خالق کون ہے یہ آپ کے نزدیک بیکار بات ہے اُس ملک کی پیداوار کیا ہے جہاں ہمیں نہیں جانا ہے بظاہر اسباب مگر وہ سوال ہے کہ وہاں کیا چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ ہمارے علم کا ایک مسئلہ ہے لیکن خود ہمارا انجام کار کیا ہوگا ہمیں آئندہ کہاں جانا ہے اور وہاں کے کیا ضرورتیں ہیں یہ ہم کہیں تو دنیا کے کے بیکار بات۔ تو یہ تو دہی بات ہوگی کہ خورد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خورد۔ اب یہاں ذرا تبدیلی کر دوں کہ جو چاہے آپ کی عقل کثرت راہ کرے۔ تو اب وہ سوال شروع کر رہا ہوں کہ دین ایک ہوتا تو مان بھی لیتے لیکن یہ اتنے دین ہیں اس جھیلے میں کون پڑے تو میں عرض کرتا ہوں کہ اصل میں دین تو ایک ہی ہے۔ وہ آیت ہی ہی ہے **إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ** میرے نزدیک دین تو ایک ہی ہے۔ جب میرے اللہ کے نزدیک ایک ہی ہے تو دین تو اصل میں ایک ہی ہے بنام دین بہت سے۔ اب جو نام اس کا پرانا لے لیجئے مذہب مسک طریقے چاہے بنانا رکھ لیجئے ازم۔ تو بنام دین بہت سے چل رہے ہیں اب اس کی وجہ سے آپ پریشان ہیں کہ اتنے دین ہیں۔ تو خواہ مخواہ اس جھگڑے میں کون پڑے اس کے لئے مجھے کچھ زیادہ عقلی بحث نہیں کرنی ہے صرف آپ کی فطرت آپ کے عادات آپ کے دستور اس کو میں پیش کر دوں گا کہ جو صاحب بھی کہہ رہے ہیں اگر ان کا اصول یہ ہو کہ جب بھی رات میں چوراہہ پڑے تو وہ گھر واپس آجایا کریں پھر آگے نہ جائیں کہ ایک راستہ

مذاکرہ چلے ہی جاتے اب یہ اتنے راستے ہیں تو کیا کریں جا کر گھر ہی واپس آجائیں کہیں جانا ہوا اسٹیشن جائیں ادھر ادھر پلیٹ فام پر دو گاڑیاں کھڑی ہوں تو ذرا اسٹیشن سے واپس آجائیں کہ ایک گاڑی ہوتی تو چلے بھی جاتے اب یہ دو گاڑیاں کھڑی ہیں تو کیا کریں جا کر۔ کوئی مقدمہ ہو عدالت میں۔ کہتے شہر میں ایک دیل ہوتا تو کر بھی لیتے یہ اتنے دیل ہیں تو کون اس جھیلے میں پڑے بلا سے ارجائیں مگر اس جھگڑے میں نہیں پڑیں گے کوئی بیمار ہو تو کہتے کہ ایک ڈاکٹر ہوتا تو علاج کر بھی لیتے اتنے ڈاکٹر ہیں اور پھر اتنے ڈاکٹر ہیں نہیں ہیں اتنے طریقے ہیں علاج کے تو اس جھگڑے میں کون پڑے لہذا امر جائیں علاج نہ کریں گے اور یہی تھوڑی اختلاف کس چیز میں نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں ضروریات حیات ایک ہی غذا دنیا میں ہوتی تو کھا بھی لیتے اب اتنی قسم کی غذائیں ہیں اور پھر جب کبھی مہمان ہوں تو مصیبت ہے تو اب کچھ بھی نہ کھائیں گے اس جھگڑے میں کون پڑے کہ کیا کھائیں اور پھر غذاؤں میں وہ چاہے آپ کے ملک میں نہ ہو آپ کے ہاں بھی عادتوں میں تو ہوگا ہی فرق لیکن ہمارے پاس کے ملک کو ہی لے لیجئے ایک وقت میں تو جزی ہی تھا ایک دوسرے کا یہ تو اب سیاسی گروہوں نے حد بندی کر دی ہے تو جناب وہ غذا میں فقط غذاؤں کا فرق تھوڑا ہے طریقوں کا بھی فرق ہے کوئی سبزی خور کوئی گوشت خور تو اب ایک غذا کھا تے تو خیر کھا بھی لیتے اب جب کوئی سبزی کھا رہا ہے کوئی گوشت کھا رہا ہے تو ہم اچھے ہیں کہ ہوا ہی کھائیں گے اب کچھ بھی نہیں کھائیں گے اس ایک ہی طرح کا ہوتا تو بہن بھی لیتے وہ جناب مصیبت ہے کوئی

jabir.abbas@yahoo.com

وہ تنگ موری والا پسنے ہے کوئی وہ ڈھیلی شلوار پسنے ہے کوئی کچھ پسنے ہے لہذا کون اس پھیلے میں پھنسے تو اگر کوئی اپنے تمام نظام حیات میں اس کا پابند ہو تو میں اُسے کتنا ہی غیر محنتل ذہن والا سمجھوں مگر مذہب میں بھی معاف کر دوں گا کہ کبھی اس کا طریقہ ہی یہی ہے یہ غیر متوازن انسان ہے تو اب یہ سوچ کر کہ مذہب اتنے میں میں کیا کر دوں اس نے سب کو چھوڑ دیا ہے تو اس بے چارے نے تو لباس بھی چھوڑ دیا ہے اس بے چارے نے تو کھانا بھی چھوڑ دیا ہے اور وہ رہے ہی گا کیوں جو میں اس پر کوئی فتویٰ لگاؤں وہ تو چند ہی دن میں بس ختم ہو جائے گا کیونکہ تمام ضروریات حیات اس نے چھوڑ دیئے اس لئے کہ وہ ایک طریقہ نہیں بہت سے طریقے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ کوئی بھی عقل کے مطابق نہیں سمجھتا۔ جب عقل کے مطابق نہیں سمجھتا تو کرتا کیا ہے جہاں صرف عادتوں کا فرق ہے وہاں فقط اپنے ذوق کو دیکھتا ہے ارے بہت سے کھانے ہیں ہوا کریں میں دیکھوں مجھے کیا پسند ہے اور جہاں مسلک کا فرق ہے وہاں تو بہر حال اپنے ذہن سے سمجھنے کی کوشش کریگا کہ سبزی کھانا اچھا ہے یا گوشت کھانا بہتر ہے گوشت ٹوڑی پر جو اعتراضات ہیں انہیں جانچے گا کہ یہ اعتراضات درست ہیں یا نہیں ہیں اور وہاں آئین پر جائے گا دو گاڑیاں کھڑی ہیں تو جو واقفان راہ ہیں ان سے پوچھے گا جو دیوے کے کار گزار ہیں ان سے دریافت کریگا۔ ان سے پوچھنے پر اگر غلطی ہو جائے تو قسمت کی بات ہے پھر یہ مورد الزام نہ بنے گا، لیکن اگر پوچھا ہی نہ ہو اندھا دھند سوار ہو گیا یا بے پوچھے گھر واپس آگیا تو بہر صاحب عقل اُسے دیوانہ سمجھے گا۔ مریض ہے تو تحقیق کرے لوگوں سے جنہوں نے علاج کئے ہیں کہ کون ڈاکٹر

اسا ہے کہ جس کے علاج سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے یہ بہر حال کچھ نہ کچھ ہر شعبہ میں تحقیق کرے گا تو پھر سب جگہ یہی اصول ہے تو یہ دین بہت سے ہیں تو اس کی وجہ سے وہ دین حق کے اختیار کرنے کی ذمہ داری سے تو نہیں بچے گا لہذا اس کا طریقہ یہ ہے کہ بہت سے دین ہیں تو اس میں تحقیق کرے اللہ نے عقل اسی لئے دی ہے وہ سوچنا اسی کی خاطر ہے اگر دین بہت سے نہ ہوتے تو بھی پھر اُسے سوچنے کی ضرورت نہ ہوتی جیسے شروع میں اصل ضرورت دین کے لئے سوچنے کی ضرورت ویسے ہی اب انتخاب دین کے لئے سوچنے کی ضرورت اور عقل سوچنے کی خاطر دی ہے اب عقل جن افراد کی طرف بتائے کہ ان سے پوچھو تو پتہ چلے گا ان افراد کی طرف رجوع کرنا وہ عقل کے فیصلہ سے ہے مثلاً کوئی بیمار ہوا اور عقل نے کہا کہ کسی حکیم کا علاج کرو ڈاکٹر کا علاج کرو اب ڈاکٹر کے پاس گیا ڈاکٹر نے نسخہ لکھا تو اس کے پاس عقل ہی کے کہنے سے تو آیا انتخاب اس کے نسخے میں چون دھڑا کرنا بے عقلی ہوگی دیئے عقل اگر کسی رہنما کے ہاتھ میں اللہ دے دے کہ یہ سچا رہنما ہے اس کے پیچھے چلو تو اب اس رہنما کے ہدایات میں ہر منزل پر عقل سے کام لینا یہ خود عقل کے تقاضے کے خلاف ہے تحقیق اتنی ضروری چیز ہے کہ اصول دین میں تقلید حرام ہے یعنی دین کو اس لئے اختیار کرنا کہ ہم اسی مذہب دالوں کے ہاں پیدا ہوئے ہیں یہ اللہ کے ہاں بری القہہ نہیں بنائے گا دین کو اس لئے اختیار کرنا کہ ہمارے ماں باپ نے ہمیں یہی بتایا ہے یہ دیندار نہیں بنائے گا دین کے معاملے میں خود سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کہ یہ حق ہے تحقیق واجب ہے تقلید حرام ہے اصول دین میں۔ اسلام نے یہ

ہیں کہا کہ قرآن کو مانتے کیوں نہیں۔ اس نے شکایت یہ کی کہ اخلاقیات بروں القرآن امر علی قلوب اتقا لہا۔ اسے یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے ہاں وہ دوسرے مذاہب میں مجھے معلوم ہے جنہوں نے اپنے پیروؤں سے کہا ہے کہ خبردار غور نہ کرنا خبردار عقل سے کام نہ لینا مجھے یہ جملے یاد ہیں ایک رہنمائے مذہب کے بنام مذہب جو تحریکیں چلی ہیں کہ اندھے بنو تو میرا جلوہ دیکھو، بہرے بنو تو میری آواز سُنو تو یہ کوئی کہے اسلام کو تو شکایت یہ ہے کہ انہیں ہیں اور دیکھتے نہیں کان ہیں اور سُنتے نہیں، عقلیں ہیں اور غور نہیں کرتے۔ اخلاقیات بروں القرآن یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں اور دلوں پر کیا مطلب یہ وہ دل نہیں ہے جو ڈاکٹری میں فیمل ہو جاتا ہے۔ قرآنی اصطلاح میں دل ذریعہ شعور کا نام ہے ذریعہ عقل کا نام ہے تو وہ ان کے پاس طاقتیں ہیں سمجھنے کی اور پھر بھی عقل سے کام نہیں لیتے سوچتے نہیں ہیں اور اسلام کی راہ میں تقلید آباء و اجداد سنگ گراں بنی ہوئی تھی وہ لوگ ہی غدر کرتے تھے کتے تھے ات دجدا نا آباءنا علی امۃ وانا علی آئنا دھم مہت دون۔ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستہ پر چلتے دیکھا ہے، لہذا ہم بھی اسی راستہ پر چلے جائیں گے یہی وہ غدر پیش کرتے تھے اس کے جواب میں قرآن نے کیا کہا ہے کہا ہے اذ لو کان آباء دھملا یعقلون شیعہ دھم لایہتدون۔ گویا خود ان کے خوابیدہ ضمیر کو بیدار کر کے یہ سوال کیا ہے کہ کیا اپنے بزرگوں کے آباء و اجداد کے راستے پر چلے جاؤ گے چاہے انہوں نے خود عقل سے کام نہ لیا ہو مطلب یہ کہ آباء و اجداد کا کہنا ضمانت نہیں ہے۔

ایمان عقل ہونے کی۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ نے ان کو عقل دی ہو اور انہوں نے سوچا ہو لہذا انکو خود کا ہے کہ عقل دی ہے تم کو خود سوچنا چاہیے کہ تمہارے آباء و اجداد صیح راستے پر تھے یا غلط راستہ پر تھے اور چونکہ دعوت دین حقیقت کی انتہائی ہے لہذا قرآن مجید نے اپنے ماننے والوں کے لئے اپنی جماعت کے لئے یہ بتایا کہ اجداد دھم کی صلاح میں نہ سُنو یہ جنہیں کمزوری محسوس ہوتی ہے وہ ہدایت کرتے ہیں کہ دوسرے کے مجمع میں نہ جاؤ، دوسروں کی باتیں نہ سُنو۔ قرآن مجید کی آیت پڑھ رہا ہوں مدح کر رہا ہے صاحبان ایمان کی الذین یاتون القول فی تتبعون احسنہ۔ اہل ایمان کی یہ شان ہے کہ ہر ایک کی بات کو توجہ سے سُنتے ہیں یہ سمجھنے کے معنی ہیں سُننے میں اور سمجھنے کے معنی ہیں توجہ سے سُننے میں الذین یستمعون القول وہ ہر ایک کی بات کو توجہ سے سُننے میں پھر اس میں جو بہتر ہوتا ہے اُسے اختیار کرتے ہیں تو حضور والا دین آپ سے اس کا متامنی نہیں ہے کہ بے سمجھے مان لیجئے اس لئے کہ راستے الگ الگ ہیں بنام دین اسی لئے تحقیق واجب ہے اسی لئے تقلید حرام ہے اسی لئے سوچنے اور سمجھنے کی طاقتوں کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے اور انبیاء و مرسلین آئے ہیں اسی لئے وہ شریعت میں توا حکام بتانے آئے ہیں اور اصول دین میں عقل کے چپے ہوئے فیصلوں کو سامنے لانے کے لئے آئے ہیں۔ چپے ہوئے کیا مطلب یعنی عقل کے وہ بے لوث فیصلے جس پر روایات کی خاکستر جم گئی ہے اس پر تقلید آباء و اجداد کا انبار لگ گیا ہے اس کو اُبھار کر سامنے لانے کے لئے۔ ایک جگہ میں اس حقیقت کو حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب نے

ظاہر فرمایا ہے بڑا مبلغ جملہ ہے انبیاء و مرسلین کا مقصد لیثت کیا ہوتا ہے حضرت
نے اُسے نبی البلاغہ میں ارشاد فرمایا ہے لیصیروا دنا من العقول - دینہ
کون ہوتا ہے جو اُدپر سے نہیں دکھائی دیتا اس پر مٹی کے انبار ہوتے ہیں لیکن
جب کھودا جاتا ہے تو برآمد ہوتا ہے تو یہی لفظ امیر المؤمنین نے اپنے اس معیار
بلاغت پر جو سخت کلام الخالق اور فوق کلام المخلوق ہے - اس کو پیش فرمایا ہے
ارشاد فرماتے ہیں کہ انبیاء و مرسلین اس لئے آئے ہیں کہ دُنیا کے لئے عقل کے
دینوں کو برآمد کریں یہاں نبی البلاغہ کا ایک جملہ میں نے پڑھا ہے اور میں نے
عرض کیا کہ سخت کلام الخالق اور فوق کلام المخلوق یہاں پر مجھے ایک واقعہ یاد
آگیا جناب سید صہبہ الدین شہرستانی ان کا قیام کاظمین میں تھا اور وہ بہر حال
علوم دُنیا میں بھی عالم کا درجہ رکھتے تھے مگر اس کے علاوہ انہوں نے جدید ریاضی
اور جدید فلسفہ ان سب پر معلومات حاصل فرما کر ایک کتاب توحید و الاسلام
لکھی جس کا ترجمہ مولانا محمد فاروق صاحب مرحوم نے اس دور میں البدرا التمام
کیا تھا اور جو آپ ہی کے ہاں اب اس وقت کے لحاظ سے آپ ہی کے ہاں
یعنی پنجاب ہی میں البرہاں سے شائع ہوئی تھی البدرا التمام - تو وہ بڑے جامع
العلوم و فنون آدمی تھے۔ اور حکومت عراق میں وزیر معارف بھی رہے تھے اب
چونکہ وزیر معارف تھے تو جو مستشرقین آتے تھے باہر سے وہ ان سے ملاقات
کے لئے آیا کرتے تھے تو ایک بڑا مستشرق آیا انہوں نے یہ واقعہ مجھ سے بیان
کیا فرمایا تھا کہ ایک مستشرق آیا اور وہ ان کی ملاقات کو آیا - عراق دایران میں
جو کوئی آتا ہے تو اسکو دید کہتے ہیں پھر جاتے ہیں تو باز دید اُسے کہنا جاتا ہے

ان السؤل یہ ہے کہ جو مسافر ہو اس کی دید کو لوگ آئیں اور وہ باز دید کے
لئے ہائے القاد مریز اذ دلا یزود جو کہیں وارد ہوا ہو اس کے پاس لوگ
آئیں پہلے - وہ پہلے نہیں جائے گا مگر آپ کو معلوم ہے کہ انگریزی تہذیب یہ
ہے کہ جو آتا ہے وہی دید کرے اور پھر اس کی باز دید ہو عرض وہ اپنے طریقہ
پر آتا آیا اور یہ باز دید کے لئے اس کے ہاں تشریف لے گئے تو اس نے
کتاب کتب خانہ چل کر دیکھے عیسائی مستشرق تھا انہوں نے جا کے اس کا
کتاب خانہ دیکھتے دیکھتے دیکھا کہ ایک جگہ بہت جلی حروف میں سُہری حروف
کے ساتھ نبی البلاغہ لکھا ہوا ہے تو انہوں نے اس سے کہا کہ یہ بھی آپ کے ہاں
نبی البلاغہ بھی ہے خوش ہو کر - اُسے جیسے جوش آگیا اس نے کہا جی ہاں
میں نے ہاں نہ ہوتی اس کے بعد اس نے یہ کہا کہ یہ تو ایسے دور میں پیدا
ہوئے تھے کہ جب لوگ ان کی بات سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے تھے
اُس دور میں ہوتے اور مسجد کوفہ میں خطبہ پڑھتے ہوتے تو کان یسود
ال مسجد بشیقات - شہقہ کہتے ہیں ہیٹ کو انگریزی ٹوپی تو اس کا مطلب یہ
تھا کہ پھر زیر منبر یہ عمامے تھوڑی ہوتے ہیٹ ہی ہیٹ ہوتے یعنی دُنیا بھر
کہ پر ولسیر تمام دُنیا کے اساتذہ علماء وہ سب ان کے زیر منبر ہوتے فرماتے
تھے کہ اس پر تو میں خوش ہوا اس نے تعریف کی مجھ میں بالیدگی پیدا ہوئی مگر
اس نے ایک بات ایسی کہدی جو مجھ کو بہت بار ہو گئی اور اب مجھ پر
لایہ داری ہو گئی اس پر کچھ کہنے کی اس نے کہا یہ آپ لوگ مسلمان ہو تھے آپ
لوگ نے قرآن مجید کو بطور معجزہ پیش کیا قرآن میں ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

jabir.abbas@yahoo.com

کتب علیکم الصیام کتب علیکم القصاص۔ تم پر روزہ فرض ہے۔ تمہارے لئے قصاص کا قانون ہے تو یہ سب اسمیں ہے تو اسے آپ نے بطور معجزہ پیش کیا ہے اگر بیخ البلاغہ کو آپ بطور معجزہ پیش کرتے تو دنیا مان لیتی۔ تمام دُنیا علم جدید تمام دُنیا نے تمدن اس کو مان لیتی۔ انہوں نے کہا۔ اب وہ میری بالید ختم ہو گئی۔ اس سے اسلام پر ضرب ہو گئی۔ میں نے ذہن میں سوچا کہ اب اس سے کیا کہوں اس ظالم نے قرآن مجید میں سے تو یا ایہا الذین آمنوا منتخب کیا بیخ البلاغہ کو اس کے بعد زبانی اس نے خطبہ اشباح ایک بڑا معرکتہ الارا خطبہ ہے اس کی کئی سطریں زبانی سُنائیں تو وہ کہتے تھے کہ اس نے قرآن مجید میں سے تو یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام منتخب کیا اور بیخ البلاغہ میں سے اس نے خطبہ اشباح پیش کیا اب میں اس سے کیا کہوں وہ تو بہت طویل گفتگو کا میدان ہو جائے گا تو اب میں گویا میدان سے کٹا گیا۔ میں نے کچھ اور گفتگو شروع کر دی اس کے بعد پھر برسرِ مطلب آکر میں نے پوچھا جن کی اتنی تعریف کی ہے وہ آپ کے نزدیک صاحبِ عقل تو تھے۔ کچھ اب اسے اور ناگوار ہوا۔ اور اب اس نے اور جوش و خروش کے ساتھ۔ کلمات مدح و ثنا۔ یہ کیا سوال کیا عجیب۔ صاحبِ عقل ارے وہ تو ایسے تھے ایسے تھے یہ اس نے کہنا شروع کر دیا۔ اب وہ جب چپ ہوا تو میں نے کہا ہم کیا کریں کہ انہوں نے ہی ذرا کو معجزہ مانا ہے۔ وہ کہنے لگا اس وقت اس کا کوئی جواب میرے پاس نہیں ہے اس کو بیخ البلاغہ پوری یا دینی تو وہ خطبے بھی یاد ہوں گے جہاں قرآن مجید کی حضرت نے اپنے اسی جوش و خروش کے ساتھ تعریف و توصیف فرمائی ہے وہ

سب میں اسے یاد تھا تو انکار کیسے کرتا۔ اس نے کہا اب یہ بات تو سمجھ میں نہیں آئی اب اس پر پھر غور کر دل گا اب وہ عمر پھر غور ہی کرتا رہے گا۔ غرض یہ کہ اصول دین بے سمجھے ماننا اس کا مطالبہ نہیں ہے صرف اس لئے کہ ہم ایسے ظالمان میں پیدا ہوئے ہیں یہ کوئی حجت نہیں ہے خود سمجھنا چاہیئے ہاں اپنے صاحبِ عقل کے مطابق جس زبان میں دلیل اپنے کو مطمئن کر سکے چاہے وہ بحث دوسرے سے نہ کر سکے۔ بہت سی باتیں آدمی خود محسوس کرتا ہے لیکن دوسرے کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے اور خصوصاً بحث تو ایک فن ہو گیا ہے بڑے بڑے صاحبانِ علم بحث میں بند ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ سمجھے ہوئے ہیں مذہب کو گرد و سرے کو سمجھا نہیں سکتے تو وہ تو ایک فن ہے گراپنی جگہ پر اس کے پاس کوئی دلیل ہوئی چاہیئے، چنانچہ ہمارے پاس ہمارے آئمہ ہی نے مختلف انداز سے دلیلیں پیش کر کے اس حقیقت کو بتایا ہے کہ دلیل کی نو عتیں کتنی مختلف ہوتی ہیں اب یہاں تو میں نے کہا کہ خود سمجھنے والا اپنے معیارِ فکر کے مطابق وہ دلیل اپنے لئے کوئی نہ کوئی رکھتا ہو لیکن اس کا انداز ان کے لئے ظاہر ہے دلیل کی ضرورت نہیں چونکہ دلیل دیاں ہوتی ہے جہاں پردہ ہوا ان کے لئے دلیل دلا دل سب بے پردہ تھا لہذا ان کا علم دلیل سے نہیں ہوتا تھا مگر دلیل سے وہ اس علم کو سمجھا دیتے تھے حاصل کرنا۔ تو جن کو سمجھا تے تھے ان کا تو پیمانہ نظر مختلف تھا ان کی تو سطح ذہن الگ ہے لہذا جتنے طریقے کے سائل جس جس معیار کے آئے وہاں دیا راستہ انہوں نے اختیار کیا اب ایک آیا عام صحرائی عرب عربوں کی دلیلی آپ جانتے ہیں سفرِ او وہ بھی پشتِ شر کے اُپر اب ایک صحرائی عرب

امام کے پاس آیا ہے اور امام سے پوچھتا ہے کہ مجھ کو اللہ کا وجود سمجھا دیجئے تو اب اس کے سامنے گہری باتیں پیش کی جائیں تو وہ بے چارہ بجائے سمجھنے کے سمجھنے سے توبہ کر لے گا وہ پھر اسی نقطہ پر آجائے گا کہ کون اس پھیلے میں پڑے لہذا اب وہ صحرائی عرب ہے اور اس کی زندگی اسی میں گزر رہی ہے تو جو اس کی زندگی ہے اسی کے ماحول سے دلیل۔ ان میں بعض علوم بھی تھے جو اب نہیں ہیں حالانکہ دور جاہلیت تھا مگر بعض اُس وقت کے علوم اس وقت اس نقطہ پر نہیں مثلاً فن قیادہ آج کل لوگ قیادہ سمجھتے ہیں ناک نقشہ سے کچھ سمجھنا۔ ذہن ہے یا کاندہ ذہن ہے اب ایک ہو گیا ہے۔ ہاتھ دیکھنا، اس سے حکم لگائے جاتے ہیں وہاں قیادہ نقش قدم کو دیکھ کر یہ بتا دیتے تھے کہ یہ کس قبیلے کا آدمی ہے کس عمر کا آدمی ہے کس بن کا آدمی ہے۔ جو کسی شے سے ناواقف ہو وہ پھر سمجھ ہی نہیں سکتا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے مگر یہ ہوتا تھا اور ہماری تاریخ اسلام میں ہوا ہے شب ہجرت جب پیغمبر تشریف لے گئے ہیں تو انہوں نے قیادہ شناسوں کے خدمات حاصل کئے تھے اب اس پورے واقعہ کو تو عرض نہیں کرتا کچھ عرض کر چکا ہوں کسی مجلس میں کہ رات بھر تو پھرنے رہے لکھن میں سمجھتے رہے کہ رسول ہیں اب صبح کو جب راز کھلا تو پہلے تعاقب کے لئے کہ جلدی چلو معلوم نہیں کہ کدھر گئے ہیں تو قیادہ شناسوں کے خدمات حاصل کئے ان کو اپنے ساتھ لے کر چلے اور انہوں نے خانہ پیغمبر خدا سے نقش قدم دیکھنا شروع کئے اور صبح رہنمائی کرتے رہے کہ یہاں تک گئے یہاں تک گئے ادھر گئے ادھر گئے بالکل صبح لے جا کر ایک منزل پر انہوں نے کہہ دیا کہ اب رسول تمہارا نہیں ہیں کوئی ہمراہ بھی ہے

بھلا وقت کوئی تبصرہ اس پر نہیں کرنا اور میری عادت بھی نہیں ہے کہ ایسی باتوں پر تبصرہ کروں تو جناب وہ دیکھتے ہوئے نقش قدم چلے گئے غار کے دروازے تک اور بالکل صبح حکم لگا دیا کہ یہاں سے آگے نہیں گئے ہیں۔ دیکھا آپ نے ان کے فن کا کمال تو یہ تھی ان کی زندگی تو جناب دالا یہ ہے ان کا ماحول یہ ہے ان کے علوم تو اب امام اس سے دلیل وجود خدا کی فرماتے ہیں ارشاد فرماتے ہیں البعدۃ تدل علی البعید والروثۃ تدل علی الحمید وآثار القدم تدل علی المسیر فرماتے ہیں ارے بھئی جس قسم کا جانور گیا ہو جانور تو تمہارے ہاتھ نہیں ہے لیکن اگر راستے میں میٹکیاں کسی جانور کی مل جاتی ہیں تو سمجھ لیتے ہو کہ وہ جانور گیا ہے آثار القدم تدل علی المسیر نقش قدم خبر دیتا ہے کہ ادھر سے کون گیا ہے اب اس کو میں علی زبان میں کہتا ہوں تم روزاثر سے ٹوڑ کر پتہ لگایا کرتے ہو کہ یہ اثر اور ٹوڑ کہا جاتا تو وہ نہ سمجھتا فرمایا کہ وہ میٹکیاں اس جانور کا پتہ دیتی ہیں وہ نقش قدم راستہ چلنے والے کا پتہ دیتے ہیں تو یہ اتنا بڑا آسمان اتنی بڑی زمین لفظ بنائے والے کا پتہ کیوں نہیں دیں گے سطحی ذہن کا آدمی تھا اس کو اس طرح سمجھا اور ہمارے دوسرے آئمہ نے اسی سطح زمین کی مثال دے کر فرمایا علیکم السلام المعجزات تمہارا فریضہ اتنا ہی دین ہے جتنا بڑھیوں کا بھی ہو سکتا ہے ہمارے عورقین مابل ظاہر ہے جن کے مرد ایسے مابل ہوں ان کی خواتین کیسی ہونگی تو میں نے لئے دلیل رکھتی ہیں ایک بڑھیا سے پوچھا گیا کہ اللہ کو تو نے کیسے پہچانا اس نے کہا اپنے اس چہرے سے میں جب تک اس چہرے کو چلاتی ہوں ہاتھ ہب ہاتھ روک دیتی ہوں رک جاتا ہے تو ایک چہرہ بغیر کسی کے

jabir.abbas@yahoo.com

چلائے نہیں چلتا اتنا بڑا کاغذ بغیر کسی کے چلائے کیسے چل سکتا ہے۔ ذہین طالب علم یا استاد جس سے پوچھو۔ صاحب ہمیں اتنی فرصت کہاں کہ ہم اتنی دلیلوں میں پڑیں تو میں تو کہوں گا کیا آپ اس چرخہ چلانے والی بڑھیا سے بھی گئے گزر رہے ہیں کہ وہ تو اپنے ہی ماحول کی دلیل سے سمجھ لے اور آپ جس ماحول کو دیکھتے ہیں اس سے کچھ سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ایک وقت تھا کہ فلسفی قائل ہوتے تھے اللہ کے اور سائنس دان منکر ہوتے تھے اور یہ دور ایسا ہو گیا ہے کہ بات الٹ لگئی ہے سائنس دان قائل ہوتے جاتے ہیں کہ میں کبھی رہے ہیں وجود خدا پر۔ ایک صاحب تھے شمس آباد کے بہت صاحب مطالعہ تھے ذاب محمد عباس صاحب سالک انہوں نے مجھے پرفیسر جوگ کی کتاب دی تھی ثبوت خدا کی کوئی پانچ سو صفحے کی اور وہ سائنس دان آدمی ہے تو ایک وقت میں فلسفی مقرر تھے جو بے دیکھے ٹیبلوں پر حکم لگاتے تھے، اور یہ مشاہدہ پرست تھے سائنس دان تو یہ غیب کے منکر تھے اور اب یہ مشاہدہ پرست جو ہیں وہ غیب پر ایمان لانے لگے ہیں۔ اور وہ انہیں بند کر کے سوچنے والے وہ منکر ہو رہے ہیں میں کہتا ہوں کہ توفیق ربانی کے پلٹے ہیں۔ فلسفی جو تھے وہ سائنس دانوں کے انکار سے مرعوب ہو گئے تو منکر ہوئے گئے یعنی انہوں نے تحقیق کی بجائے تقلید اختیار کر لی اور سائنس دانوں کو سائنس نے تحقیق پر مائل کر دیا۔ اپنے مشاہدہ کی ناکامی کا احساس انہیں کسی کارساز کے تصور کی طرف لے گیا تو ہنور اس بڑھیا کا معیار نظر جو تھا اس کے پاس بھی دلیل تھی۔ اب ایک فلسفی آگیا اس نے کہا اللہ کا بتائیے کیا ثبوت ہے۔ اب اس سے اس کی زبان میں بات کرنی ہے۔ اس کے معیار نظر کے مطابق بڑے دعویٰ سے

ایسا حال میں آتے انہیں قائل کر دوں گا اب جو آیا پوچھا بتائیے وجود خدا کی دلیل آپ کو کیا ہے؟ ایک سوال ہے میرا اس کا جواب دے دو اس کے بعد گفتگو آگے بڑھے گی کہ تم موجود ہو یا معدوم یعنی ہو یا نہیں ہو اگر ہو تو یہ بتا دو کہ خود تم نے اپنے کو ہو بنایا یا کسی اور نے اگر تم کہو کہ خود میں نے تو بتا دو کہ جب تم نے اپنے کو ہو بنایا تو اس بناتے وقت تم ہو تھے یا نہیں تھے پس یہ سوالات جو اس پر آئے ان کے نوکھ دیر سوچ میں رہا اور بغیر کچھ کہے اٹھ کے چلا گیا۔ حضرت کے اصحاب اس سے حیران ہوئے انہوں نے اس سے پوچھا کہ ارے جی ہاں تم نے کوئی بات ہی نہیں کی۔ اس نے کہا کہ کیا بتاؤں وہ سوالات ہی ایسے تھے جو نہیں ہوا اگر نہیں ہو کہوں تو غلط ہے کہ ہوں اب انہوں نے کہا کوئی ایسا ہے جس نے تم کو ہو بنایا اب اگر کہہ دوں کہ ہے تو ان کا مطلب حاصل ہو گیا تو میں کہ پوچھنے کو آیا تھا وہ ثابت ہو گیا اور اگر کہوں کہ میں نے خود تو پھر وہ سوال جو میرے سر پر ہے کہ جب تم نے اپنے کو ہو بنایا تو تم تھے یا نہیں تھے تو میں یہاں جو بھی کہتا غلط ہوتا یہ کہوں کہ تھا میں موجود پہلے بھی ہو تھا تو پھر اندیشہ ہو بنایا کیسے قطعی ناممکن ہے اور اگر میں کہوں کہ نہیں تھا تو معدوم عطا ہو گیا کہہ کر سکتا ہے یہ بات غلط ہوتی لہذا اب ماننے کے سوا چارہ ہی نہیں اب اب بات کر کے کیا کرتا دیکھا آپ نے؟ اب یہاں نہ نقش قدم ہے نہ بناؤ۔ اب اب آجکل تو علم النفس یونیورسٹیوں کا مستقل موضوع ہو گیا ہے مگر یاد رکھو کہ وہاں تک میں سمجھتا ہوں علم کوئی نیا نہیں ہوتا وہ داخل فطرت ہوتا ہے اگر کوئی علم ہے جس وقت سے کتابیں لکھی جانے لگی ہیں کتابیں مائل

jabir.abbas@yahoo.com

ہو جاتی ہیں علم ہو جاتا ہے درنہ اصول علم ہمیشہ سے ہوتے ہیں۔ اب ایک ماہر نفسیات اس نے پوچھا کہ اللہ کے وجود کی کیا دلیل ہے آپ نے فرمایا ہے میرے کچھ سوالوں کا جواب دے دو۔ کبھی سمندر کا سفر تم نے کیا ہے اس کہہ کہ جی ہاں کیا ہے سفر آپ نے فرمایا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ دریا میں طوفان ہو کہ جی ہاں ایسا بھی ہوا کہ کبھی ایسا بھی ہوا کہ کشتی شکستہ ہو گئی ہو تھکنے لگا گئے ہوں اس نے کہا کہ جی ہاں ایک دفعہ تو ایسا بھی ہوا آپ نے فرمایا کہ کشتی پر تم بیٹھے ہوئے چلے اب نہ کوئی ساحل ہے نہ سامنے کوئی دوسری کشتی کوئی نہیں ہے سامنے کہا جی ایسا بھی ہوا ہے۔ آپ نے کہا بس سچ سچ بتاؤ اس وقت بھی دل کہتا تھا کہ اب بھی سچ کہتا ہوں اس نے کہا ہاں کچھ تو سچی کرن اُمید کی آپ نے فرمایا بس جو اس وقت بھی سہارا دیتا ہے اسی کو خدا کہتے ہیں۔ بس ایک جملہ کہہ کے آگے بڑھوں آپ نے دیکھا امام۔ آپ نے دیکھا رہنما۔ ایک سال کیا ہر ایک نے جیسا اس کا ذہن ہے اس کے عجیب ذہن کے مطابق جواب میں کہتا ہوں کہ بس یہی بات قرآن سے نہیں ہو سکتی۔ بتا دیا کہ دلیل مختلف دلائل کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ اب اگر کچھ شخصیتیں ہوں جو دلیل وجود باری ہیں تو ان شخصیتوں کا ذکر عبادۃ نہ ہوگا اسے اب ایک شخصیت جو محمد اللہ باوجود اختلاف فرقہ تمام مسلمانوں میں سر تسلیم خم کرانے کے لئے ہے وہ ہستی اس کے لئے قرآن کی مثال پیش کر دوں سورہ مجملہ ماشاء اللہ یہاں نماز مجملہ مختلف مقامات پر ہوتی ہوگی اور حضرات شرکت کرتے ہوں گے سورہ مجملہ میں تقریباً دوسری آیت ہے۔ ہوالذی بعث فی الاممیین رسولاً

اللہ ذی الکریمات کامل دیکھئے سورہ شوریٰ ہوا ہے اللہ کے تعارف سے۔ یہی ہے اللہ ذی السموات و ما فی الارض ملک القدوس العزیز الحکیم۔ اللہ کی بات کرنی ہے ہر شے جو آسمان پر ہے اور زمین پر ہے کون جو سلطنت کا مالک کون اللہ جو تمام نقائص و عیوب سے بری کون اللہ جو عزت و حکمت کا مالک اب اس سلسلہ میں ارشاد ہو رہا ہے کہ وہ ہے جس نے اُمیہ میں رسول بھیجا اس کے معنی یہ ہیں کہ رسول کا تعارف نہیں کرایا جا رہا ہے کہ وہ رسول ہے جسے اللہ نے بھیجا اللہ کا تعارف کرایا جا رہا ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے ایسا رسول بھیجا یہ وہ تھیں کہ جن کی پہلی کڑی یہ ہے کہ ان کا وجود دلیل و حقائق سے انہیں دیکھ کر خالق کی ہستی کا پتہ چلتا تھا۔ شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی وہ چاہے ہوا ہے سیاست ان کے خلاف ہی ہو لیکن یہ کہ متعارف ہوا ان سے بھی ہیں سب جانتے ہیں اور وہ مشہور بھی ہیں۔ ان کا کلام بہت سا ایسا ہے جس میں انکار خدا ہے میرے سامنے ایسے جملے انہوں نے کہے ہیں کہ میں کی دھڑ سے میں انہیں مسلمان سمجھتا ہوں مجھے انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا گواہ بنا لیا ہے، لیکن یہ کہ ہے کلام ان کا بہت سا ایسا۔ اس میں مضحکہ ہے اور یہ گستاخیاں ہیں سب کچھ ہے بحیثیت منکر خدا وہ مشہور و معروف ہیں رسول کو ان کا وہ کلام حفظ ہوگا مگر اب اس سلسلے کی ایک فرد کے لئے وہ گواہ ہیں۔ وہ ان کا معرکہ اکرام سدس حسین اور انقلاب دیکھئے تو وہ اسمیں کیا ہے میں ہاں وہ حسین جس کا ابد اثباتات کہتا ہے گاہ گاہ حکیموں سے اس بات۔ وہ اثبات قدم ہم حکیموں سے بھی یہ بات کہتا ہے۔ یعنی درون

jabir.abbas@yahoo.com

پردہ صدرنگ کائنات - یہ کہہ رہا ہے ان کا ابد آشتا ثبات یعنی اس صدرنگ پردہ کائنات کے پیچھے دیکھئے غیب پر ایمان ہو گیا۔ اس پردہ صدرنگ کائنات کے پیچھے ایک باشعور ذہن ہے ایک کار ساز ذات - ان کے قدموں کے ثبات کو دیکھ کر وہ خدا کے وجود کا پتہ لگا رہے ہیں۔ ارے غور سے ان کے چہرہ کو دیکھتے تو بہت پہلے قائل ہو جاتے۔ یعنی درلئے پردہ صدرنگ کائنات ایک باشعور ذہن ہے۔ علم و قدرت دونوں پر ایمان ہے ایک باشعور ذہن یہ علم ہو گیا ایک کار ساز ذات یہ قدرت ہو گئی یہی صفات ثبوتیہ کی دو فردیں ہیں ایک باشعور ذہن ہے ایک کار ساز ذات۔ اور بیت اس کے بعد کہی ہے سجدوں سے کھینچتا ہے جو موجود کی طرف۔ تنہا جو اک اشارہ ہے معبود کی طرف اب آگے نہیں بڑھوں گا بس۔ بخدا نماز بھی عیسیٰ تاریخ کر بلا میں ہوئی ہے ایسی تاریخ عالم میں کبھی نہیں ہوئی۔ جو نمازی ہیں وہ بھی جب پریشانی کا ہنگام ہو تو کچھ شرع کی رعایتوں سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں مثلاً کوئی ہے جو اول وقت نماز کا پابند ہے کسی دن خدا نخواستہ کسی کی حالت ضراب ہو گئی حالت احتراز ہے آج واجبی نماز بھی ذرا دیر میں پڑھی اور نوافل نہیں پڑھے اور بعد میں خود اس بھی کیا کہ دیکھو اتنی مدت سے پابند تھا نماز کا اور نوافل کا آج ایسا بدحواس ہوا ایسا دقت تھا۔ کوئی اعتراض نہیں کریگا۔ کیسا ہی پابند شرع عالم دین ہوا اعتراض نہیں کریگا۔ ہمدردی محسوس کریگا کہ دقت کا تقاضا ہی یہی تھا۔ مگر کر بلا میں امام حسینؑ نے مثال پیش کی کہ جتنا دقت سخت ہو عبادت میں کمی نہ کرو کوئی اضافہ کوئی خصوصیت رکھ دو۔ خصوصیت بڑھا دو۔ روز عاشورہ کی صبح کی نماز خاص اہمیت

اس نماز کی کہ یہ آخری نماز ہے جو مولانا نے سب جماعت کے ساتھ پڑھی۔ بہت سے اصحاب کی زندگی کی آخری نماز صبح کی نماز تو آج کیا خصوصیت برقی۔ کہ روز کے امام حسینؑ ابن سردق جعفری اور یہ آج کی نماز فرماتے ہیں بیٹا علی اکبر آج اذان تم دے گا کہ ہے مولانا جانتے ہیں کہ میرا علی اکبر بھلانے کی چیز نہیں ہے وہ چاہتے ہیں کہ وہ تک میرے علی اکبر کی یاد قائم رہے تب تک اس نماز کی یاد قائم رہے مآثر اللہ جو نمازی ہیں ان کے لئے بھی بار صبح ہی کی نماز ہوتی ہے۔ اس لئے ہیں جو سب نمازیں وقت پر پڑھتے ہیں، لیکن صبح کو آنکھ نہیں کھاتی نماز پڑھتے ہیں تو مولانا نے صبح کی اذان علی اکبر سے دلوائی کہ اس وقت کوئی علی اکبر ہی کا ماتم کرنے والا جوان۔ اس کی لیست پر آنکھ کھل جائے تو اس وقت اُسے یاد آجائے کہ اس وقت میرا شہزادہ کہہ رہا ہے کہ جی علی الصلوٰۃ۔ تو اب یہ دیکھنا ہے کہ علی اکبر کی آواز پر کون کون آتا ہے یہ صبح کی نماز ہوئی کیا کہنا اس نماز کا اس کے اعتبارات میں کر بلا کا بہاد جو ادھر صفت نماز منتشر ہوئی ادھر صفت جہاد کا رہا ہوئی اب راہ خدا میں جاں نثاری ہے میدان جنگ میں خون برس رہا ہے ہر برس رہے ہیں گرمی سے آگ برس رہی ہے اور اس عالم میں ظہر کی نماز کا وقت آتا ہے اور ابو تمامہ سعدی وہ فوراً حاضر ہوتے ہیں عرض کرتے ہیں کہ میں اب بہت قریب آگئے ہیں، لیکن یہ تمنا ہے کہ یہ نماز آپ کے ساتھ ہو۔ اور اگر لوں امام اس طرح دعائیں دینے لگتے ہیں جیسے کوئی طالب علم ادا کر رہا ہے زیادہ صبح جواب دے فرماتے ہیں تم نے خود سے نماز کو ادا کیا اللہ تمہارا شمار نمازیوں میں کرے۔ میں کہتا ہوں عباد اران حسین اگر

حسین کی دعائیں ایسی ہیں تو نماز کو نہ بھولے کیا کہنا اس نماز کا۔ ادھر نماز ہو رہی ہے
ادھر دو جہاں نثار سامنے کھڑے ہیں جو تیرا تپا ہے اپنے اوپر روکتے ہیں ادھر نماز
ہو رہی ہے ادھر تیرے کھائے جا رہے ہیں۔ یوں تو کربلا کا پورا جہاد شریعت کی خاطر
ہوا ہے مگر یہ دو قربانیاں ہیں جو بلا شائبہ مجاز نماز کی خاطر ہوئی ہیں اب جس نماز
پر حسین اپنے لیے دو جہاں نثاروں کو قربان کر دیں اس نماز کو ہم اپنے عمل سے
پامال کر دیں تو حسین ہمو اپنا ماتم دار اپنا عزادار سمجھ سکتے ہیں صورتِ واقعہ
یہ بتاتی ہے کہ اثنائے نماز ہی میں تیرا تنے کھائے۔ کھڑے ہونے کی طاقت نہ
تھی مگر میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ طے کر کے کھڑے ہوئے تھے کہ مولا نماز پڑھ لیں
تو جب تک امام نے سلام نہیں پھیرا سید زین پر نہیں گرے ادھر امام نے سلام
پھیرا اور سید زینوں سے پُور ہو کر زمین پر گرے اور پوچھتے ہیں اذیت یا
ابا عبد اللہ کیوں مولا میں نے اپنا حق وفا ادا کر دیا فرماتے ہیں نفع و فیت
جزاۃ اللہ خیراً۔ تم نے حق وفا ادا کر دیا اللہ عزوجل نے فی عطا فرمائے ہو سکتا
ہے اور حکمِ شرع کے مطابق میں سمجھتا ہوں کہ اس ظہر کے ساتھ عصر بھی ہو گئی
ہوگی اس لئے کہ حالتِ خوف اور حالتِ سفر میں یہ اجماع اہل اسلام سب کے
نزدیک جمع صحیح ہے تو یقیناً عصر کی نماز بھی ہو گئی ہوگی چونکہ عام وقت ظہر کا
سمجھا جاتا تھا اس لئے تاریخ نے نام ظہر کا لیا ہے ورنہ حکمِ شرع یہی ہے کہ اس وقت
عصر کو ہو جانا چاہیئے ان حالات میں یقیناً۔ مگر ایک حقیقت ہے کہ ہمارے آئمہ
معصومین عموماً نمازوں کو اوقاتِ فضیلت میں پڑھتے تھے عام دستور یہی تھا
اسے بیان کر دیا کہ وہ بھی جائز ہے مگر عام عمل یہی تھا کہ انک انک پڑھتے

اس لئے اب تاریخ میں تو ذکر نہیں ہے مگر کتبِ مقاتل بتاتی ہیں کہ پھر ظہر کے
اندولے سب دستور نماز عصر بھی پڑھی ہے مگر اربابِ عزاء اب میں حضرت
علاؤ اللہ کا یہاں میں سخت مصائب نہیں پڑھتا ہوں اب میں اس نماز کی
ذکرِ کیفیت نہیں بیان کر سکتا پس اتنا کہوں گا کہ اب راکب دوش رسولِ پشت
دریں پر نہ تھا ہاں ایک بات اور کہہ دوں کہ اب جماعت نہ تھی جماعت تو
ابنِ کرم کے بلا پر خاک و خون میں غلطان پڑھی ہوئی تھی، اب مولا نے یہ نماز
ذرا دل آویز اب اس کے بعد یہ نہیں کہہ سکتا کہ رکوع کس عالم میں ہوا قیام
کس شان سے ہوا۔ بیٹھنا کس انداز سے ہوا پس سجدے کی خصوصیت عرض
کوں کا تاریخ اسلام میں ایک اور سجدہ یادگار ہے اور وہ ہمارے مولا امیر
المؤمنین کا سجدہ ہے ۱۹ ماہ رمضان کو، میں کہتا ہوں یہ تو باپ کی میراث
تھی آپ کے سر پر بھی ضربت نماز میں لگی۔ بیٹے کے گلے پر بھی نخر نماز میں
ہلا کر بارگاہِ امیر المؤمنین میں عرض کر دل کا کہ اے میرے مولا آپ کی نماز بھی
ادگار آپ کا سجدہ بھی یادگار مگر آپ کو سجدے سے سر اٹھانے کا موقع مل
گا اور میں نے تو بس سر سجدے میں رکھ دیا بخدا پھر انہوں نے سر نہیں
اٹھایا۔ وہ کوئی اور تھا جس نے سر کو نوکِ نیزہ پر۔

jabir.abbas@yahoo.com

جلس سوم

دین اسلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ۔

دین کے بارے میں جو طرح طرح کے عذر رکھے جاتے ہیں تو ان کی پہلی بات کل عرض ہوئی کہ اگر ایک دین ہوتا تو مان بھی لیتے، جب بہت سے دین ہیں تو اس جھگڑے میں کون پڑے اس کے بارے میں میں نے عرض کیا کہ زندگی کے مشغلیں بہت سی شکلیں ہوتی ہیں تو یہ تو نہیں کرتا انسان کہ چونکہ شکلیں بہت ہیں لہذا اس چیز ہی کو چھوڑ دیں بلکہ کبھی اپنے ذوق کی مناسبت کو دیکھتا ہے، کبھی واقف کار ہیں ان سے دریافت کرتا ہے ان سے پتہ لگاتا ہے کہ کونسا راستہ ہے جو منزل تک جائے گا اسٹیشن پر پوچھتا ہے کہ کونسی گاڑی ہے جو اس جگہ جا رہی ہے جہاں مجھے جانا ہے تو جب ہر شعبہ حیات میں انسان ایسا ہی کرتا ہے تو دین کے بہت ہونے سے اصل دین کو چھوڑنا یہ کہاں کی معقولیت ہے بلکہ انسان تحقیق کرے غور کرے اور سمجھنے کی کوشش کرے کہ کونسا دین درست ہے اب اس بات کا دوسرا پہلو پیش کرتے ہوئے یوں کہا جاتا ہے کہ دین

کی دوسری تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ جب بہت دین ہوئے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ کوئی دین کا پیروں کوئی کسی دین کا لہذا ایسی چیز سے کیا نائدہ جو لوگوں کی تفرقہ پیدا کرے تو اس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ اس کا حل آپ نے جو لہذا کیا ہے کہ لادینیت اختیار کریں تو اس لادینیت سے تفرقہ کیونکر ختم ہوگا۔ لہذا آپ کی لادینیت نے ایک فرقہ کا اضافہ کر دیا ہے۔ آپ کے ابھی تک دین کی دوسری فرقہ تھے۔ ایک ایک دین کا ایک دوسرے دین کا اب وہ فرض کیا کہ پاس تھے۔ کیا نواں گردہ پیدا ہو گیا لادینیت۔ تو اس سے تفرقہ میں کی تو اس ہوئی اور زیادتی پیدا ہو گئی۔ آپ کیسے کا ہم تبلیغ کریں گے اشاعت یں گے کہ سب بے دین ہو جائیں، جب سب بے دین ہو جائیں گے تو تفرقہ مٹ جائے گا تو میں کہتا ہوں کہ یہ خواب جو آپ دیکھ رہے ہیں اگر شرمندہ تعبیر بھی ہو اور اس ترکیب سے آپ تفرقہ مٹائیں کہ سب بے دین ہو جائیں تو میں یہ کہتا ہوں کہ ہر دین تفرقہ مٹا سکتا ہے اس طرح کہ سب اس دین کو اختیار کریں۔ لہذا تو اس لئے ہے کہ یہ نہیں ہوتا کہ سب ہی ایک دین کو اختیار کر لیں، اس لئے تفرقہ ہوتا ہے تو اب جو آپ کا نسخہ ہے وہ بھی مرض کو بڑھانے والا ہے اس سے تفرقہ میں اور اضافہ ہوگا کی تو نہیں ہوگی۔ اب اسی کا اور جدید تر پہلو یہ ہے کہ دین دنیا میں جنگیں کراتا ہے لڑائیاں کراتا ہے اور دین کی وجہ سے انسانوں کو ششہ دور میں بہرہ یکے ہیں اور اب بھی کبھی بے دین تو ایسی چیز ہے کہ نائدہ جو خونی زہری کر لے جنگیں کرائے تو میں کہتا ہوں کہ وہ دین تو کوئی ایسا نہیں ہے جو جنگ کی دعوت دے خود سے۔ یہ جنگیں جو ہوتی ہیں یہ

jabir.abbas@yahoo.com

اس لئے کہ دین کے نام پر تحریکیں اٹھائی جاتی ہیں۔ کیوں۔ اس لئے کہ شاطری سیاست دال جانتا ہے کہ دین میں جتنی جا ذبیت ہے اتنی کسی اور چیز میں نہیں ہے تو اس بنا پر اپنی تحریکوں پر دین کا غلاف چڑھایا جاتا ہے اور جتنا پر دین کا نام لکھا جاتا ہے اور دین کا لغو لگایا جاتا ہے۔ بات کیا ہے ؟ بات یہ ہے کہ ملتے اس چیز کا کیا جاتا ہے جو قیمتی ہو، لوہے کا ملتے نہیں کیا جاتا چونکہ سونے چاندی کی قیمت ہے اس لئے اس کا ملتے چڑھائیں گے شیشے کا ایمیشن تیار نہیں کریں گے لعل دیا قوت چونکہ قیمت رکھتے ہیں لہذا ان کا ایمیشن تیار کیا جاتا ہے تو اب جو عرض کرتا ہوں اس کو عقل کی بارگاہ میں پیش کر کے دیکھتے کہ چونکہ سونے چاندی کا ملتے چڑھا کر بہت سے لوگوں کو دھوکا دیا جاتا ہے، لہذا دنیا سے سونے چاندی کو ختم کر دیا جائے۔ چونکہ لعل دیا قوت کا ایمیشن تیار کیا جاتا ہے بہت سے لوگوں کو ٹھگ لیا جاتا ہے لہذا لعل دیا قوت کو دنیا سے نابود کر دیا جائے تاکہ لوگوں کو دھوکہ نہ ہو جو کہ اصلی گھئی کے نام پر لوگوں کے ہاتھ بنا سستی گھی فروخت کیا جاتا ہے لہذا یہ یہ ہے کہ اصلی گھی کو دنیا سے ختم ہی کر دیا جائے تو یاد رکھیے ان ملعونوں کے نام سے جو کسی کا نقصان ہوتا ہے تو اس میں قصور اس اصل چیز کا نہیں ہے بلکہ اس میں بالو پانی کی طرح چمکتی ہے اسے سراب کہتے ہیں بہت سے پیاسے لوگ کھا کر دوڑتے ہیں تو پیاس میں اور اضافہ ہو جاتا ہے قریب پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ پانی تھا ہی نہیں تو کیا دنیا سے پانی فنا کر دینے کے قابل ہے اس لئے کہ سراب بہت سول کو دھوکہ دیتا ہے اور اب میں ایک عام بات کہوں

اور کھڑے جھوٹ جھوٹ ہے ہی نہیں جب تک سچ کا لباس نہ پہنے۔ اگر جھوٹ کہہ کر دلا جائے تو جھوٹ ہو گا ہی کہاں۔ تو جھوٹ اس وقت تک جھوٹ نہیں کہتا جب تک اس کا لباس پہنے تو کیا دنیا سے سچائی ختم کر دینے کو قابل ہے اس لئے کہ جھوٹ بہت سول کو دھوکہ دیتا ہے۔ تو اگر یہ سب باتیں غیر معقول ہیں تو اسی طرح اگر مذہب کا نام پر بہت سے لوگ دھوکہ کھاتے ہیں تو اس میں اصل دین کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ اب ان سب کا کیا علاج ہے ؟ ان سب کا علاج یہ ہے کہ ان کو اپنا اپنا کبھو اصل اور نقل کا فرق محسوس کر سکے۔ علامتوں پر نظر کیجئے سراب اور آب میں فرق محسوس کر سکے۔ عقل دشو سے کام لیجئے کہ سچ اور جھوٹ کا امتیاز کر سکے تو اسی طرح اگر دنیا میں بنام مذہب فساد ہوتے ہیں تو اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ دین کو فنا کر دیجئے بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ قوت الہیہ پیدا کیجئے دین کی معرفت زیادہ حاصل کیجئے تاکہ کسی غلط فہمی سے دھوکہ نہ آئے انہیں اور لوگوں تو انسان کا یہ ذوق خل آشامی۔ جب تک دنیا مذہب کا نام پر قبضے میں آتی تھی تب تک مذہب کے نام پر تحریکیں چلیں لڑائیاں ہوئیں لیکن جب سے گویا دین کا تصور فیشن کے خلاف ہو گیا جب سے موجودہ دنیا کی ہوائیں کہ لوگوں کی نگاہ میں دین کی وہ جا ذبیت باقی نہ رہی تو اب دین نہ ہو الہم ہو گئے مختلف نظام ہائے حیات ہو گئے۔ اب جو لوگ زیادہ معلوم کرنا چاہتے ہیں اعداد و شمار سے ثابت کر سکتے ہیں جو عرض کر رہا ہوں میری عمر کے لوگوں کے ہاتھ تو دو عظیم جنگیں ہوئیں جس کو ہم لوگ جنگ ہفت اقلیم کہتے ہیں ایک عالم کی جنگ جس میں ایک طرف حریف قیصر ولیم تھا۔

jabir.abbas@yahoo.com

اس وقت تک ہٹلے کا وجود نہیں تھا ایک جنگ وہ۔ ایک جنگ جو بہت سے
 مجھ سے کم عمر والوں کے سامنے کی بات ہے ہٹلے جس میں فوجی تھا ہٹلے کا نام نہیں
 آیا تو یہ جنگ عظیم۔ تو اب اعداد و شمار سے دیکھئے کہ شروع سے بنام مذہب
 جو لڑائیاں ہوتی ہیں ان سب کے ملا کر مقتولین زیادہ ہیں یا ان عظیم جنگوں میں
 طرفین کے جتنے مقتول ہو گئے تو یہ خونریزی مذہب کے نام پر ہو رہی ہے تو
 دونوں طرف ایک ہی مذہب کے لوگ اور ان میں جنگ ہو رہی ہے تو یہ
 معلوم ہوا کہ مذہب بہانہ ہوتا ہے اور جب مذہب نہیں ہوتا تو دوسرے
 بہانوں سے آدمی لڑتا ہے اور یہ ذوق جنگ آزمائی تو ایسا تھا جو فرشتوں نے
 اس وقت پیش کیا تھا جب انسان کے عالم وجود میں آنے کا اعلان ہوا تھا
 اور عطاے منصب کا سوال تھا قرآن مجید میں اس کا تذکرہ ہے کہ ارشاد ہوا
 ہے اذ قال ربك للملائكة اني جاعل في الارض خليفه۔ جب تھا
 پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک جانشین مقرر کرنا چاہتا
 ہوں اب مستقل طور سے تو یہ آیت موضوع بیان ہے نہیں مگر جتنا سمجھنے کیلئے
 ضروری ہے اتنا تو کہنا ضروری ہے کہ ہمارے مفسرین پہلے تو اسمیں آئے
 گئے کہ جانشین کس کا، کیونکہ قرآن کے لفظوں میں فقط اتنا ہے کہ میں جانشین
 مقرر کرنا چاہتا ہوں اب یہ کس کا جانشین یہ لفظوں کے اندر نہیں ہے بلکہ
 مفسرین اُلجھے ہوئے ہیں میں کہتا ہوں اسے بھی کیوں اُلجھے ہوئے ہوئے
 تو موجود ہے کافی ہے۔ تو کس کا جانشین۔ تو اب قرآن کے حل کرنے کے لئے
 تاریخ عالم دیکھئے جو حدیثوں سے ثابت ہوتی ہے کہ انسانوں کے آسمانوں

اس وقت تک ہٹلے کا وجود نہیں تھا ایک جنگ وہ۔ ایک جنگ جو بہت سے
 مجھ سے کم عمر والوں کے سامنے کی بات ہے ہٹلے جس میں فوجی تھا ہٹلے کا نام نہیں
 آیا تو یہ جنگ عظیم۔ تو اب اعداد و شمار سے دیکھئے کہ شروع سے بنام مذہب
 جو لڑائیاں ہوتی ہیں ان سب کے ملا کر مقتولین زیادہ ہیں یا ان عظیم جنگوں میں
 طرفین کے جتنے مقتول ہو گئے تو یہ خونریزی مذہب کے نام پر ہو رہی ہے تو
 دونوں طرف ایک ہی مذہب کے لوگ اور ان میں جنگ ہو رہی ہے تو یہ
 معلوم ہوا کہ مذہب بہانہ ہوتا ہے اور جب مذہب نہیں ہوتا تو دوسرے
 بہانوں سے آدمی لڑتا ہے اور یہ ذوق جنگ آزمائی تو ایسا تھا جو فرشتوں نے
 اس وقت پیش کیا تھا جب انسان کے عالم وجود میں آنے کا اعلان ہوا تھا
 اور عطاے منصب کا سوال تھا قرآن مجید میں اس کا تذکرہ ہے کہ ارشاد ہوا
 ہے اذ قال ربك للملائكة اني جاعل في الارض خليفه۔ جب تھا
 پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک جانشین مقرر کرنا چاہتا
 ہوں اب مستقل طور سے تو یہ آیت موضوع بیان ہے نہیں مگر جتنا سمجھنے کیلئے
 ضروری ہے اتنا تو کہنا ضروری ہے کہ ہمارے مفسرین پہلے تو اسمیں آئے
 گئے کہ جانشین کس کا، کیونکہ قرآن کے لفظوں میں فقط اتنا ہے کہ میں جانشین
 مقرر کرنا چاہتا ہوں اب یہ کس کا جانشین یہ لفظوں کے اندر نہیں ہے بلکہ
 مفسرین اُلجھے ہوئے ہیں میں کہتا ہوں اسے بھی کیوں اُلجھے ہوئے ہوئے
 تو موجود ہے کافی ہے۔ تو کس کا جانشین۔ تو اب قرآن کے حل کرنے کے لئے
 تاریخ عالم دیکھئے جو حدیثوں سے ثابت ہوتی ہے کہ انسانوں کے آسمانوں

آپ نہیں پوچھتے کس کے اور اللہ فرماتا ہے کہ میں جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں تو آپ کہتے ہیں کس کا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کسی اور کا ہوتا تو اس کا نام لیا جاتا کس کا جانشین جب یہ نہیں کہا گیا کہ کس کا تو سمجھئے کہ جو اعلان کر رہا ہے اپنی طرف نسبت دے رہا ہے کہ میں اپنا جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں مگر اس سے اب اس عقلی سوال کا ہر ایک کو حق ہے کہ اللہ کے جانشین کے کیا معنی جانشین وہ بنائے جس سے جگہ خالی ہو یا زمانہ خالی ہو اور وہ ذات جس سے نقل و انتقال ممکن نہیں جو جسم و جمانیات سے بری تو وہاں جانشینی کے کیا معنی تو میں تو پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اصل میں اس آیت کو تو بیان نہیں کر رہا ہوں لیکن مجمل طور سے اس کے دو پہلو عرض کر دوں گا۔ ایک بات غنی ہے کہ ہر ایک آدمی بہت زیادہ عجز کے بغیر سمجھ سکتا ہے دوسرا نکتہ گہرا ہے کہ بات تو یہ کہ بے شک اللہ لامکان ہے لیکن عالم اعلیٰ کا جو اسکی ذات کا ساتھ تعلق مانا جاتا ہے وہ عالم ادنیٰ یعنی زمین کا نہیں مانا جاتا اسی لئے کہ ہاتھ اٹھاتے ہیں جھکاتے نہیں، موسیٰ بھی کلام کے لئے طور کی بلندی دھڑکتے تھے اور قرآن مجید کے محاوروں پر نظر کر لیجئے وہ آیتیں نہیں پڑھوں گا کہ مستقل نہیں ہے کہ جو چیزیں ادھر کی ہیں ان کے لئے آتا ہے اتار دیا جاتا ہے اتاری لوٹا اتار تو جو چیز ادھر سے آتی ہے اس کے لئے آتا ہے اتار دیا جاتا ہے ادھر سے چیز جاتی ہے اس کے لئے ہے چڑھنا عمل صالح بلند ہوتا ہے عبادت مومن بلند ہوتی ہے۔ نمازی کی پُر خلوص نماز بلند ہوتی ہے تو معلوم ہوتا ہے بلند حصہ کو جو تعلق مقام نسبت میں ہے یعنی عرش جو پایہ تخت ہے اس

اللہ تعالیٰ میں نہیں مانا گیا ہے اعلیٰ علیین میں مانا گیا ہے حالانکہ میں نہیں مانا گیا کہ اللہ سبحانہ بیٹھتا ہے یہ تو اس وقت ہو کہ جب مکان کا محتاج ہو اس کو ایک روزمرہ کی مثال میں کہ یہاں بھی تو بیت اللہ ہے خانہ کعبہ اللہ کا گھر ہے جس کے حج کے لئے جاتے ہیں تو اس کا گھر ہے مگر کیا وہ کبھی رہا ہے اور اس کو رہنے کے لئے جگہ کی ضرورت نہیں اس کو بیٹھنے کے لئے بھی جگہ کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی مقام شرف میں ایک نسبت ہے وہ بھی مقام اعزاز میں اس نسبت ہے کہ عیسیٰ نسبت ہوتی ہے اس کو اپنے عمل سے نبھایا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا تخت سلطنت، گھر کی نسبت کسی شخص کی طرف انفرادی و ذاتی یعنی نجی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حیثیت مضمینی ہوتی ہے تو جب گھر بیکو کام لینا ہو از چرخ خانہ کے لئے نقب کیا کسی کو سرکاری مہمان بنانا ہو تو وہاں بلایا گیا۔ وہ کیوں کہ اس نسبت سے عرش اس کا پایہ تخت ہے اس حیثیت سے زمین اس شرف کا مقام ہے اسی وجہ سے قرآن میں انی جاعل فی الارض ہے اب اس کو اللہ تعالیٰ انفلوں میں کہتا ہوں گویا خالق فرشتوں سے کہہ رہا ہے کہ لے فرشتو! ان لو میں ہوں مگر جس حیثیت سے عرش میرا پایہ تخت ہے زمین اس شرف کا مقام ہے لہذا ایک ایسے کو میں پیدا کرتا ہوں کہ زمین سے اس کو وہی نسبت ہو کہ عرش کو مجھ سے ہے جیسے یہ میرا پایہ تخت ہے دیئے زمین اس کا پایہ تخت اور اب دوسرا پہلو جسے میں نے کہا تھا کہ ذرا تھوڑے سے عجز کی ضرورت ہے اس کا ہونا ہے کہ یہ بات ہی غلط ہے کہ جانشین وہ مقرر کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کو یاد دلا دے۔ نہیں ایک اور صورت ہے جانشین مقرر کرنے کی اسکی مثال

کہ کوئی معزز مہمان کسی جگہ جاتا ہے تو اس کے اعزاز میں جلسہ ہوتا ہے اس میں پیش کیا جاتا ہے اس مہمان کے لئے اخلاقی طور پر اور آئینی حیثیت سے اس کا جواب دینا خود اسی کا کام ہے کوئی خور سے کھڑا ہو جائے جواب دینے اس کا ذریعہ نہیں پورا ہوگا مگر مشکل یہ ہے کہ دہاں کے لوگوں کی زبان اور یہ یہ جو مہمان آیا ہے اس کی زبان دوسری ہے اگر یہ اپنی زبان میں پڑے تو نہیں سمجھیں گے ان کی زبان سے یہ واقف نہیں ہے ان کی زبان میں یہ نہیں کر سکتا جواب لہذا جو دیکھ جلسہ میں وہ موجود ہے اپنی جانب سے اپنا نائب مقرر کر بیگا، لیکن وہ بیچ والا ایسا ہو جو اس کی بھی زبان سے واقف اور ان کی زبان سے بھی۔ ان کی زبان میں ان تک پہنچائے، تو بس یہاں ہالہ کی ضرورت ہے کہ اس کا کمال براہ راست ہم تک پہنچنے میں سہارا ہے نفس اس تک پہنچنے سے مانع ہے لہذا ضرورت ہے کہ کوئی بیچ والا ہو جو اس سے ملتا ہو اور کچھ ان سے ملتا ہو تو جناب والا اب یہ ہے اتنا بڑا منصب ملک کی نگاہ طلب جاتی ہے وہ ہیں حواری قدس میں رہنے والے عرش اقدس اقدس مگر یاد رکھئے کہ منصب سے محروم رہ کر پاس رہنا وہ بلندی نہیں جو منصب پا کر دور چلا جانا بلندی رکھتا ہے تو کیا کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں نے اعتراض کیا، مگر یہ بے سمجھی ہوئی لفظ ہے۔ یاد رکھئے فرشتوں جس کے لئے خالق نے کہہ دیا ہے لا یسبقونہ بالقول وہو بامرہ یعملون۔ وہ اللہ پر بات کرنے میں سبقت نہیں کرتے وہ اس کے حکم

اللہ کی نصرت فطری کی منزل پر نازل تو یہ جو کہہ دیا کہ اعتراض کیا یہ ٹھیک نہیں ہے سوال کیا ہے اور ملائکہ بارگاہ قدس کے طالب علم اللہ کا طالب علم کو اپنی تسلی کے لئے سوال کا حق ہے اور میرے نزدیک تو سوال اللہ کا طالب علم کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ اسی نے ان کے دل میں یہ تصور پیدا کیا کہ اللہ کا طالب علم کو اپنی تسلی کے لئے سوال کا مطلب ان کے سوال میں معترض ہے تو ابھی تو یہی ہو چکا ہے میں نے عرض کیا کہ منصب کی بلندی کا اظہار ہے کہ دیکھو منصب اتنا بلند ہے کہ فرشتے کے بھی دل میں اس کی آرزو ہوتی ہے اب اسے کبھی ارزاں نہ بنانا اب فرشتہ کرتا کیا ہے انسان کی زندگی کا ایک تاریک پہلو جو ہے وہ بھی اللہ کے دینے ہوئے علم سے معلوم ہے وہ خود کیا جانے اللہ جو بتاتا رہا ہے اس میں وہ انکو معلوم ہے تو وہ کہہ رہا ہے کہ اُسے پیدا کیا جائیگا جو خوریزی کرے اور اس کے واسطے میں نے اس موضوع میں سے عرض کیا یہ خوریزی تو اللہ کی قدرت انسانی کا ایک تقاضا تھا جسے ملک نے اس وقت محسوس کیا اور اللہ نے اس کا سوال کے محل پر۔ تو انسان کی زندگی کا یہ پہلو لیا اور اپنی زندگی کا اللہ کو نصیب نسبت مجیدك و تقدس لك۔ ہم تیری بارگاہ میں تسبیح و تحمید کرتے ہیں اس میں کوئی ناخوش غلط ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ انسان خوریزی میں لیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ملک تسبیح و تقدیس نہیں کرتا۔ کون جبر غلط ہے۔ اللہ کا یہ کہہ لیا کہ ہمیں نہیں مقرر کیا جاتا اور اس نوع میں سے مقرر کیا جاتا ہے اور اللہ نے اسے جواب میں کہہ دیا اعلم ما لا تعلمون۔ میں وہ جانتا ہوں علم میں جانتے جمع میں طالب علم بھی ہیں استاد بھی ہیں کوئی طالب علم استاد

سے کچھ پوچھے وہ کہے جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے تو یہ کوئی جواب ہوا حالانکہ قرآن سے ثابت ہے کہ بعد میں جواب کا انتظام کیا جائے گا وہ تعلیم اسماء وہ سب اس وقت تو عرض نہیں کرنا ہے کبھی انشاء اللہ مستقل طور سے اسے عرض کیا جائے گا تو جواب دیا جائے گا اس کا۔ مگر ابھی جواب نہیں دیا جاتا۔ اس کو جواب تو نہیں سوال کا ٹھکرا دیا جانا کہتے ہیں تو میں کہتا ہوں بار اللہ جب جواب آپ کو دے گا اس وقت اسی وقت ملک کے سوال کا جواب کیوں نہیں دے دیا جاتا مگر جو میری کہ میں آیا وہ عرض کرتا ہوں میں کہتا ہوں ابھی خالق سمجھانے لگتا کہ یہ مصلحت ہے یہ مصلحت ہے یہ مصلحت ہے تو ایک صورت شوری قائم ہو جاتی سوال جواب میں یہ کہا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے اب اس کا مطلب یہ ہے لفظوں میں یہ ہے کہ منصب میرا مقرر کرنا میرا کام تم کون۔ تو اب سوال ملک ایک دوسرا راز سمجھ میں آیا کہ خالق نے کھلا دیا کہ دیکھو یہ منصب وہ ہے جسے ملک کے معصوم مشورہ کا بھی کوئی دخل نہیں ہوتا جو اصول اس وقت واضح ہو گیا تو اب طالب علموں کی تسلی کے لئے جو فریضہ تعلیمی ہے اسے بعد میں انجام دے دیا جائے گا جلدی اسے ہوتی ہے جسے وقت کے نکلنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور تعلیم اسماء وہ سب امتحان ہوا اور ملک نے کہا کہ ہمیں تو اتنا معلوم ہے کہ اس نے بتا دیا ہے اس کے آگے نہیں معلوم اب اس سے جو نتائج نکلتے ہیں وہ پھر انشاء اللہ جب اس کا بیان ہوگا۔ اب خالق نے اس دن کے سوال کا جواب گویا اپنی فتح کا اعلان کیا ہے کہ الم اقل کم کہ اب سمجھے میں نے نہیں کہا تھا کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، مگر ظاہر ہے وہ خود اس نے کہا کہ جتنا تو

اس الم طلب کیا ہے اتنا ہمیں۔ جتنے جتنے اس کے سامنے نمونے زیادہ آتے گئے اور اللہ علم دیتا گیا اتنا اتنا اس کے علم میں اضافہ ہوتا گیا اور اب کہاں تو غور فرمائی کہ کہاں ایسے کو جو غور فرمائی کرے گا کہاں ایک ایسی منزل آگئی کہ بدر میں خود سپاہی ہو گیا۔ اب کہاں وہ ملا کہ کہ معترض تھے عرش پر کہاں میدان میں فوجیں ملا کہ کہ قرآن اور میں ان کی مدد کے لئے آمیں بدر میں اور فقط نمائشی طور پر نہیں آئے تھے قرآن میں ہے کہ انہیں اصول جنگ بتائے گئے ارے وہ اسی مدرسہ کے طالب علم ہیں تو انہوں نے سپہ گری کہاں سیکھی تھی لہذا خالق نے انہیں اصول جنگ (آیت) دیکھو تم بتاتے ہیں کہ گردنوں پر تلوار لگانا قرآن مجید کی آیت ہے کہ اللہ کیوں پر ضرب لگانا۔ فنون جنگ سکھائے جا رہے ہیں ماشاء اللہ یہاں ایسے افراد ہوں گے جو فن سپہ گری کے قدیم طور پر یا جدید طور پر واقف ہوں گے تو میں کہتا ہوں کہ سر کے وار سکھائے گئے ہیں اور ہمت کتیاں سکھائی گئی ہیں اور اب یہ جنگ کر رہے ہیں۔ ممکن ہے میں قبل میں کہہ چکا ہوں کہ یہ سب آئے تھے جیسے گئے تھے اور جنگ بھی انہوں نے کی کہ زور دل والے مسلمانوں کی امداد کے لئے۔ قرآن کہہ رہا ہے دیکھو کبھی اپنی قلت تعداد سے گھبرا نا انہیں کسی ہماری مصلحت ہوگی تو ہم فرشتے بھی بھیج سکتے ہیں۔ یہ نمونہ پیش کر کے کہہ دو کہ اس دی گئی، مگر میں کہتا ہوں کہ دوسروں کے دلوں کو توڑنا اس کے لئے جو جتنی مجاہد تھا اس کے ذوق شجاعت پر بار ہو گیا کہ میرے ہوتے ہوئے اس نے میری موجودگی میں فرشتے آئے اس کی طبیعت پر جیسے بارسا ہو گیا اور میں کہتا ہوں کہ اب یہ آیتیں جو آئی ہیں کہ ہم نے یہ بھیجے ہیں ایسے

jabir.abbas@yahoo.com

لوگوں کی وجہ سے ہو کر دردل والے ہیں سب تو تمہارے جیسے نہیں ہیں۔ ان
دلوں کی تسلی کے لئے ہم نے بھیے درنہ ضرورت نہیں تھی اس میں یہ مضمیر ہے کہ
ضرورت تھی نہیں ہم نے ان کے دل کی تسلی کے لئے ڈھاکس دینے کے لئے
بھیج دیئے ہیں لیکن اچھا تمہاری طبیعت پر بار ہے تو اب اس کے بعد
جنگ ہوگی تو چاہے جو ہو جائے اب نہیں بھیجیں گے اور اس نے جس نے
محسوس کیا تھا اس نے جنگ سر کر کے دکھلا دی بگڑی ہوئی جنگ بنا کر دکھا
دی اور اب اس وقت تو آیا نہیں ملک۔ اب جب۔ اپنی زبان میں کہتا ہے
معاذہ ہے یوپی کا دارے نیارے ہو گئے تو اب جناب جبریل امین تشریف
لائے ہیں شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة میں تحریر فرمایا ہے
زبان کی کتاب ہے بڑے جلیل القدر عالم ہیں اہلسنت والجماعت کے محقق
محقق انہوں نے مدارج النبوة میں لکھا ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام
نے اس فوج کو بھگایا اور آپ نے آکر رسول کے زخموں کو دھلایا اور آپ کو
کیا۔ اتنی دیر میں ادھر ادھر سے فوج آئی شہر ہونگئی۔ مختلف دستوں کی شکل
گردہ در گردہ ادھر سے ادھر سے پیغمبر اشارہ فرما رہے ہیں کہ دیکھو یہ آکر
ہیں دیکھو یہ آ رہے ہیں۔ دیکھو یہ آ رہے ہیں اور علی ابن ابی طالب جبار
طرف گھوم کر ان کو دفع کر رہے ہیں۔ تو اب جناب جبریل تعریف کریں
ہیں ان ذی لہی المواسات۔ یہی جملہ ہے تاریخ کا یا رسول اللہ ہمدردی
اسے کہتے ہیں غم خواری تو اسے کہتے ہیں اور رسول کہتے ہیں کیف لا
معی وانا معہ۔ کیونکہ نہ ہو کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور

لوگوں کی وجہ سے ہو کر دردل والے ہیں سب تو تمہارے جیسے نہیں ہیں۔ ان
دلوں کی تسلی کے لئے ہم نے بھیے درنہ ضرورت نہیں تھی اس میں یہ مضمیر ہے کہ
ضرورت تھی نہیں ہم نے ان کے دل کی تسلی کے لئے ڈھاکس دینے کے لئے
بھیج دیئے ہیں لیکن اچھا تمہاری طبیعت پر بار ہے تو اب اس کے بعد
جنگ ہوگی تو چاہے جو ہو جائے اب نہیں بھیجیں گے اور اس نے جس نے
محسوس کیا تھا اس نے جنگ سر کر کے دکھلا دی بگڑی ہوئی جنگ بنا کر دکھا
دی اور اب اس وقت تو آیا نہیں ملک۔ اب جب۔ اپنی زبان میں کہتا ہے
معاذہ ہے یوپی کا دارے نیارے ہو گئے تو اب جناب جبریل امین تشریف
لائے ہیں شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوة میں تحریر فرمایا ہے
زبان کی کتاب ہے بڑے جلیل القدر عالم ہیں اہلسنت والجماعت کے محقق
محقق انہوں نے مدارج النبوة میں لکھا ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام
نے اس فوج کو بھگایا اور آپ نے آکر رسول کے زخموں کو دھلایا اور آپ کو
کیا۔ اتنی دیر میں ادھر ادھر سے فوج آئی شہر ہونگئی۔ مختلف دستوں کی شکل
گردہ در گردہ ادھر سے ادھر سے پیغمبر اشارہ فرما رہے ہیں کہ دیکھو یہ آکر
ہیں دیکھو یہ آ رہے ہیں۔ دیکھو یہ آ رہے ہیں اور علی ابن ابی طالب جبار
طرف گھوم کر ان کو دفع کر رہے ہیں۔ تو اب جناب جبریل تعریف کریں
ہیں ان ذی لہی المواسات۔ یہی جملہ ہے تاریخ کا یا رسول اللہ ہمدردی
اسے کہتے ہیں غم خواری تو اسے کہتے ہیں اور رسول کہتے ہیں کیف لا
معی وانا معہ۔ کیونکہ نہ ہو کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور

کر کے نہ خونریزی کو اچھا سمجھا جاسکتا ہے نہ خونریزی کو بُرا سمجھا جاسکتا ہے۔ چند بیٹے ادھر کی بات ہے الہ آباد گیا۔ اکثر لوگ موضوع کا اعلان میرے پہنچنے سے پہلے کر دیتے ہیں جیسے آپ کے ہاں اعلان ہو گیا تھا۔ جب آیا تو پتہ چلا پہلی مجلس کا اعلان تھا اسلام خونریزی کا حامی نہیں ہے میرے ذہن میں یہ سوال تھا کہ یہ موضوع رکھا کیوں گیا ہے۔ پہلے تو میں نے ان سے سہنوں نے موضوع رکھا تھا کہا کہ یہ موضوع غلط عنوان سے ہے۔ ماشاء اللہ یہاں تعلیم یافتہ لوگ ہیں ایک ہوتا ہے ڈیپٹی۔ مکالمہ اس میں اس طرح کا موضوع ہوتا ہے ایک رُخ اس میں ہوتا ہے اور پھر کوئی موافق تقریر ہوتی ہے کوئی مخالف تقریر ہوتی ہے۔ لیکن کسی جلسہ میں کسی مقرر کو جو موضوع دیا جائے وہ مجملہً ناتمام ہونا چاہیئے مثلاً اسلام اور خونریزی۔ اب یہ اس کا کام ہے کہ وہ کہے کہ اسلام حامی ہے یا مخالف ہے میں نے کہا کہ جن صاحب نے یہ موضوع رکھا ہے وہ خود ہی تقریر بھی کر لیں۔ بہر حال وہ پورا بیان میں نے کیا۔ اس میں میں نے یہ کہا کہ اگر ذرا سی اصلاح اس موضوع میں دی جائے تو وہ صحیح ہو جائے کہ اسلام ناحق خونریزی کا حامی نہیں ہے۔ تو یہ انسان کا ذوق خوں آشامی ہے کبھی غلط استدل سے خونریزی ہوتی ہے کبھی حق کی حفاظت کے لئے خونریزی ہوتی ہے۔ وہ دہاں اس موضوع میں جہاد میں پیش کر چکا قتال کے لئے شرطیں کیا ہیں۔ جنگ ہے۔ اُس کے بعد اجازت دی گئی ہے قتال کرنے کی۔ تو اب دوسرا خونریزی کئے جاتا ہے تو اب ادھر والا خونریزی نہ کرے تو کیا کرے یا یہ فرض کیجئے کہ کوئی ہزاروں کی جانب سے چُکا ہے اب اس کی جان لی جائے اور آپ

کو رحم آئے تو ان ہزاروں پر رحم نہ آیا اس ایک پر رحم آکر ہے اس میں کوئی معقولیت نہیں ہے۔ کلیہً کوئی نہیں ہو سکتا خونریزی کے بارے میں۔ تو یہ انسان مذہب کے نام کو لے کر اگر خونریزی کرے تو اصل دین پر اس سے کوئی صرف نہیں آتا اور کتنی چیزیں ہیں جن کا غلط استعمال ہوتا ہے۔ کتنے مقدس لغزے ہیں جو آپ لوگ لگاتے ہیں، لیکن یہ لغزے کیا ہمیشہ مقدس رہتے ہیں۔ ۲۵ برس ادھر کی بات ہے جب وہ کلیم ہوا تھا۔ لاہور میں دُنیا بھر کے پروفیسر آئے تھے تو اس میں میں بحیثیت شرکار کے مدعو تھا تقریر میری نہیں تھی اس میں۔ دہاں کا ایک موضوع تھا تمدن اسلام۔ ماشاء اللہ بڑے بڑے پروفیسر دہاں تھے انہوں نے جو کہا کہ وہ محرابیں جو ہیں وہ اسلام کا کچر ہیں اور یہ گنبد جو ہیں یہ اسلامی کچر ہیں اور دہاں کی چیزیں سن کر میرا دل پاک گیا تھا۔ یہاں ایک تقریر برکت علی ہاں میں ہوئی تو میں نے اسی موضوع پر دہاں تقریر کی۔ وہ تقریر امامیہ مشن پاکستان سے چھپ بھی گئی ہے تو ایک جز اس کا میں کہتا ہوں کہ یاد رکھئے کہ اسلامی کچر شکل و صورت سے نہیں ہوتا اصل اسلامی کچر اہلیت سے ہوتا ہے گنبد لے جا کر آپ بتکرے میں بنا دیجئے تو وہ گنبد بھی اسلامی کچر ہے؟ نہیں جو مسجد کا گنبد ہو وہ ہوگا اسلام کا کچر۔ اس کے عمل استعمال سے ہوتا ہے۔ یہ اللہ اکبر کا لغزہ بھی صحیح عمل پر لے تو اسلام کا کچر ہوگا۔ اگر بے گناہوں کے گھر جلانے میں اللہ اکبر کے لغزے لیں تو وہ اللہ اکبر کا لغزہ بھی اسلام کا کچر نہیں ہوگا تو مقصد کا صحیح ہونا شرط ہے۔ ظاہری شکل سے نہیں ہوتا بس اب باب مصائب ہے کہ کہاں کہاں ہم نے اللہ اکبر کے لغزے سنے ہیں۔ بس ایک شاعر عرب کا شعر پڑھتا ہوں حضرت

jabir.abbas@yahoo.com

اور یاد رکھئے کہ یہی کام امام حسین نے کربلا کے جہاد میں سب سے بڑا کیا اور اس کو مختصر طور پر یوں میں عرض کر دوں گا کہ بد نصیبی سے ادھر کی جماعت بھی اپنے کو مسلمان کہتی تھی اور جس جس چیز کو سمجھ لیجئے اسلام کا کلچر ظاہری طور پر اس سب کو وہ اختیار کئے ہوئے تھے۔ اور اتنی بڑی جماعت جہاں کی مناسدہ تھی وہاں اُونچے اُونچے محل تھے۔ اُونچے اُونچے عالیشان مینارے تھے قمر ایضاً و قمر حمرا و قمر خضرا وہ سب دلائل تھے۔ مجھے بہت باتیں ڈاکٹر اقبال کی پسند ہیں مگر جہاں انھوں نے ان قصود کو یاد کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہاں وہ جاہ و جلال دُنیا سے مربوط ہیں۔ اسے مسجدِ مدینہ کو نہیں یاد رکھتے اور قمر حمرا و قمر خضرا پر غور کرتے ہو مگر جو عرض کر رہا ہوں اس پر غور کیجئے کہ اگر کوئی غیر مسلم واقعی تھیں کی عرض سے بھی تاریخ کی دُور بین نگار اسلامی تہذیب کا پتا لگانا چاہتا تو وہ قمر خضرا جانا قمر حمرا جانا دمشق کے عالی شان محل میں جاتا اور جب وہاں جاتا تو حیر و دِبا کے پردے نظر آتے۔ سو نے چاندی کے برتن کھٹکتے ہوئے نظر آتے غلام سنہری ڈاہیں طلائی پٹیکے کمربند باندھے ہوئے نظر آتے دیکھو اور آگے بڑھتا تو شرب کے جام کھٹکتے نظر آتے تو وہ اسلامک کلچر کی کچھتا کہاں جاتا علم بنی ہاشم میں اُس نجی دلو اور دلے مکان میں جس کے دروازے پر ثابت پردہ بھی نہیں۔ حضرت امام حسینؑ نے کربلا میں

ہمارے ان کے اسلام کے مقابلے میں ایک اسلام کا نمونہ دُنیا کے سامنے پیش کر دیا اور آفتاب کی روشنی میں انکو سچے مسلمانوں کا ایک گروہ دکھلا دیا اور اپنے کردار کو اتنا اُوچا لے جاؤں کہ دُشمن کے میناے دب جائیں اور میرے اللہ اکبر کی داد وہ دُنیا کے دل میں گھر کرے اس کے لئے حضرت امام حسینؑ نے اسلحہ جنگ لئے۔ اگر فوجی عسکری فتح حاصل کرنی ہوتی تو قداور جوان ساتھ لیتے بلند بالا قامت والے سورما ساتھ لیتے، مگر ان کو اس طرح کی جنگ لڑنا نہیں تھی۔ جنگ کے کتنے نمونے آپ کے سامنے ہوں گے فوج میں عمر کی حدیں مقرر ہیں اس سے کم عمر کا نہیں لیا جائے گا۔ اس سے زیادہ عمر کا نہیں لیا جائے گا۔ قداور جاتا ہے سینہ ناپا جاتا ہے تب فوج میں لیا جاتا ہے اور امام حسینؑ کے سپاہیوں میں نہ کم عمر کی قید نہ زیادہ عمر کی قید۔ یہاں ۷۰ برس کا حبیب ابن مظاہر بھی فوج کا سپاہی ہے اور نابالغ بچہ قاسم بھی فوج کا سپاہی ہے اور کہنے دیجئے کہ ۶۰ مہینے کا بچہ بھی ان کے مقصد کا بہت بڑا سپاہی ہے تو اسی سے سمجھ میں آتا ہے کہ وہ جنگ انہیں نہیں لڑنا ہے۔ اب ان کی فتح و شکست کو اس پیمانے پر نہ لیتے انہوں نے بھی انتخاب کیا سپاہیوں کا اب زیادہ تفصیل سے نہیں عرض کرنا چاہئے۔ سپاہی وہ لئے جو انسانیت اور اسلام کی کوٹلی بن سکیں انہیں قداور سپاہی نہیں لیا۔ سپاہی انہیں ایسے چاہیں کہ کوئی حافظِ قرآن ہے کوئی عابدِ شب زندہ دار حبیب ابن مظاہر وہ ہیں کہ جن کے بارے میں روایت ہے کہ ایک سجدہ میں ۱۰۰۰۰ مرتبہ قرآن کرتے تھے۔ جریر صدیقی وہ ہیں جو کونے کے بچوں کو حفظِ قرآن کراتے تھے۔ ان افراد ان کا خطاب تھا ایسے سپاہی لئے ہیں کیوں تاکہ مسلمانوں کی

45

jabir.ah

مجلس چہارم

دینِ اسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔

کل اس پر گفتگو تھی کہ کیا جاتا ہے کہ دین آزادی سلب کرتا ہے اب میں اسوقت ایک پہلو کی طرف اس سلسلے میں توجہ دلاتا ہوں کہ یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ آزادی کا حق ہے میں کہتا ہوں انسان ایک آدمی کا تو نام نہیں ہے انسان ایک پوری نسل ہے جس میں ہر فرد آدمی ہے ہر فرد انسان ہے اور آزادی کا مطلب آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ جو چاہیں وہ کر لیں جو دل چاہے وہ عمل میں لے آئیں یہ ہیں آپ کے نزدیک آزادی کے معنی جس کا مطالبہ کر رہے ہیں تو یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان کی خواہشیں نہ لامحدود کسی نقطے کے اوپر انسان کی خواہش ٹھہرتی نہیں اس کو میں روزمرہ کی دو چیز مثالوں سے واضح کر دوں گا جو ماشاء اللہ سن رسیدہ افراد میں میں خود الحمد للہ اسی جماعت میں داخل ہوں تو اس جماعت پر طنز و تعریض میرا نصب العین تو ہونی نہیں سکتا، مگر یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ کچھ دن بڑے بوڑھوں کے پاس رہیں ان کی بات چیت سنئے تو اکثر یہ کہتے ہوئے وہ آپ کو ملیں گے کہ خدائے سب

میں پوری کر دیں بس یہ ایک حسرت اور ہے اب مثلاً کوئی صاحبزادے ابھی کسی دن آخری عمر کی اولاد تھی اس لئے ابھی وہ چھوٹے ہی ہیں کتے یہ سنا کہ الحمد للہ سب سنا کہ پوری ہو گئیں بس اس بچے کو اب یہ ہمارے ہاں کی اردو ہے کہ ہاتھ منہ کا دیکھ لیں یعنی خود گفتنی ہو جائے۔ اچھا خدا کا شکر اللہ نے عمر میں یہ رکت عطا کی یہ حسرت پوری ہو گئی مگر اب ہم نے سنا کہ سب حسرتیں پوری ہو گئیں بس اب اس کے سر پر سہرا بھی دیکھ لیں الحمد للہ تھوڑے دنوں میں سہرا بھی بندھ گیا تو اب یہ کہ سنا کہ الحمد للہ اللہ نے ساری حسرتیں پوری کر دیں بس اب سہرا تو بندھ ہی رہا ہے شادی ہو چکی ہے تو بس اللہ اس کا ہنسا کھیلتا بچہ دکھا دے اب یا کھئے کہ یہ حسرت اگر پوری ہو گئی تو اس پتے میں وہی سلسلہ شروع ہوگا غرض پوری عمر گزار جائیگی اور یہ ایک عدد حسرت رہ جائے گی اسی کو معاشیات کے دائرے میں لے جائیں تو وہ کلک کلک جب کو کسی زمانے میں ۵۰ روپے مہینے تنخواہ ملتی تھی اور اس زمانے میں ۵۰ روپے اچھی تنخواہ ہوتی تھی تو اسکو ہم نے کتے سنا کہ خدا کا شکر ہے کہ اب سہرا ہو جاتی ہے مگر ایک دس روپے اور بڑھ جائیں تو آرام سے گزر ہونے لگے اب اب سہرے دسروں میں ترقیاں ہوتی ہیں کچھ دن میں وہ دس روپے بڑھ گئے تو پھر یہی سنا کہ خدا کا شکر ہے کہ اب سہرا ہو جاتی ہے بس ایک دس روپے اور اب اب سہرے میں غرض کتنی دفعہ ۱۰ روپے بڑھے مگر وہ دس روپے کی کمی باقی رہی اب ان کی آمدنی دسوں کے لحاظ سے ہے ان کو دس کی کمی محسوس ہوتی ہے اور جن کی آمدنی سینکڑوں کے لحاظ سے ہے ان کو پورے سوا کی کمی محسوس ہوتی ہے اور یہاں بھلا اللہ ہزاروں کے دائرے نیارے ہیں وہاں پورے ایک ہزار کی کمی

jabir.abbas@yahoo.com

ابن کمال نے اسی دن کے لئے یہ شعر کہا تھا کہ ۵

تو کارزمیں رانکو ساختی کہ با آسمان نیز پرداختی
 کوئی نہیں آپ نے امن کے بادل خوب برسائے ہیں جو اب عالم بالا پر
 اپنی عیبتیں اور دغاں سے خیر و برکت کی بارش کی امید کریں تو غرض یہ کہ
 انسانی خواہشیں لامحدود ہیں اور آزادی کے معنی یہ آپ سمجھتے ہیں کہ ہر ایک کی
 اصل پوری ہو تو اب یا تو ایک کو آزاد کر دیا جائے اور باقی سب کو قید تو یہ
 وہ کہ گھاس کی اس ایک سے کوئی رشتہ داری ہو اور یا پھر یہی صورت ہے
 کہ آزادی کے حق کو تقسیم کر دیا جائے یعنی ہر ایک اس حد تک آزاد جہاں تک
 دوسروں کے حقوق کو مدد نہ پہنچے اور جہاں سے دوسروں کے حقوق کو صدمہ پہنچے
 وہیں سے مقید۔ یہ قید فرد کے لئے قید ہے مگر تمام نوع کے لئے آزادی ہے۔
 تمام نوع کو جنس آزادی سے بہرہ ور بنانے کا ذریعہ ہے مگر یہ حقوق آزادی کو
 تقسیم کر کے یا د رکھئے کہ اگر اس تقسیم کا مرکز کوئی مادی ہو یعنی کسی خاندان کا آدمی
 کسی نسل کا آدمی کسی ملک کا آدمی تو ایک تو جو اس سے قریب ہیں ان کی ضرورتوں
 کا احساس زیادہ ہوگا دوسروں کے ضروریات کی اس کو خبر نہ ہوگی دوسرے اس کو
 ہمدردی بھی ایک سے زیادہ ہوگی دوسروں سے وہ ہمدردی نہ ہوگی لہذا عدل کلی
 نام نہیں ہو سکتا۔ تو ضرورت ہے کہ مرکز تقسیم آزادی ایک ایسی ذات ہو جو خود
 کسی ملک کا نہیں ہے جو خود کسی خاندان کا نہیں ہے جو خود کسی نسل کا نہیں ہے۔

مخسوس ہوتی ہے غرض یہ وہ پیاس ہے جو جتنی بجھتی ہے اتنی بھڑکتی ہے یہی
 جب اُنچے حلقوں میں جاتی ہے تو فحش ممالک کے جذبے کے تحت ابھرتی
 جس کے پاس ایک ملک ہے اب وہ یہ کیا کہے کہ میری ضروریات کے لئے
 ہے وہ کہتا ہے کہ میری رعایا کے لئے یہ ناکافی ہے خواہ خود کتنا رعایا کا خون
 لے۔ اس وقت رعایا کی ہمدردی پر زور ہوتا ہے تو اس لئے اب وہ اپنی رعایا
 خاطر پاس دلے ملک پر حملہ کرتا ہے پھر جب ایک حصہ لے لیتا ہے تو اتنی
 کی اور محسوس ہوتی ہے نتیجہ یہ ہے کہ جہاں میں جہاں تک جگہ پائیے عامہ
 بناتے چلے جائے اور وہ بڑی طاقتیں جن کا اس دُنیا میں کسی نہ کسی طرح سے
 اثر ہر طرف چھا گیا معاہدوں سے بھی میثاقوں سے بھی کسی صورت سے یہاں
 ہر طرف اثر چھا گیا تو اب نگاہ گئی کہ چاند میں بھی آبادی ہے یا نہیں، مریخ میں
 بھی آبادی ہے یا نہیں کوئی کہے کہ یہ تو بیچارے تحقیقات کے لئے جا رہے
 ہیں اس میں فتح کے جذبے کا کیا سوال ہے میں کہتا ہوں کہ یہ تو سابق زمانے کا
 غیر سیاست دان حملہ آور ہوتا تھا جو حملہ حملے کے نام سے کرتا تھا فتح فتح کے نام سے
 کرتا تھا آج کی سیاست تو کسی نہ کسی جیس میں اپنے اقتدار کو بڑھاتی ہے
 ہمیں اور اس ہم میں دونوں ملکوں کے عوام داخل ہیں کیونکہ اس وقت تو سب
 ہی ایک تھا ہمیں اس کا پورا تجربہ ہے صاحب بہادر آئے تھے تجارت کرنے کے
 تجارت کرنے آئے اور یہاں کی مخلوق نابالغ نظر آئی دلی بننے کا شوق ہوا اور یہ
 لاکھ کیس ہیں ضرورت نہیں وہ کہتے ہیں تم سمجھتے ہیں تمہیں ہماری ضرورت ہے
 جب اس لائق ہو جاؤ گے تو چلے جائیں گے حالانکہ جب تک رہے ممکن ہے یہ کام

jabir.abbas@yahoo.com

جب اس کی طرف سے حقوق آزادی کا قانون بنے گا تو ہر ایک کا ضمیر مطمئن ہوگا کہ میرے ساتھ انصاف ہوگا تو مجھے کے اندر کوئی کشمکش نہیں ہو سکتی اب قرآن مجید کو دیکھیں وہ کہ جس سے تمام نوع انسانی کو اطمینان پیدا ہو کہ یہ اس کی طرف سے ہے جو

سب کا خالق ہے ہم سب کا پیدا کرنے والا ہے اس لئے اس میں کسی کے نا انصافی کا سوال نہیں اور ظاہر ہے یہ موضوع ایسا ہے جو مشترک مجموعوں میں ہوتا ہے کیونکہ مذہب و ملت کا سوال نہیں ہے مذہب کی جنگ ہر طبقے میں ہے تو دین میں یہ چیز پیش کرتا ہوں خود کیجئے میں کہتا ہوں کہ تم دین کی قوموں کو مسلمانوں کے تجربے سے نادمہ اٹھائیں گے کہ جس چیز کو خدا کی طرف سے مان لیا پھر اس میں اختلاف نہیں ہوا۔ قبلہ کو خدا کی طرف سے مان لیا تو کہتے تو نہیں ہوئے۔ کتاب کو خدا کی طرف سے مان لیا تو دو قرآن تو نہیں ہوئے رسول کو خدا کی طرف سے مان لیا تو دو پیغمبر تو نہیں ہوئے جس چیز کو خدا کی طرف سے مان لیا اس میں اختلاف نہیں ہوا جہاں سے انسانوں نے اپنا اختیار صرف کر دیا۔ صلوٰۃ۔

اور اس کی طرف سے جو قانون پیش ہوتا ہے اسی کا نام شریعت، اسلام اور میں نے پہلے کہا تھا کہ کچھ دن دین اور کچھ دن اسلام۔ اب حساب سے تقریباً کی تقسیم۔ آج پانچویں مجلس ہے تو پانچ دن تک دین ہی دین رہا اور آج پانچویں دن سے اسلام شروع ہوا۔ تو جب اس کی طرف سے کوئی قانون ہوگا تو ہر ایک کا ضمیر مطمئن ہو سکتا ہے اور یاد رکھیے کہ بے چینیاں سب ضمیر کے عدم اطمینان سے پیدا ہوتی ہیں گھر والوں میں ہر ایک کو اطمینان ہو کہ ہمارے ساتھ انصاف

ہوگا تو آپس میں کوئی رنجش نہیں ہوگی۔ محلے والوں کو سب کو اطمینان ہو کہ ہمارے ساتھ انصاف ہوگا تو مجھے کے اندر کوئی کشمکش نہیں ہو سکتی اب قرآن مجید کو دیکھیں وہ کہ جس سے تمام نوع انسانی کو اطمینان پیدا ہو کہ یہ اس کی طرف سے ہے جو

سب کا خالق ہے ہم سب کا پیدا کرنے والا ہے اس لئے اس میں کسی کے نا انصافی کا سوال نہیں اور ظاہر ہے یہ موضوع ایسا ہے جو مشترک مجموعوں میں ہوتا ہے کیونکہ مذہب و ملت کا سوال نہیں ہے مذہب کی جنگ ہر طبقے میں ہے تو دین میں یہ چیز پیش کرتا ہوں خود کیجئے میں کہتا ہوں کہ تم دین کی قوموں کو مسلمانوں کے تجربے سے نادمہ اٹھائیں گے کہ جس چیز کو خدا کی طرف سے مان لیا پھر اس میں اختلاف نہیں ہوا۔ قبلہ کو خدا کی طرف سے مان لیا تو کہتے تو نہیں ہوئے۔ کتاب کو خدا کی طرف سے مان لیا تو دو قرآن تو نہیں ہوئے رسول کو خدا کی طرف سے مان لیا تو دو پیغمبر تو نہیں ہوئے جس چیز کو خدا کی طرف سے مان لیا اس میں اختلاف نہیں ہوا جہاں سے انسانوں نے اپنا اختیار صرف کر دیا۔ صلوٰۃ۔

اور اس کی طرف سے جو قانون پیش ہوتا ہے اسی کا نام شریعت، اسلام اور میں نے پہلے کہا تھا کہ کچھ دن دین اور کچھ دن اسلام۔ اب حساب سے تقریباً کی تقسیم۔ آج پانچویں مجلس ہے تو پانچ دن تک دین ہی دین رہا اور آج پانچویں دن سے اسلام شروع ہوا۔ تو جب اس کی طرف سے کوئی قانون ہوگا تو ہر ایک کا ضمیر مطمئن ہو سکتا ہے اور یاد رکھیے کہ بے چینیاں سب ضمیر کے عدم اطمینان سے پیدا ہوتی ہیں گھر والوں میں ہر ایک کو اطمینان ہو کہ ہمارے ساتھ انصاف

صرف ایک تہا ہے اور ایسا کیجئے تا بل تقسیم ہو واحد غیر منقسم اس لئے کہ اگر اس کے اجزائے
ہوئے تو کوئی جز کسی طرف سے قریب ہو گا کسی طرف سے دور ہو گا تو وہ مرکز
نہ بن سکے گا لہذا مرکز ہوتا ہے وہ نقطہ جو واحد غیر منقسم ہو اور اب اسی کا ایک اور
نتیجہ اور وہ یہ کہ مرکز آنکھ سے نہیں دکھائی دیتا اس لئے کہ میری اور آپ کی باریک
سے باریک نب سے جو نقطہ بنے وہ نقطہ نہیں ہوتا جسم ہوتا ہے اس میں اجزاء
ہوتے ہیں اور مرکز وہ نقطہ ہے جس میں اجزاء نہ ہوں لہذا یہ نقطہ مرکزی کبھی آنکھ
سے نہیں دکھائی دیتا مگر دائرہ کا جو دبے دیکھے مرکز کو منواتا ہے اب میں یہ
کہتا ہوں یہ چھوٹا سا دائرہ جو میرے، یا آپ کے پرکار سے بن جائے اس کا مرکز
بھی دکھائی نہ دے مگر بے دیکھے اُسے ماننا پڑے اور اس دائرہ کا ثنات کے
لئے مطالبہ ہے کہ مرکز کو آنکھ سے دکھیں گے تو مابین گے۔ دنیا میں امن کے
بھنڈے بلند رہتے ہیں اور ہر ایک امن عالم کا علم بلند کئے رہتا ہے آج دنیا
میں کوئی ایک نہیں جو بد امنی کا داعی ہو جتنے ہیں سب امن کے علمبردار اور
امن کے داعی۔ اس کے لئے امن کانفرنس ہوتی ہیں اس کے لئے بڑے بڑے
افراد کی گفتگویں ہوتی ہیں۔ مجھے بھی دیکھتے دیکھتے اخباروں سے بہت سی لفظیں
یاد ہو گئی ہیں دو طاقتی کانفرنس، سہ طاقتی کانفرنس، چار طاقتی کانفرنس اور ایک
معاورہ یہ کچھ عرصہ سے نکلا کہ چوٹی کانفرنس اور اس کے بعد گول میز کانفرنس۔ کوئی
بکے بھلا یہ گول میز کیا ہوتی ہے یہ بھی اسی لئے ہوتی ہے کہ اگر میز گول نہ ہوگی تو
سوال اول دائرہ کا پیدا ہو گا کہ کون پہلے بیٹھا ہے کون بعد کو جب گول میز ہوگی
تو ہر اول آخر ہے جہاں سے خط چلے گا وہیں گھوم کر آئے گا اس کے معنی میں کہ

عدولت مرکز کی سب کے ذہن میں ہے مگر میں کہتا ہوں کہ جہاں طور پر میز گول
مانا گیا مرکز میں مرکز کا تصور نہیں ہے اور اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ زیادہ تر گفتگویں
نامم ہوئی ہیں بلکہ میں تو دیکھتا ہوں جہاں تک میرے تجربہ میں ایسی کانفرنسوں
کے زمانے کے کہ ہر کوشش امن تہید جنگ ہوتی ہے۔ یہ کیوں تہید جنگ بنتی
ہے یہ صرف اس لئے کہ جو لوگ گفتگو میں شریک ہوتے ہیں وہ چاہے گول میز
پر بیٹھے ہوں ان کے پہلو سے پہلو ملے ہوئے ہوں کا ندھے سے کا ندھا جڑا
ہوا ہے مگر دل و دماغ سب کے الگ ہیں کاغذ پر امن ہے ماشاء اللہ اردو
زبان ہے میں تجربہ کر لیا کرتا ہوں یہاں کا مجمع واقف ہے کہ زبان پر امن ہے
کاغذ پر امن ہے تقریر میں امن ہے تحریر میں امن ہے اور دل میں ہر ایک کے
امن ہے یہ جو امن کی کوشش ہوتی ہے امن کی گفتگو ہوتی ہے عموماً یہ بھی ایک
لومیت کی جنگ ہوتی ہے کوئی کہے یہ جنگ کا ہے کی ہے۔ یہ جنگ اس کی ہے
کہ کون اتنا بڑا سیاست دان ہے کہ اپنی ذاتی قومی اپنی پارٹی کے مفاد پر اتنا گہرا
قع پڑھا سکے کہ دوسرے بے وقوف بن کر مان لیں اور جناب جب تک گفتگویں
ہوتی رہیں تو اتنی دفعہ یہ لفظیں اخباروں میں دیکھی ہیں کہ مجھے حفظ ہو گئی ہیں۔
یہ اطلاع آتی رہی کہ معاملات ترقی پذیر ہیں فلاں صاحب نکلے تو مسکرا رہے تھے
فلاں صاحب نکلے تو ہنس رہے تھے اخبار نویسوں کے جواب میں انہوں نے
ہمارے ابھی جلدی کیا ہے بتائیں گے انہوں نے ہنس کے کہا تھا یہ سب
قرآن میں اور کچھ صہ میں یہ آیا کہ اب ایک فریق نے دوسرے کے معاملے کو
ہاتھوں کو سمجھ لیا ہے غنیمت ہوئی کہ اتنی دیر میں بھی سمجھا۔ جب تک ہوتی رہی

کا نفرس یہ خبریں آتی رہیں اور اس کے بعد اگر کوئی ایسا شاطر سیاستدان ثابت ہوا کہ اس نے بڑا گہرا ملتے جڑھا دیا تو یہ ہوا کہ ہو گیا ہو گیا ہو گیا، مگر ملتے کتنے دن رہے گا۔ تھوڑے عرصہ میں دوسرے کو محسوس ہوا کہ ارے اس سے تو ایک زیادہ فائدہ اٹھالے گیا۔ پس اب وہیں سے معاہدہ شکنی کی فکر ہوئی، مگر اس طرح کہ الزام دوسرے پر آئے ہمارے اوپر الزام نہ آئے اور اگر فرض کیجئے کہ دونوں شاطر سیاستدان ہوئے برابر کی جوڑی ہوئی تو اعلان ہوا کہ کچھ طے نہیں پایا پھر ملیں گے پھر گفتگو ہوگی۔ اب یہ سنی سنائی کشتی کی ایک لفظ مجھے یاد ہے حالانکہ میں نے تمام عمر میں دنگل ایک دفعہ بھی نہیں دیکھا کہ یہ جو اعلان ہو گیا کہ کچھ نہیں طے ہوا اس کے معنی یہ ہیں کہ کشتی برابر کی چھوٹی۔ کوئی ایک دوسرے کو مغلوب نہیں کر سکا یہ کیوں ہے اس لئے کہ کوئی مشترک مقصد سامنے نہیں ہے۔ بہبودی خلق کا کوئی نقطہ نظر سامنے ہو تو سب اس نقطہ پر جمع ہو سکیں ہر ایک کو اپنے مقاصد کی فکر ہے لہذا کوئی کوشش بار آور نہیں ہوتی۔ لہذا امن عالم کا پیغام لیکر جو اسلام آیا تھا اور ہمارے نزدیک تو اسلام شروع ہی سے تھا آدم بھی جسے لیکر آئے تھے وہ اسلام ہی تھا نوح بھی جسے لیکر آئے تھے وہ اسلام ہی تھا حضرت ابراہیمؑ اور تمام انبیاء اسلام ہی کی دعوت دیتے رہے یہ ادربات ہے کہ قرآن مجید نے کہا ہے کہ نام اسلام تھا حضرت ابراہیمؑ کے وقت سے شروع ہوا۔ هُوَ سَمَّكَ الْمُسْلِمِينَ مگر یہ کہ حقیقت اسلام ہر ایک نبی کے دور میں تھی شریعتیں بدلتی رہیں۔ دین تبدیل نہیں ہوتا۔ دین سب کے دہریس ایک ہی تھا اور وہ اسلام تھا۔ سب سے آخر میں اس کی تکمیل کے لئے اس کو پورے طور سے قوت

کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے حضرت پیغمبر اسلام محمد مصطفیٰ تشریف لائے اب آپ نے دنیا کے سامنے اگر یہ پیغام جو پہنچایا تو اس کے بنیادی اصول کیا تھے ہر ایک مسلمان کو میں دعوت دیتا ہوں کہ آپ نے کھڑے ہو کر جو کلمہ پڑھوایا وہ محمد رسول اللہ نہیں تھا یہ نہیں کہہ رہے تھے کہ قولوا محمد رسول اللہ۔ وہ تو ان کے کہنے سے جب اسے پڑھ لیں گے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان لیا مگر انہوں نے یہ نہیں کیا ان کی آواز تو یہ تھی کہ قولوا لا الہ الا اللہ فاعلموا انہی جیسے ایک نصیحت کرنے والے کی صدا ہوتی ہے کہ لا الہ الا اللہ کہو تمہارا ہوا ہو گا اور کہو کہ یہ معنی تھوڑی ہیں کہ زبان سے کسی وقت کھڑے ہو کر نعرہ لگا دو نہیں۔ یہ کہو وہ ہے کہ جیسے آپ کہتے ہیں کہ میرا قول یہ ہے میں تو اس کا نال ہوں یعنی تمہارا نقطہ نظر یہ ہونا چاہیے کہ کوئی خدا نہیں سوائے اللہ کے اگر عرب سے یہ کلمہ پڑھو لے کہ اللہ الا اللہ اللہ خدا ہے تو پورا عرب کلمہ پڑھ لے گا اس لئے کہ اللہ کو تو وہ مانتے تھے خود قرآن کہہ رہا ہے مگر اللہ کے سوا بھی بہت الٰہ کو مانتے تھے تو یہاں یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ کلمہ پڑھو اللہ الٰہ ہے یعنی فقط اللہ کی دعوت نہیں دی جا رہی ہے یہ نہیں کہا جا رہا کہ کہو اللہ خدا ہے کہا جا رہا ہے کہ لا الہ الا اللہ کوئی خدا نہیں ہے سوائے اللہ کے فاعلموا تمہارا بھلا ہو اس وقت کے جاہل عرب کیا سمجھتے کہ اللہ کو ایک کہیں تو ہمارا بھلا ہو وہ سمجھتے کہ بھلا ہو گا تو اس کا ہو گا جس کے رقیبوں کا خاتمہ کریں گے مگر رسول فرما رہے تھے کہ اللہ کو ایک کہو تو تمہارا بھلا ہو گا تو اس وقت کے جاہل عرب نہ سمجھتے اب نئی روشنی والے تو سمجھیں اب بجلی کی روشنی والے تو سمجھیں کہ نور انسانی

jabir.abbas@yahoo.com

کا کیا بھلا ہے یاد رکھئے کہ اس وقت دنیا تڑپ رہی ہے دو چیزوں کے لئے ایک اخوت اور ایک مساوات۔ اخوت کے معنی برادری اور مساوات کے معنی برابری تمام دنیا ان دو چیزوں کے لئے تڑپ رہی ہے اور اس لئے مختلف ازم پل رہے ہیں۔ یہ دولت کی برابر سے تقسیم کا ہے کے لئے۔ اسی لئے کہ دولت مند غریب کو دباتا ہے لہذا برابر سے تقسیم کر دو کہ نہ غریب رہے نہ فقیر نہ دولت مند رہے نہ غریب تو سب ایک ہو جائیں سب برابر ہو جائیں مگر ماشاء اللہ صاحبان فہم میں تعلیم یافتہ افراد ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ جو علاج تجویز کیا جا رہا ہے کیا یہ واقعی مرض کا صحیح علاج ہے یاد رکھئے کہ نوع انسانی میں تفرقہ اگر دولت اور غربت کا ہوتا تو آپ دولت کو برابر سے تقسیم کر کے سمجھ لیتے کہ مساوات قائم ہوگئی مگر نوع انسانی میں تفرقہ فقط دولت کا تو نہیں ہے بازوؤں کی طاقت میں بھی فرق ہے ایک قوی ہیکل ہوتا ہے دوسرے لوگ ناتواں ہوتے ہیں وجاہت اور اثر میں بھی فرق ہوتا ہے ایک با اثر ہوتا ہے دوسرے لوگ بے اثر ہوتے ہیں قوم و قبیلے کی کثرت میں بھی فرق ہوتا ہے ایک کا خاندان بڑا ہے اس کی آواز پر بہت لوگ کھڑے ہوجاتے ہیں ایک بے چارہ یوسف بے کاخان ہے اس کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں ہوتا اور دماغی فوقیت میں بھی فرق ہوتا ہے ایک آدمی ذہین ہوتا ہے باقی لوگ کند ذہن ہوتے ہیں جس طرح دولت مند اپنی دولت سے غریبوں کو دباتا ہے اسی طرح سے صاحب طاقت اپنے بازوؤں کی قوت سے دوسرے کمزوروں کو دباتا ہے کسی عملہ میں اگر کوئی پہلوان صاحب ہوں تو دیکھئے کہ سب ان کے رحم و کرم پر ہوجاتے ہیں کہ نہیں اور ایک صاحب

قوم و قبیلہ اپنے قبیلے کی کثرت سے دوسروں کو دباتا ہے۔ اسے کسی زمانے میں طالبان و قبیلہ ہوتا تھا اب پارٹی سہی جس کی پارٹی بڑی ہوتی ہے وہ ان کو دباتا ہے جن کی پارٹی چھوٹی ہے اور دماغی فوقیت۔ ذہین افراد ایسی ایکسپس بناتے ہیں کہ دوسرے لوگ بے وقوف بن کر ان کے قبضہ میں آجائیں وہ اپنا مطلب پورا کریں تو منصور دولت تو ہے باہر کی چیز اسے آپ چین کر برابر سے تقسیم کر دیں۔ وہ تو دولت کی تصویر حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ فرما چکے ہیں ان کا انسانی لٹ فلا بتقی لھا۔ اگر یہ تمہارے لئے رہ بھی جائے تو تم اس کے لئے نہیں رہو گے یہ دولت تو چور لے جاتے ہیں ڈاکو لے جاتے ہیں ہم آپ اگر تانوں ہمارے چین لیں گے تو کارنامہ کیا ہوگا۔ لیکن بازوؤں کی طاقت کا کیا کیجئے گا اسے بھی کیا طاقتوروں کے بازوؤں سے کیجئے کہ کمزوروں کے جسم پر تقسیم کیجئے گا اور طالبان اور قبیلے کا کیا کیجئے گا کیا افراد خاندان کو بھی تقسیم کیجئے گا کہ کسی کے حصہ میں باپ چلا جائے کسی کے حصہ میں بیٹا دماغی فوقیت کو کیا کیجئے گا کیا اُسے بھی زمین افراد کے دماغوں سے نکال کر سادہ لوحوں پر بھولے بھالوں پر تقسیم کیجئے گا آپ سمجھئے گا کہ برابر سے سب عقلمند ہو گئے اور میں سمجھوں گا کہ سب برابر کے بے وقوف ہو گئے جب یہ سب نہیں ہو سکتا تو دولت کو برابر سے تقسیم کر کے یہ سمجھ لینا کہ مساوات ہوگئی اور عدالت قائم ہوگئی یہ طفل تسلی نہیں تو کیا ہے اسلام جو نباض فطرت بشر تھا اور لیوں نہ ہوتا جبکہ خالق بشر کی طرف کا پیغام تھا اس نے محسوس کیا کہ بیرونی مساوات تو قائم نہیں ہو سکتی اسے زمینیں سب برابر نہیں ہو سکتیں کوئی سخت ہے کوئی نرم۔ پہاڑ سب برابر نہیں ہیں کوئی اونچا کوئی نیچا۔ درخت سب برابر

نہیں ہیں دریا سب برابر نہیں ہیں کوئی گہرا ہے کوئی اچھلا تو اسی طرح سے انسانوں میں صلاحیتیں مختلف ہیں قابلیتیں مختلف ہیں اور انہی صلاحیتوں کا اختلاف ہے جو دولت و غربت کی شکل میں اُبھر رہے تو خارجی مساوات تو قائم نہیں ہو سکتی لیکن ذہنیت کی تعمیر ایسی کرو کہ ایک بازوؤں کی طاقت والا اپنے بازوؤں کی طاقت کو دوسروں کو دبانے میں صرف نہ کرے بلکہ کمزوروں کا محافظ بن جائے ایک مصلح قوم و قبیلہ اپنے قبیلے کی کثرت یا پارٹی کی کثرت سے دوسرے بے لوا افراد کو دبانے کا کام نہ لے بلکہ ان کا پاسان بن جائے ان کا حامی بن جائے اور ایک فہم فرد اپنے ذہن کو تعمیری کاموں میں صرف کرے تخریبی کاموں میں صرف نہ کرے اگر یہ بات ہو جائے تو ایک فرد کو دی ہوئی اللہ کی نعمت پوری قوم کا سرمایہ بن جائے اور پھر دولت مندی بھی لعنت نہ رہے اور اگر اس ذہنیت کی تعمیر نہیں ہوتی تو لاکھ دفعہ دولت کو برابر سے تقسیم کر دیجئے عدل کئی قائم نہیں ہوگا اور ظلم کا خاتمہ نہیں ہوگا لہذا یہ ذہنیت بننے کی ضرورت ہے اب یہ ذہنیت کیونکر بنے اس ذہنیت کے بنانے کی صورت اخوت ہے۔ دنیا مساوات قائم کر کے اخوت لانا چاہتی ہے۔ ذہن میں اخوت پیدا کرو۔ احساس اخوت۔ پھر مساوات کے لئے قانون کے دباؤ کی ضرورت نہ ہوگی خود ذہنیت تعمیر پسند ہو جائے گی۔ تو اب اخوت کیونکر ہو۔ اب جناب یہ اخوت عربی کا لفظ ہے ماشاء اللہ آپ اتنی عربی جانتے ہیں، مگر اب اسکو اردو میں کہیں تو بھائی چارہ فارسی میں لے جائیں تو برادری۔ کتنی دفعہ یہ زبانوں سے آپ کہیں زبانوں پر ابکی آئے یہ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے ارے روزمرہ کی گفتگو میں بھائی بھائی صاحب اور پھر تقریر کے لئے کھڑے

ہوئے تو وہاں بھی کہا کرتا ہوں کہ بھائیو بہنو۔ آج کل کے دستور کے مطابق بہنو بھائیو چاہے وہ ہو چاہے یہ مجھے اس وقت اس سے بحث نہیں تو یہ بھائی کی لفظ اتنی دفعہ زبان پر آتی ہے، لیکن کبھی آپ نے سوچا بھی ہے کہ یہ بھائی ہوتا کیونکر ہے جو میں کہتا ہوں دیکھئے اور فرصت کے لمحات میں غور کیجئے مجلس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس غمخس ہوئے چلے گئے اپنی جگہ بھی سوچئے دیکھئے کہ بھائی آخر کیونکر ہوتے ہیں ایک کلیتہ میں کہتا ہوں ابھی شاید عربی کی لفظیں اکثریت نہ سمجھے، لیکن جب تشریح کروں گا تو سمجھیں گے کہ جب کوئی کثرت وحدت سے منسوب ہو تو اس کے اجزاء میں برادری بھی پیدا ہو جائے گی برابری بھی پیدا ہو جائے گی۔ کثرت کے معنی ایک سے زیادہ ہونا۔ وحدت کے معنی ایک ہونا۔ جب کوئی کثرت کسی وحدت سے منسوب ہو۔ اب مثالوں سے واضح ہو جائے گا۔ یہ سگے بھائی بہن کیوں بھائی بہن ہیں کیونکہ ایک ماں باپ کی اولاد میں تو ایک ماں باپ کی اولاد دہل ہوئی تو دس بھائی بہن پچاس ہوئی تو پچاس بھائی بہن اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ نہ دیکھئے کہ کثرت کتنی بڑی ہے یہ دیکھئے کہ وحدت نے کتنوں کو سمویا ہے اب ہمارے ہندوستان کے دیہاتوں میں یہ محاورہ ہے شاید یہاں بھی یاد ہو کہ کہا جاتا ہے کہ یہ ہماری برادری کے ہیں تو برادری کا کیا مطلب ہے یعنی اپنا اپنا باپ تو الگ مگر پانچ پشت پر چھ پشت پر جا کر کوئی ایک مورث اعلیٰ ہے جس کی اولاد میں ہم بھی ہیں اور آپ بھی مثلاً ماشاء اللہ خوجگان نارو وال سب ایک برادری تو اب محسوس کیجئے کہ کتنی ہی دور جا کر ایک کا تصور پیدا ہو وہیں سے برادری قائم ہوتی ہے اور اب جناب دنیائے اور ترقی کی اب یہ خیال پیدا

ہوا یہ ہمارے ہم وطن ہیں۔ ہم وطن کے کیا معنی ایک دیس کے باشندے ہیں۔ کتنا جذب ہوتا ہے کہ پردیس میں کبھی اپنے ہم وطن کو دیکھ لیا تو جب وہاں تک تو کبھی صاحب سلامت نہ تھی اب دوسرے ملک میں دیکھا تو دل چاہا کہ جہاں کچھ اپنی کہیں کچھ اس کی نہیں یہ ہوتا ہے جذب ہم وطن ہونے کا ہم وطن ایک معلوم ہوا ایک کا قدم آیا اور الفت پیدا ہوئی اب دنیا نے اور ترقی کی احساس ہوا سمتوں کا یہ ایشیا ہے وہ یورپ ہے یہ مشرق ہے وہ مغرب ہے اب مسائل پر یوں غور ہونے لگا کہ کون مغرب کے لئے زیادہ مفید اور کون مشرق کے لئے زیادہ مفید حالانکہ ملک اپنے الگ الگ لیکن چونکہ سمت آفتاب کے لحاظ سے ایک لہذا سب کے مفادات ایک معلوم ہوتا ہے جیسے دنیا تڑپ رہی ہے اس ایک کے لئے جو زیادہ سے زیادہ افراد کو ایک بنا سکے مگر یاد رکھئے کہ ہر اتحاد افتراق کا پیش خیمہ ہوتا ہے کیونکہ جب ایک باپ کی اولاد میں ایک ہوگا تو دوسرے باپ کی اولاد کے مقابلے میں محاذ ہوگا جب ایک برادری میں ایک ہوگا تو دوسری برادری کے مقابلے میں محاذ ہوگا جب ایک والوں میں ایک ہوگا تو دوسرے ملک والوں کے مقابلے میں محاذ ہوگا جب ایک سمت والوں میں اتحاد ہوگا تو دوسری سمت والوں کے مقابلے میں محاذ ہوگا کیوں اس لئے کہ اتحاد کی دیواریں عالم انسانیت کے بیچ میں سے اٹھائی جا رہی ہیں لہذا ہر دیوار ادھر والوں کو ایک کرتی ہے اُدھر والوں سے جدا کرتی ہے۔ اسلام جو کہ عالمگیر برادری کا پیغام لیکر آیا تھا۔ اس نے یہ کام کیا کہ درمیان کی اتحاد کی دیواروں کو ڈھا کر اور ڈھا کر نہیں تو بلند مقاصد کے لئے نظر انداز کر کے

ہوا یہ ہمارے ہم وطن ہیں۔ ہم وطن کے کیا معنی ایک دیس کے باشندے ہیں۔ کتنا جذب ہوتا ہے کہ پردیس میں کبھی اپنے ہم وطن کو دیکھ لیا تو جب وہاں تک تو کبھی صاحب سلامت نہ تھی اب دوسرے ملک میں دیکھا تو دل چاہا کہ جہاں کچھ اپنی کہیں کچھ اس کی نہیں یہ ہوتا ہے جذب ہم وطن ہونے کا ہم وطن ایک معلوم ہوا ایک کا قدم آیا اور الفت پیدا ہوئی اب دنیا نے اور ترقی کی احساس ہوا سمتوں کا یہ ایشیا ہے وہ یورپ ہے یہ مشرق ہے وہ مغرب ہے اب مسائل پر یوں غور ہونے لگا کہ کون مغرب کے لئے زیادہ مفید اور کون مشرق کے لئے زیادہ مفید حالانکہ ملک اپنے الگ الگ لیکن چونکہ سمت آفتاب کے لحاظ سے ایک لہذا سب کے مفادات ایک معلوم ہوتا ہے جیسے دنیا تڑپ رہی ہے اس ایک کے لئے جو زیادہ سے زیادہ افراد کو ایک بنا سکے مگر یاد رکھئے کہ ہر اتحاد افتراق کا پیش خیمہ ہوتا ہے کیونکہ جب ایک باپ کی اولاد میں ایک ہوگا تو دوسرے باپ کی اولاد کے مقابلے میں محاذ ہوگا جب ایک برادری میں ایک ہوگا تو دوسری برادری کے مقابلے میں محاذ ہوگا جب ایک والوں میں ایک ہوگا تو دوسرے ملک والوں کے مقابلے میں محاذ ہوگا جب ایک سمت والوں میں اتحاد ہوگا تو دوسری سمت والوں کے مقابلے میں محاذ ہوگا کیوں اس لئے کہ اتحاد کی دیواریں عالم انسانیت کے بیچ میں سے اٹھائی جا رہی ہیں لہذا ہر دیوار ادھر والوں کو ایک کرتی ہے اُدھر والوں سے جدا کرتی ہے۔ اسلام جو کہ عالمگیر برادری کا پیغام لیکر آیا تھا۔ اس نے یہ کام کیا کہ درمیان کی اتحاد کی دیواروں کو ڈھا کر اور ڈھا کر نہیں تو بلند مقاصد کے لئے نظر انداز کر کے

کہ ایک خدا کے ماننے میں عذر نہ تھا خدا کو ایک ماننے میں عذر تھا یہی قرآن ہے۔ اَجْعَلْ آلِهَةً إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجَاب۔ انہوں بہت سے دلائل کو ایک کر دیا یہ عجیب بات ہے بس وہ نفی ان کے لئے دشوار تھی تو اب میں ایک حقیقت کی طرف توجہ دلاؤں گا کہ قربانیاں جو انہوں نے اتنی پیش کیں وہ الہ کے بعد جو اللہ ہے اس کی راہ میں نہیں ہیں بلکہ پہلے جو اللہ ہے اس کی راہ میں تمام قربانیاں ہیں پورا جہاد پیغمبر کا اس لئے ہے اور اب خواجہ غریب نواز کے ایک شعر کے معنی سمجھ میں آتے انہوں نے کہا۔ حقا کہ بنائے لالہ است حسین۔ آج کل لوگ ہر ایک بات اعتراض کر دیتے ہیں کہ انہوں نے لالہ کیا کہا۔ لالہ اکیلا تو کلمہ کفر ہے لالہ کی بنیاد بنا دیا حالانکہ فقط ان بے چارے نے تو نہیں کہا تھا ڈاکٹر اقبال صاحب نے بھی تو کہا پس بنائے لالہ گردیدہ است۔ انہوں نے بھی تو اُدھا لیا پس بنائے لالہ گردیدہ است تو وہ توچھ صدی پہلے تھے یہ تو ابھی کل تھے لالہ گویا اپنی نیک نامی کے لحاظ سے زندہ شاعر ہیں تو جناب ان کے ہاں میں الفاظ۔ پس بنائے لالہ گردیدہ است۔ تو لوگ یوں بھی کہہ دیتے ہیں صاحب وہ تو شعر کی مجبوری تھی کہ پورا کلمہ موزوں نہیں ہوتا تھا تو کسی صاحب نے کہا کہ ضرورت شعری سے میں نے کہا ہے کسی نے کہا کہ شعر کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی تو میں نہیں مانتا۔ ہاں ضرورت شعر بھی ہے، لیکن ضرورت شعر کو ایمان نہیں بنا سکتی، ایک کلمہ کفر کو کلمہ ہدایت تھوڑی بنا سکتی ہے تو یہ ہے میں کہتا ہوں کہ سنیہ میں بھی لالہ خطرہ میں نہیں تھا اس کا ثبوت یہ

کہ انہوں نے تو آباد تھیں اذانیں ہو رہی تھیں خانہ کعبہ میں حج تو ہو رہے تھے وہی لالہ ان کے لئے رسول نے قربانیاں پیش کیں وہی لالہ خطرہ میں تھا۔ جب دنیا پھر لالہ کو پہنچ رہی تھی اب گوشت و پوست سے بنا ہوا یزید حکم الہی کے خلاف لوگوں سے اپنی اطاعت لے رہا تھا حقیقت میں وہی لالہ خطرہ میں تھا اور حضرت امام حسینؑ نے بھی جو اتنی قربانیاں پیش کیں وہ اسی لالہ کی خاطر تھیں اب کوئی کہتا ہے کہ قربانیوں کا نتیجہ کیا ہوا میں آنکھوں سے دکھا سکتا ہوں اور اب کے مہدی دروازے کے باہر وہ شاندار حسینؑ ڈے ہوا تھا جو دونوں حکومتوں کے انہماک سے ہوا تھا حکومت ہند نے بھی اس میں ہتھ لیا تھا اور حکومت پاکستان نے بھی اس میں ہتھ لیا تھا۔ بعض حضرات ایسے ہوں گے کہ جو اس میں موجود تھے اس میں ہر کتبہ ہال کے علماء موجود تھے اور آپ کو تو یاد ہو گا کہ اسٹیج اس کا اتنا بڑا تھا جتنا یہ ہال کا حال ہے۔ اسمیں تمام مذاہب کے علماء موجود تھے اور جب علماء ہر مذہب کے علماء دتے تو ہر نقطہ نظر کے مسلمان موجود تھے تو میں نے اس پورے مجمع سے اس کا کہنا دیا کہ بتاؤ آج یزید جیسا کوئی شخص جانشین رسول ہونے کا دعویٰ کرے گا اور وہ نظر کے سامنے جتنا مجمع تھا سب چیخ اٹھا تھا کہ ہرگز نہیں مانیں گے کہ یہ لالہ تھا کہ سنیہ میں مان رہے تھے میں نے سب علماء کو گواہ کیا ان میں سے کوئی سنیہ میں تمام مسلمان مان رہے تھے اگر نہ مان رہے ہوتے تو ان کے شمار کر کے کیوں بتاتی کہ کس کس نے نہیں مانا یہ تاریخ کا شمار کر لینا بتاتا

کہ رسول کے اتنے بعد سنتہ میں صرف پچاس برس بعد سب مان رہے تھے جیسے شخص کو اور آج تیرہ سو برس گزرنے کے بعد آپ نہیں مان رہے تو پڑے گا کہ حسین نے اپنے خون ناحق سے بے ہوش احساسات اسلامی پر پھینکا ڈالا تھا وہ سٹنے پر بھی آج تک اس طرح باقی ہے اور اس طرح بس جملہ لوگ وہ بھی یاد رکھنے کا ہے اور اس کے بعد آگے بڑھوں گا مصائب کی طرف آؤں گا کہ حضور والا حضرت امام حسینؑ نے صرف اس یزید کے مقابلے میں فتح نہیں کی جو ایک خاص باپ کا بیٹا تھا جو ایک خاص شہر کے تخت پر بیٹھ کر یزید کے مقابلے میں فتح حاصل نہیں کی ہے بلکہ قیامت تک ہر یزید کے میں۔ بس ارباب عزائم مقصد اتنا عظیم تھا بھی تو ایسی قربانیاں پیش کیں اور اس کو مجلسی زبان میں پیش کروں کہ عباس کی وفادار اغوت ایسی نہ تھی کہ مقصد کی خاطر دے دی جائے قاسم جیسا یتیم بھتیجا ایسا نہ تھا کہ معمولی مقصد کے دے دیا جائے علی اکبر جیسا بیٹا ایسا نہ تھا کہ جو کسی معمولی مقصد کی خاطر قربان دیا جائے اور سب سے آخر میں کہوں کہ زینب کی چادر ایسی نہ تھی کہ معمولی مقصد کی خاطر دے دی جائے اور کہلا میں اگر کوئی جنگ مغلوبہ ہوتی تو سب ایک شہید ہو گئے ہوتے تو ہمارے لئے رونے کے واسطے تو قیامت تک کافی تھا لیکن یہ جو سہرا اختیار ہوا تو دار نہ ہوتا جو کہ ہلاک کے نزدیک ہی رہتا تھا میں ہے دیکھو اصحاب سب چلے گئے عزیز ابھی سب موجود ہیں حسین ابھی بیعت کر کے علی اکبر کو بچا سکتے ہیں عباس کو بچا سکتے ہیں قاسم کو بچا سکتے ہیں لیکن حضرت امام حسینؑ نے اپنے عمل سے دکھلا دیا کہ جس راستے میں جیسا

یہی اسی راستے میں علی اکبر کی جوانی بھی جائے گی اور بس اہل عزاء۔ دنیا میں ہر کار کا جیسے شخص کو اور آج تیرہ سو برس گزرنے کے بعد آپ نہیں مان رہے تو پڑے گا کہ حسین نے اپنے خون ناحق سے بے ہوش احساسات اسلامی پر پھینکا ڈالا تھا وہ سٹنے پر بھی آج تک اس طرح باقی ہے اور اس طرح بس جملہ لوگ وہ بھی یاد رکھنے کا ہے اور اس کے بعد آگے بڑھوں گا مصائب کی طرف آؤں گا کہ حضور والا حضرت امام حسینؑ نے صرف اس یزید کے مقابلے میں فتح نہیں کی جو ایک خاص باپ کا بیٹا تھا جو ایک خاص شہر کے تخت پر بیٹھ کر یزید کے مقابلے میں فتح حاصل نہیں کی ہے بلکہ قیامت تک ہر یزید کے میں۔ بس ارباب عزائم مقصد اتنا عظیم تھا بھی تو ایسی قربانیاں پیش کیں اور اس کو مجلسی زبان میں پیش کروں کہ عباس کی وفادار اغوت ایسی نہ تھی کہ مقصد کی خاطر دے دی جائے قاسم جیسا یتیم بھتیجا ایسا نہ تھا کہ معمولی مقصد کے دے دیا جائے علی اکبر جیسا بیٹا ایسا نہ تھا کہ جو کسی معمولی مقصد کی خاطر قربان دیا جائے اور سب سے آخر میں کہوں کہ زینب کی چادر ایسی نہ تھی کہ معمولی مقصد کی خاطر دے دی جائے اور کہلا میں اگر کوئی جنگ مغلوبہ ہوتی تو سب ایک شہید ہو گئے ہوتے تو ہمارے لئے رونے کے واسطے تو قیامت تک کافی تھا لیکن یہ جو سہرا اختیار ہوا تو دار نہ ہوتا جو کہ ہلاک کے نزدیک ہی رہتا تھا میں ہے دیکھو اصحاب سب چلے گئے عزیز ابھی سب موجود ہیں حسین ابھی بیعت کر کے علی اکبر کو بچا سکتے ہیں عباس کو بچا سکتے ہیں قاسم کو بچا سکتے ہیں لیکن حضرت امام حسینؑ نے اپنے عمل سے دکھلا دیا کہ جس راستے میں جیسا

جلس پنجم

دین اسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

اس لئے عرض کیا کہ آزادی کا مطلب یہ ہے جو رہا ہے کہا جاتا ہے کہ انسان آزاد
ہو گا اسے لہذا آزاد رہنا چاہتا ہے اور اسے آزاد رہنا چاہیے تو انسان کسی
شے کا نام تو ہے نہیں، انسان ایک پوری نوع ہے جس میں سے ہر ایک انسان
آزاد اور آدمی کا مطلب یہ سمجھا جا رہا ہے کہ جو دل چاہے وہ کر سکیں تو یاد رکھنا
چاہئے کہ انسان کی لامحدود پس اسے میں نے مثالوں سے عرض کیا اب
آزادی کہہ دی جائے یا تو ایک کو آزاد کر دیا جائے بس اور سب کو مقید تو یہ
آزادی کے ساتھ جس کی رشتہ داری ہو وہ کریگا یا پھر یہی شکل ہے کہ آزادی
ہر آدمی کو صدقہ نہ پہنچے اور جہاں سے دوسروں کے حقوق کو صدقہ
نہ ملے وہ مقید رہے ہر فرد کے لئے قید ہے مگر تمام نوع انسانی کو
آزادی کے حقوق سے بہرہ ور کرنے کا ذریعہ ہے مگر ان حقوق آزادی کو تقسیم کن

پڑھی جاتی ہے شام غریباں کی مجالس میں مگر میں کیا کروں کتابوں میں تو پتہ نہ
ہے۔ خورتو راستے سے آیا تھا اس کے ساتھ بیوی بچے کہاں۔ کسی کتاب میں نہیں
ہے میری جو سمجھ میں آیا ہے عرض کرتا ہوں اسے کیا ان کے طرف مشافقت
اتنی گنجائش تھی کہ فتح کے بابے بجانے کی بجائے وہ پانی بھیجتے اسے جو پیاسا
کی طرف آگ بھیجیں وہ بھلا پانی بھیجیں گے میری سمجھ میں جو آیا ہے وہ میں عرض
کرتا ہوں کہ وہ پہرا جو ساتویں سے بیٹھا تھا وہ عصر کے بعد اٹھ گیا اس لئے کہ
شیر نہیں رہے جن کا ڈر تھا اب فرات بہہ رہی ہے جس پیاسے کا دل چاہتا
جا کر پانی پی لے مگر میں آپ سے محبت حسین کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ
عصر عاشور جب آپ فاقہ شکنی کرتے ہیں تو کیا واقعی پانی پینے کو دل چاہتا ہے
اب فرات پر پہرا نہیں بیٹھا ہے جس کا جی چاہے جا کر پانی پی لے مگر ذرا سوچو
کہ کیا علی اکبر کے بعد بیلی کا دل چاہا ہو گا کہ پانی پیے کیا قاسم کے بعد بیوہ حسن کا
دل چاہا ہو گا کہ پانی پیے کیا حسین کے بعد زینب کا دل چاہا ہو گا کہ پانی پیے
اور بات تو بظاہر اتنا تک پہنچ گئی میں کہتا ہوں کہ کیا علی اصغر کے بعد سکینہ کا
دل چاہا ہو گا کہ پانی پیے میں تو سمجھتا ہوں فرات بہہ رہی ہو گی پیاسے میں
پھیرے بیٹھے ہوں گے کہ ہمیں اس پانی کی ضرورت نہیں۔

Jabir Abbas

کرسے اگر مرکز اس تقسیم کا کوئی مادی ہوا تو وہ کسی نسل کا ہو گا کسی ملک کا ہو گا زبان کا بولنے والا ہو گا تو سب کی ضرورتوں کا اُسے احساس بھی نہیں ہو گا اور اس پر اعتماد بھی نہیں ہو گا لہذا اطمینان قلب ہر ایک کو حاصل نہیں ہو سکتا بلے اطمینانی ہی تصادم کا پیش خیمہ ہوتی ہے لہذا مرکز تقسیم حقوق ایسی ذات چاہیے جو خود کسی ملک کی نہیں خود کسی نسل کی نہیں خود کسی رنگ کی نہیں کسی کی نہیں جب اس کی طرف سے تقسیم حقوق ہوگی تو ہر ایک کا ضمیر مطمئن ہو سکتا کہ میرے ساتھ انصاف ہوا ہے میرے ساتھ عدل ہوا ہے اور یہ ان لوگوں لئے جو اتفاق سے کل نہ شریک ہوں مختصر خلاصہ ربط کے لئے بیان کیا جاتا تو میں نے کہا کہ اس کا تجربہ خود مسلمانوں کو ہے اور وہ مشاہدہ خود دنیا کے لئے مثال ہے کہ جس جیسے کو مسلمانوں نے خدا کی طرف سے مان لیا پھر اس میں اختلاف نہیں ہوا کعبہ کو خدا کی طرف سے مان لیا تو دو قبیلے نہیں ہوئے جس چیز کو خدا کی طرف سے سب نے مان لیا اس میں اختلاف نہیں ہوا جہاں سے ایک طبقہ نے اپنے اختیار کو صرف کر دیا وہیں سے اختلاف ہو گیا۔ اب اس کی طرف سے جو حقوق تقسیم ہوتے ہیں ان میں پھر کسی کو احساس ہی نہیں ہوتا کہ ساتھ نا انصافی ہوئی مثلاً پابند شرع گھرانوں میں جہاں شرع کے اعتبار سے یہ تقسیم ہوتی ہیں وہاں کبھی کسی لڑکی کو شکایت نہیں ہوتی کہ ہمیں آدھا بلا اور ہمارے بھائی کو دگنا ملا اس لئے کہ وہ جانتی ہے کہ میرا حصہ اللہ کی طرف سے یہی ہے لہذا اُسے کوئی نا انصافی کا شکوہ نہیں ہو گا ہاں جو حصہ مقرر ہے اللہ کی طرف سے وہ نہ دیا جائے تو پھر وہ ظلم ہو گا جیسے ایک وقت کا حال مجھے معلوم

کہا ہے جس لڑکی کو حصہ نہیں دیا جاتا تھا عدالتوں میں پوچھا جاتا تھا کہ تم شریعت کے مطابق فیصلہ چاہتے ہو یا رواج کے مطابق اس کے معنی یہ ہیں کہ شریعت الگ ہے اور رواج الگ ہے اور بہت سے ایسے ہوتے تھے جو یہ کہہ دیتے تھے کہ ہمیں رواج کے مطابق فیصلہ چاہیے تو میں کہتا ہوں کہ گو وسعت شرع میں کفر کا فتویٰ جاری ہو مگر حقیقت کے لحاظ سے جب شریعت کے مقابلے میں آپ نے اعلان کیا کہ ہم رواج کے پابند ہیں تو اس شعبہ میں غیر مسلم ہونے کا اعلان کر دیا تو کبھی ان شریعت کے مطابق فیصلہ ہو اس میں لڑکی کو یہ شکوہ نہیں ہو گا کہ مجھے آدھا ملا ہاں ان آجکل کے نئی روشنی والے وہ بلا وجہ لڑکی کے ہمدرد ہیں کہتے ہیں کہ اسلام نے دیکھو مرد اور عورت میں کتنی تفویق کر دی ہے لڑکے کو دہرا دیا ہے اور لڑکی کو اکہرا دیا ہے میں اس وقت اصولی طور پر اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ میں ایک نئے رخ سے دنیا کو سمجھانا چاہتا ہوں میں کہتا ہوں ذرا غور کرو جو عرض کر رہا ہوں کہ اسلام اور کفر میں فرق کیا ہے یہ ہے کہ اسلام قانون کا لہ کا طرف سے مانتا ہے کفر جو ہے وہ پیغمبر کا ساختہ مانتا ہے جو شخص پیغمبر کا ساختہ مانتا ہے اسے یہی قرآن میں فرق ہے جو کلام خدا مانتا ہے وہ مسلمان ہے جو کلام بشر مانتا ہے رسول کا کلام مانتا ہے وہ کافر ہے تو ویسے ہی جو کلام ہے وہ مانے گا کہ اصل قانون بنایا ہوا صرف اللہ کا ہے یہ صرف اس کے لئے ہے اور جو اللہ کی طرف کا نہیں مانتا وہ یہ کہتا ہے کہ یہ قانون آپ نے بنایا ہے میں کہتا ہوں کہ جو کافر ہے وہ مجھ سے پہلے اپنے ہی مسئلے کو سامنے رکھ کر اس کے کہ اس میں اصول کے سوا کیا کسی جذبہ کا دخل ہے قانون وہ نافذ کر رہا

ہے کہ جسے خدا نے بیٹی ہی دی ہے اسے کوئی ایسا نبی ہوتا جسے اللہ نے بیٹا کرامت فرمایا ہوتا اور بیٹی اس کے ہاں نہ ہوتی تو کہنے کو ہوتا کہ انہیں بیٹی کی قدر کیا تھی ارے جناب وہ رسول جسکا اللہ نے بیٹا آخر حیات تک زندہ رکھا ہی نہیں بیٹے تھے جناب خدیجہ کے، لیکن یہ کہ پھر بیٹا آپ کے نہیں تھا ایک بیٹا آخر میں ہوا جناب ماریہ کے بطن سے وہ بھی باقی نہیں رہا، بیٹی ہی کرامت فرمائی تھی ہاں بیٹے بھی پھر اسی کے ذریعہ سے عطا کر دیئے تو اللہ نے اسے بیٹی ہی عطا فرمائی تو اب کوئی کیا کہہ سکتا ہے کہ انہیں بیٹی کی قدر کیا اور میں کہتا ہوں کہ بیٹی کی قدر تو ایسی کی کہ دنیا میں کسی باپ نے نہیں کی، کوئی باپ بیٹی کی تعظیم کے لئے کھڑا نہیں ہوا، لیکن پیغمبر خدا بیٹی کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے تھے حالانکہ وہ تعظیم میں غلط سمجھتا ہوں یہ کہنا کہ وہ بیٹی جو نے کی وجہ سے تھی، بیٹی ہونے کی وجہ سے وہ تعظیم نہیں تھی وہ بیٹی کچھ ایسی تھی اور اس کا میرے پاس ثبوت ہے یہ مسئلہ اصول اسلامی ہے کہ جو عمل رسول ہے اس کی پیروی یا واجب ہوگی یا مستحب ہوگی بہر حال جزو سنت ہوگی اور یہ عمل رسول تمام کتابوں میں موجود ہے صحاح ستہ کا جز ہے صحیح ترمذی اور اس میں یہ حدیث موجود ہے کہ کوئی فرقہ اسلامی اس کا انکار نہیں کر سکتا ایک عمل رسول متفقہ موجود ہے لیکن کسی مکتب اسلامی کی فقہ میں میں نے نہیں دیکھا کہ باپ کے لئے سنت ہے کہ بیٹی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو ایک عمل رسول مسئلہ موجود اور چودہ سو برس کے علما کوئی نہیں کہہ رہا کہ یہ سنت ہے کسی تحفۃ العوام میں آپ نے دیکھا کہ میں نہیں اچھا آج کل تو ریسرچ کا دور ہے ریسرچ کے معنی ہیں ایک نئی بات کوئی کہے کہ ان علما

ہے اب اس کا بھول گئے ہم اب سے کھیں گے میں کہتا ہوں اچھا قلم آپ کے ہاتھ میں ہے جب چاہے لکھ دیجئے گا، لیکن اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ صحابہ رسول میں سے کسی نے اس سنت پر عمل کیوں نہ کیا کئی کئی ہزار صفحہ کی کتابیں حالات صحابہ میں موجود ہیں، لیکن کسی نے کسی صحابی کے حالات میں نہیں لکھا کہ وہ اپنی صاحبزادی کی تعظیم کو کھڑے ہو جاتے ہوں یہاں تک کہ ایسی صاحبزادیاں ہو کسی حیثیت سے واجب التعظیم بھی ہو گئی ہوں ان کی تعظیم کو کھڑے نہیں ہوتے اب اب کوئی کہہ دے۔ ہم میں سے تو ہر فرد بے تکلف کہہ دے گا کہ صحابہ معصوم تھوڑی تھے۔ اب دنیا چاہے یوں نہ کہے مگر پھینسنے پر تو کہے گا کیونکہ ان کوئی نہیں معصوم۔ تو یہاں کہہ دے کہ معصوم تھوڑی تھے اچھا مان لیجئے اب ہم تو بحمد اللہ رسول کے بعد بھی بقائے رسالت کے قائل نہیں بقائے حضرت کے قائل ہیں نبوت و رسالت ختم ہو گئی عصمت ختم نہیں ہوئی تو اب ان کے ہاں جو معصومین ہیں اور جن کے گھر کی روایت تھی جن کے گھر کی بات تھی ان میں سے کسی کے حال میں نہیں ملتا کہ کوئی اپنی بیٹی کی تعظیم کو کھڑا ہوتا ہو کسی صاحب صفات بیٹیاں حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے لئے ممکن ہے اس کا ذکر میں سے آپ نے سنا ہو میں سمجھتا ہوں کہ کبھی آپ نے سنا ہو گا، میں نے بھی اسے کسی کتاب میں نہیں ہے لیکن آپ نے سنا ہو گا کہ ان علما کو کھڑے ہوتے تھے یہ ہو تو بھی بڑی بات ہے مگر وہ بات تو نہ ہو کہ انسانی کارشتہ تو برابر کا ہوتا ہے خواہ عمر کا فرق ہو۔ حضرت امیر المومنین علیؑ ان کی تعظیم کو کھڑے ہوتے تھے جن کی سیرت ہمارے نزدیک جزو سیرت

رسول تھی۔ تو وہ تعظیم کو نہیں کھڑے ہوتے تھے تو اب تو یہ ماننا پڑے گا کہ چودہ سو برس کے علما میں سے کوئی یہ نہیں لکھتا کہ یہ سنت ہے صحابہ میں سے کوئی اسکی پیروی نہیں کرتا ان کی اولاد ظاہرہ میں سے کوئی ان کی پیروی اس بارے میں کرتا ہوا نظر نہیں آتا تو بس اس معتمد کا محل میرے نزدیک صرف یہ ہے کہ چودہ سو برس کے علما صرف یہی سمجھے صحابہ یہی سمجھے آئمہ معصومین یہی جانتے تھے کہ یہ تعظیم بیٹی ہونے کی وجہ سے نہیں ہے شخصیت فاطمہ کی وجہ سے ہے لہذا اصول اپنی جگہ قائم۔ بحیثیت بیٹی کے ہوتی تو مجھے بھی وہ تعظیم مستحب ہوتی اپنی بیٹی کے لئے کم سے کم، لیکن وہ تو خصوصی حیثیت سے شخصیت فاطمہ زہرا کے لئے تھی تعظیم لہذا وہ پیروی واجب اور اس کے نتیجے میں قیامت تک کے لئے تعظیم فاطمہ واجب ہوگی۔ اپنی بیٹی کی تعظیم کر کے اتباع رسول نہیں ہوگا تو ایسی بیٹی جس کی ہودہ یہ حکم نافذ کر رہا ہے کہ بیٹی کا حصہ اکہرا اور بیٹے کا حصہ دہرا تو اب تو غیر مسلم بھی ماننے پر مجبور ہے کہ اس میں صرف کوئی اصول ہے جذبات کا دخل نہیں ہے اور ایک بہت بڑا حرکتہ الٰہی مسئلہ جو اس زمانے میں ہوتا ہے فرمائشیں ہوتی ہیں کہ رسالہ اس موضوع پر لکھتے حالانکہ میں نے اسی لئے ایک رسالہ اسلامی قانون وراثت لکھا ہے جو امامیہ مشن پاکستان سے بھی کبھی شائع ہوا ہے تو وہ کیا ہے بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتے کا محروم ہونا اس کا دایلا ہے بڑی بے چینی ہے ارے صاحب پوتا بچا ایک تو اس کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا اور اس کے بعد وہ اپنی خاندانی جائیداد سے بھی محروم ہو جائے تو معاذ اللہ یہ کتنی بڑی بے انصافی ہے۔ ہمارے ہاں جو آجکل صدر جمہوریہ

و اس میں صدر نہیں نائب صدر جمہوریہ جسٹس عبید اللہ انہوں نے ایک دفعہ حال کے ایک سوال ہے نا پرسنل لاکي ترمیم کا۔ میری ایک کتاب کئی سو صفحہ کی ہے پہلی ہے کہ اسلامی پرسنل لا قابل تبدیلی نہیں اس موضوع پر درس دن کا بیان ہے وہ کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے تو اس میں اس سے متعلق جتنے موضوعات اس تفصیل سے آئے ہیں اور یہ بھی جز آیا ہے اس میں تفصیل سے اور اسلامی قانون وراثت میں اس کا اصول درج ہے تو کہتے ہیں بیچارہ میں کتنا ہوں ادھر بیچارہ آپ نے کہا اور جذبات کا دخل ہو گیا اور اب ظاہر ہے اس کتاب میں تفصیل سے لکھا ہے اس وقت اس تفصیل سے عرض عقوی کرنا ہے ادھر آپ نے کہا بچاؤ اور اس بے چارے کی لفظ سے جذبات کا تعلق ہو گیا قانون میراث بیچارے کا ہے نہیں ہے بے چارہ پن سے زکوٰۃ ملتی ہے تمس ملتا ہے بے چارہ پن سے میراث نہیں ملتی اگر بے چارہ بھائی فاقہ کش ہو اور بیٹا لکھتی ہو تو یہ اس ہوگا کہ میراث بھائی کو دیدی جائے اس لئے کہ بے چارہ مفلوک الحال ہے اور اس کے کوئی مدد دی جائے اس لئے کہ لکھتی ہے تو میراث میں معلوم ہوا کہ بیچارہ کا دخل نہیں ہے قربت کی قربت کا دخل ہے اور اگر بیچارے پن کو دخل دیجئے تو اس پر کیوں بالکل برابر کا رشتہ ہے بیٹا اور پوتا اور باپ اور دادا یہ ادھر سے بلاوا اس کا واسطہ وہ ادھر سے بلا واسطہ اور بیک واسطہ تو اگر آپ کی منطق بیچارے کو اس قدر درست ہو تو یہاں بھی کہتے کہ باپ تو بہر حال ممکن ہے کہ ابھی برسر کار ہو اور دادا تو بے چارہ ریٹائرڈ ہو گا ہی لہذا یہ کیا کہ باپ کے ہوتے ہوئے دادا کو واسطہ اگر آپ دلائل بے چارے کے فلسفہ کے قائل نہیں ہیں تو وہی نسبت ہے

بیٹے اور پوتے کی یہاں آپ کیوں بے چارے بن کر داخل دیتے ہیں تو یہ اصل اصول تھے جو میں نے ایک لمحہ فکریہ پیدا کر دیا۔ آپ اپنی جگہ چاہے جتنا غور کیجئے اتنے سمجھ میں آتے جائینگے تمام اصول میراث قانون وراثت رسالہ بھی ہے جس میں قراہوں کی گویا پیمائش کی گئی ہے کہ کون کتنا قریب ہے اور کون کتنا دُور ہے اور کس طرح سے جو قریب ہے اس کے ہوتے ہوئے بعید کو محروم کیا گیا ہے تو اصول اس قرب و بعد کا رشتہ داری پر ہے اس کی بنیاد بے چارہ بن پر ہے ہی نہیں لہذا آپ بے چارہ بن کو داخل دے کر بے اصولی کیوں کر رہے ہیں اور اس کے بعد جو میں نے بیٹی کے بارے میں کہا تھا کہ ابھی میں ایک غیر مسلم کے سامنے کہوں گا کیوں کہ جس رسول نے یہ قانون نافذ کیا ہے وہ خود اس قسم میں داخل رہا ہے کہ اس کے باپ کا انتقال دادا کے سامنے ہو گیا تو اس سے بڑھ کر کون اس بچے کی مجبوریوں سے واقف ہو سکتا ہے لہذا اصول میراث میں حق نہ قائم کیجئے ہاں باپ نہیں رہا تو دادا پوتے کے ساتھ وہ کرے جو جناب عبدالمطلب نے جناب رسول اکرم کے ساتھ کیا اور اسی طرح سے ہر ایک چچا اپنے بھتیجے کے ساتھ وہ کرے جو ابوطالب نے اپنے فرزند برادر کے ساتھ کیا اور کس شان سے پرورش کی کہ یہ روزمرہ کی باتیں ہیں مگر جب تک کوئی غیر معمولی کیفیت نہ ہو اس وقت تک تاریخ کا جز نہیں بنتی اور اب میں کہتا ہوں جو چیز ہے ابھی عرض کروں گا جناب ابوطالب سے زیادہ اس میں جناب فاطمہ بنت اسد کا دخل ہے یہ معاملے کو تو سے زیادہ متعلق ہوتے ہیں طبری سے زیادہ مقدم تاریخ ہمارے ہاتھ میں موجود ہے طبقات ابن سعد وہ تقریباً طبری سے ایک صدی مقدم ہے اور ہمارے اپنے

مسلمان طالب نے اُسے نہیں چھاپا ہے بالینڈ کے شہر لیڈن میں اور جرمنی میں شائع ہوئی ہے تو اسی طبقات ابن سعد میں ہے دیکھئے میں نے کہا کہ روزمرہ کی باتیں ہیں مگر ان کا بنیاد نہ ہو تو جزو تاریخ نہیں بنتی اس میں ہے (ترجمہ عربی) ابوطالب کے بچے نظر آئے ہیں کہ بال بھرے ہوئے ہیں چہرہ گرد آلود ہے جیسے بچے اندر گھر کے کھیتے ہوئے نظر آتے ہیں ابوطالب کے بچے تو اس شان سے کبھی کبھی نظر آئے ہیں مگر محمد کو جب دیکھا تو آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا اور بال آراستہ کئے ہوئے ہیں کہتا ہوں یہ ایسی ہی شکلیں ہوتی ہیں۔ خود ابوطالب کی اولاد اگر بال پریشاں ہوتی تو کوئی نہ کہتا کہ بے چارے کی صورت سے قیمتی ٹپک رہی ہے۔ لیکن ایک دفعہ بھی اس طرح نظر آتے تو دنیا کہتی کہ بچہ یتیم ہے ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد نے دنیا کو احساس یتیمی نہیں ہونے دیا مگر فاطمہ یتیم کے درجہ کو اتنا اونچا جانتا تھا کہ اس نے قرآن جیسی ادبی کتاب میں اُس یتیمی کو یاد کیا۔ الحمد للہ عبادت یتیم خداوی اپنے احساسات میں کہا جا رہا ہے کہ کیا ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے آپ کو یتیم پایا تو پناہ کا انتظام کر دیا یہاں ہر نقطہ نظر کا مہتر کھنے کو تیار ہے مجبور ہے تیار چاہے دل سے نہ ہو آیت کے تحت میں کوئی مُفسر کا نام نہیں لیتا اگر حق کی طرف کا انتظام جسے احسان میں پیش کرے اور چھ برس کی عمر میں اٹھ جائے اس کا سایہ کوئی نہیں کھتا ماں کا نام۔ چھ برس تک تو ماں بھی موجود تھی۔ کوئی کہتا دادا کا نام دادا بھی تو اٹھویں برس دینا سے اٹھ گئے ہر گھر یہاں مجبور ہے اور کھتا ہے بعتہ ابی طالب۔ اللہ نے پناہ کا انتظام کیا ان کے چچا ابوطالب کے ذریعے سے۔ اب جناب میں نے بہت ہی توقف کر کے ترجمہ

کیا اور پھر بھی ترجمہ پورا نہیں کیا لفظی معنی ہیں آدکے پناہ دی لوگ ترجمہ کرتے ہیں
دلوائی میں کہتا ہوں پناہ دلوائی لفظی معنی نہیں ہیں معنی یہ ہیں کہ آپ کو یتیم پایا
پناہ دی لفظی معنی یہی ہیں اب میں ایک جملہ کہہ کر آگے بڑھوں گا کہ یہ بڑی بلند
ہے کہ کسی کے کام کو اللہ اپنا کام کے ارشاد ہے دعا دعیت اذ دعیت دلالت
اللہ دہی وہ آپ نے سنگرزے نہیں پھینکے اللہ نے پھینکے یعنی رسول کے کام
اپنا کام کہا تو یہ ایسی منقبت ہے جو رسول کی شان کے لائق ہے اور اب آپ
یہاں دیکھ لیجئے پناہ دینا کس کا کام ہے ابوطالب نے پناہ دی اللہ کہہ رہا
ہم نے پناہ دی تو بہر حال اصل محل گفتگو یہ ہے کہ جب خدا کی طرف سے کوئی
ہو جائے تو پھر اس میں جذبات کا کوئی دخل نہیں ہوتا پھر وہ حق ماننا پڑتا ہے
مسلم معترض ہوں پوتے کی میراث پر یا فرض کیجئے کہ آجکل کی نئی روشنی دلا
کریں وہ بہت سے متناقض اسلام پر معترض ہیں لیکن کوئی پابند شریعت پوتا
وہ احساس نہیں کریگا کہ میرے ساتھ ظلم ہوا ہے کوئی لڑکی یہ احساس نہیں کر
کہ مجھے آدھا ملا تو مجھ پر ظلم ہوا اس لئے کہ اللہ کی طرف کا قانون ہے اور
خصوصیت اسلام کی یعنی اسکا اللہ کی طرف کا دین ہونا یہ ایسی خصوصیت ہے
اس کے نام سے ظاہر ہے دنیا کے مذاہب کا نام دیکھئے کوئی دین کسی کی
کی طرف منسوب کوئی دین کسی قطعہ ارض کی طرف زمین کے حصے کی طرف
مثلاً جو بڑے بڑے آجکل ادیان ہیں غیر اسلام انہیں دیکھئے کہ خود اپنے کو
عیسائی کہیں مسیحی کہیں یعنی شخصیت کی طرف نسبت حضرت عیسیٰ کی طرف نسبت
ارے وہ انسانی کہیں جو قدیم اصطلاح تھی تو ناصریہ ایک مقام تھا وہاں پناہ

کیا اور پھر بھی ترجمہ پورا نہیں کیا لفظی معنی ہیں آدکے پناہ دی لوگ ترجمہ کرتے ہیں
دلوائی میں کہتا ہوں پناہ دلوائی لفظی معنی نہیں ہیں معنی یہ ہیں کہ آپ کو یتیم پایا
پناہ دی لفظی معنی یہی ہیں اب میں ایک جملہ کہہ کر آگے بڑھوں گا کہ یہ بڑی بلند
ہے کہ کسی کے کام کو اللہ اپنا کام کے ارشاد ہے دعا دعیت اذ دعیت دلالت
اللہ دہی وہ آپ نے سنگرزے نہیں پھینکے اللہ نے پھینکے یعنی رسول کے کام
اپنا کام کہا تو یہ ایسی منقبت ہے جو رسول کی شان کے لائق ہے اور اب آپ
یہاں دیکھ لیجئے پناہ دینا کس کا کام ہے ابوطالب نے پناہ دی اللہ کہہ رہا
ہم نے پناہ دی تو بہر حال اصل محل گفتگو یہ ہے کہ جب خدا کی طرف سے کوئی
ہو جائے تو پھر اس میں جذبات کا کوئی دخل نہیں ہوتا پھر وہ حق ماننا پڑتا ہے
مسلم معترض ہوں پوتے کی میراث پر یا فرض کیجئے کہ آجکل کی نئی روشنی دلا
کریں وہ بہت سے متناقض اسلام پر معترض ہیں لیکن کوئی پابند شریعت پوتا
وہ احساس نہیں کریگا کہ میرے ساتھ ظلم ہوا ہے کوئی لڑکی یہ احساس نہیں کر
کہ مجھے آدھا ملا تو مجھ پر ظلم ہوا اس لئے کہ اللہ کی طرف کا قانون ہے اور
خصوصیت اسلام کی یعنی اسکا اللہ کی طرف کا دین ہونا یہ ایسی خصوصیت ہے
اس کے نام سے ظاہر ہے دنیا کے مذاہب کا نام دیکھئے کوئی دین کسی کی
کی طرف منسوب کوئی دین کسی قطعہ ارض کی طرف زمین کے حصے کی طرف
مثلاً جو بڑے بڑے آجکل ادیان ہیں غیر اسلام انہیں دیکھئے کہ خود اپنے کو
عیسائی کہیں مسیحی کہیں یعنی شخصیت کی طرف نسبت حضرت عیسیٰ کی طرف نسبت
ارے وہ انسانی کہیں جو قدیم اصطلاح تھی تو ناصریہ ایک مقام تھا وہاں پناہ

jabir.abbas@yahoo.com

کلیں گنا چھوٹ لیڈر بڑی پر زور تقریر دہ کرتے تھے اور یادگار سیٹی کے جلسوں میں بڑی پر زور تقریریں انہوں نے کیں۔ وہ اچھوٹ لیڈر تھے سال گذشتہ کو میں مجھے ملے تھے بہت ہی ضعیف ہو گئے تھے اس کے نہیں ملے تو معلوم کہ وہ رخصت ہو گئے تو وہ اچھوٹ لیڈر پہلے بھی تھے اب بھی ہیں۔ لطف یہ کہ پاکستان میں بھی وہ اچھوٹ لیڈر ہی رہے، مگر ایک حملہ انہوں نے کہا جو ان پہلے تقریروں میں نہیں سنا تھا پہلے تو اس ضعیف العمری میں اپنا ایک پمفلٹ مجھے دیا پھر زبانی مجھ سے کہا کہ یہودیوں کا آج تک اعتراض ہے پاکرانی حضرت مریم پر اور حضرت عیسیٰ کے ساتھ انتہائی گستاخی دہ کرتے ہیں یہ اور بات کہ عیسا کی ستم ظریفی ہے کہ اب عیسائیت ان کی ناز بردار بن گئی ہے وہ جہاں عیسیٰ کے ساتھ شدید ترین گستاخی روا رکھتے ہیں ان کے فرزند جائز ہونے کو بحث میں لاتے ہیں اس کا جواب دُنیا مے عیسائیت کے پاس نہیں ہے۔ وہ دُنیا جو ان کی کتاب ہے میں نے دیکھی ہے انہوں نے نسب نامہ حضرت عیسیٰ کا جو آدم تک پہنچا یا ہے یوسف بخار کے ذریعہ سے جن سے منگنی ہوئی تھی شادی نہیں ہوئی تھی یوسف بخار کی ولدیت قرار دے کر رشتہ پہنچا یا ہے جناب آدم تک پورا شجرہ لکھ دیا ہے اب جو انہوں نے کہا ہے وہ میں بعد میں کہوں گا اب اپنی سہ سے یہ میں بیان کر دیتا ہوں جب ہمارے بچران آئے ہیں پیغمبر سے بحث کے سب باتوں کے قائل ہو گئے آخر میں انہوں نے کہا کہ آپ اللہ کا بیٹا مانتے ہیں یا نہیں تو مجبوراً رسول نے یہی فرمایا اصول کی بات تھی کہ نہیں مانتے۔ بڑے کار رسول مانتے ہیں بہت بڑا بنی مانتے ہیں صاحب معجزات مانتے ہیں۔

اس مانتے۔ تو انہوں نے فوراً یہ کہا کہ جب اللہ کا بیٹا نہیں مانتے تو پھر وہ کس کے بیٹے تھے۔ اب جو جواب قرآن میں آیا ہے وہ آپ میں سے کچھ حضرات تو جانتے ہی ہیں اس میں بھی بیان کروں گا وہ تو جواب ہے قرآن کا اور اب حضرت عیسیٰ کی بات بنا کر اس سوال کی غیر منطقییت کا ذرا اندازہ کیجئے اللہ کے بیٹے نہیں تو پھر کس کے بیٹے ہیں یعنی جس کے باپ کا پتہ نہ ہو اُسے اللہ کا بیٹا مان لو۔ تو اگر رسول کو انہیں اس طرح کا طریقہ پر چپ کرنا ہوتا صرف لا جواب بنانا تو مجھے معلوم ہے رسول بائبل کو کسے کہتے تھے مجھ سے کیا پوچھتے جو شجرہ تمہارے ہاں موجود ہے تو ان کے پاس جواب تھا ہر گز یاد رکھئے کہ داعی حق کا کام نہیں ہے کہ وہ غیر کی باطل بات کو لادہ اٹھانے کے لئے استعمال کرے وہ خاموش رہتے مگر اصل حقیقت تو چھپی رہتی اور ایک رسول الہی کا دامن مجروح رہتا لہذا ان کے جواب میں یہ نہیں کہا گیا کہ اصل بات تھی وہ کہہ کر انہیں سمجھا یا گیا ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تواب فقال لہ کن فیحکون۔ ان کے باپ فقط نہیں ہے کہ آدم کے تو ماں بھی نہیں تھی باپ بھی نہیں پھر انہیں تم اللہ کا بیٹا کیوں نہیں مانتے تو اللہ کی قدرت ہے جسے چاہتا ہے بغیر ماں باپ کے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے بغیر باپ کے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے عام نظام فطرت کے ماتحت پیدا کرتا ہے یہ تو اس کی قدرت کی نشانی ہے اب وہ آیت اس وقت عرض نہیں کرتا ہے کہ وہ جملہ جو بھول نہیں گیا ہوں وہ کہنا ہے انہوں نے مجھ سے کہا پہلے انی پھر عترت پمفلٹ بھی دیا جس میں انہوں نے اسے چھاپا ہے کہ یورپ کا ایک آدمی کہتا ہے کہ رومال گر گیا آپ نے اٹھایا انہوں نے کہا تھینک یو شکریہ بہت

ارزاں ہے یہ جملہ بس ذرا سی بات کر دیجئے چاہے آپ کی نظر میں کوئی نقص نہ ہو لیکن وہ ذرا کہیں گے شکر یہ۔ رومال اٹھاویں آپ تو تھینک یو کہنا اور قرآن نے اور اسلام نے ان کے نبی کے دامن کو اتنے بڑے الزام سے انہوں نے کہا کہ چودہ سو برس سے عیسائیوں نے تھینک یو نہیں کہا تو یہ جتنے دین ہیں دنیا میں۔ عیسائیت تو میں نے بتایا۔ یہودیت۔ یہود انہوں کے ایک بیٹے تھے ان کی طرف نسبت ہے یہودیت کی اسرائیلی کہہ لیں اسرائیل جناب یعقوب کا لقب تھا اس کی طرف نسبت ہے جیسے قرآن میں ہے۔ وہ اسرائیلی کے جانے لگے اور ان کا کیا نام ہے آخر کوئی بتائے نام ان کا۔ شخصیت کی طرف نسبت ہے ارے ہمارے ملک کا اکثریتی کا حالانکہ حقیقت ہے سیاست کی بات تو ہے نہیں جو اس کے کہنے میں کہ قرآن مجید نے بت پرستی کو کوئی دین تسلیم نہیں کیا ہے، لیکن خیر دین مانا جا رہا ہے اور پھر یہ کہ کسی حیثیت سے کتاب کا بھی دعویٰ ہے اور جو کتابیں ہم مانتے ہیں وہ کب اصلی حالت میں ہیں جو ہم سمجھیں کہ وہ کتابیں ہیں کیونکہ ان میں ایسا ایسا ہے ان کتابوں میں کیسا کیسا ہے جو ہم میں کہ اصل میں تھی بعد میں تبدیلی ہو گئی تو پھر ہو سکتا ہے کہ جو نام ہیں وہ واقعی اللہ کی طرف سے رسول ہوں جب ہمارے قرآن ہے ہر ملک میں ہر قوم میں ایک رہنما ہم نے بھیجا ہے تو ہمیں نفعی کام پہلے نہیں ہے اگر پیغمبر کے بعد کوئی دعویٰ کرے تو دعویٰ ہی خود دلیل کی ہے چونکہ ختم نبوت کا اعلان ہو چکا ہے، لیکن اس سے پہلے کسی

۱۰۱

ارزاں ہے یہ جملہ بس ذرا سی بات کر دیجئے چاہے آپ کی نظر میں کوئی نقص نہ ہو لیکن وہ ذرا کہیں گے شکر یہ۔ رومال اٹھاویں آپ تو تھینک یو کہنا اور قرآن نے اور اسلام نے ان کے نبی کے دامن کو اتنے بڑے الزام سے انہوں نے کہا کہ چودہ سو برس سے عیسائیوں نے تھینک یو نہیں کہا تو یہ جتنے دین ہیں دنیا میں۔ عیسائیت تو میں نے بتایا۔ یہودیت۔ یہود انہوں کے ایک بیٹے تھے ان کی طرف نسبت ہے یہودیت کی اسرائیلی کہہ لیں اسرائیل جناب یعقوب کا لقب تھا اس کی طرف نسبت ہے جیسے قرآن میں ہے۔ وہ اسرائیلی کے جانے لگے اور ان کا کیا نام ہے آخر کوئی بتائے نام ان کا۔ شخصیت کی طرف نسبت ہے ارے ہمارے ملک کا اکثریتی کا حالانکہ حقیقت ہے سیاست کی بات تو ہے نہیں جو اس کے کہنے میں کہ قرآن مجید نے بت پرستی کو کوئی دین تسلیم نہیں کیا ہے، لیکن خیر دین مانا جا رہا ہے اور پھر یہ کہ کسی حیثیت سے کتاب کا بھی دعویٰ ہے اور جو کتابیں ہم مانتے ہیں وہ کب اصلی حالت میں ہیں جو ہم سمجھیں کہ وہ کتابیں ہیں کیونکہ ان میں ایسا ایسا ہے ان کتابوں میں کیسا کیسا ہے جو ہم میں کہ اصل میں تھی بعد میں تبدیلی ہو گئی تو پھر ہو سکتا ہے کہ جو نام ہیں وہ واقعی اللہ کی طرف سے رسول ہوں جب ہمارے قرآن ہے ہر ملک میں ہر قوم میں ایک رہنما ہم نے بھیجا ہے تو ہمیں نفعی کام پہلے نہیں ہے اگر پیغمبر کے بعد کوئی دعویٰ کرے تو دعویٰ ہی خود دلیل کی ہے چونکہ ختم نبوت کا اعلان ہو چکا ہے، لیکن اس سے پہلے کسی

مخلوق کا ہے اور ہزاروں مذاہب دلت پر تقسیم ہوا اور اس کے سامنے یہ کہہ کر تم میں سے کون جماعت ہے جو اللہ کے قانون کو نہ مانے تو اس مجمع میں سے کسی میں دم ہے اگر اللہ کو مانتا ہے کہ وہ کہے کہ ہم نہیں مانتے کیونکہ ذات و پیش ہو گئی جو کسی ایک جماعت سے تعلق نہیں رکھتی کسی ایک گروہ سے تعلق نہیں رکھتی لہذا اس کی طرف جس دین کی نسبت ہو اس سے انحراف صرف وہ کرے گا جو اس حقیقت سے واقف نہ ہو میں نے ان لفظوں میں کہا تھا کہ اگرچہ تم میں سے جو اس قانون کو نہ مانے اسے چاہے عمل نہ کرتا ہو، لیکن کہے گا کوئی نہیں کہ ہم اس کے قانون کو نہیں مانتے معلوم ہوا اسلام کی جو حقیقت ہے اس کی سرتابی کی ہمت کوئی خدا کا ماننے والا نہیں کر سکتا اس لئے کہ اس کا تعلق اس اللہ کے ساتھ ہے اور اسلام کے معنی ہی ہیں اللہ کے قانون کے سامنے ہر جماعت اسلام کے لغت میں دو معنی ہیں ایک سر نہادوں جماعت اور دوسرے پروردگار کے لئے سر جھکانا اور اپنے آپ کو سپرد کر دینا اسلام خواہ اس معنی سے اصطلاح ہو خواہ اس معنی سے اگر وہ معنی ہیں تو سر اطاعت جھکانا مکمل اطاعت اور اگر یہ معنی ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں اپنے آپ کو سپرد کر دینا۔ سپرد کر دینے کا معنی ہیں کہ اپنی مرضی کچھ رہی نہیں یہ خود اقرار اطاعت کا اور اونچا درجہ ہے کہ مرضی کچھ رہی نہیں دوسرے کے حوالے ہو گئے اور اسی لئے قرآن کہہ رہا ہے کہ اسلام دین کا نجات لکھ آسکھ مسکن فی السموات والارضین۔ اس کے لئے اسلام لاتے ہیں جتنے آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں یعنی ہر مخلوق کا عالم اعلیٰ ہر مخلوق کا عالم اسفل۔ عالم بالا سے لے کر عالم پست تک سب اسلام لاتے

ہے اس اور اسلام کا مکمل اظہار عمل سے سجدہ ہے واللہ یستجیب اللہ کے لئے سجدہ ریز ہے ہر چیز جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ یہ کیا اطاعت ہے اس کے قانون کی پابندی۔ دنیا کی ہر گاڑی لیٹ ہوتی ہے، لیکن کبھی سورن اور ہانڈ کی گاڑیوں کو دیکھا کہ لیٹ ہو جائیں جس وقت پر انہیں جس نقطہ پر پہنچنا ہے اس نقطہ پر جائیں گی۔ ستاروں کا طلوع و غروب کبھی اپنے نقطہ سے ہٹ نہیں سکتا یہ کیا ہے یہ سب اطاعت کی زنجیروں میں مسخر ہیں انسان بھی جب پیدا ہوتا ہے تو اسی کی اطاعت کرتا ہوا کرنا دنیا کی تمام طاقتیں صرف ہو جائیں۔ اور ایک بچے کو غذا حاصل کرنا نہ سکھا سکتیں اس لئے کہ سکھا یا جاتا ہے بالفظوں اور اشاروں میں لفظوں کے معنی وہی سمجھتا ہے کہ جو موضوع لکھ سے واقف ہو اور لفظ کس کے لئے ہے اشاروں کو وہی سمجھتا ہے کہ جو قرار داد سے واقف ہو اور اس نے مکتب و جد میں پہلی دفعہ قدم رکھا ہو وہ نہ کسی لفظ کے معنی سے واقف نہ کسی اشارہ سے واقف تو اس کی زندگی ختم ہو جاتی اور دنیا کی طاقتیں ختم ہو جاتیں مگر غذا حاصل کرنا اسے نہ سکھا سکتیں تھیں اس کے لئے اس عالم کی ضرورت تھی اور براہ راست دل و دماغ سے رابطہ قائم کرے جس کے لئے کسی زبان کی ضرورت نہ ہو اور وہ اس کی طرف کا الہام ہے اس کی طرف کا القاب ہے اس کی طرف کا الہام ہے جس کی بناء پر بچہ اپنی غذائے فطری حاصل کرتا ہے تو یہ کیا ہے یا اس کا قانون پر چلنا ہے اور اسی لئے ابھی تک اس قانون پر چلنے میں کسی گھڑانے کی جماعت کسی گروہ کا دخل نہیں ہے عیسائی کا بچہ ہو تو اسی طرح غذا حاصل کرے گا یہودی کا بچہ ہو ایک ہی طرح غذا حاصل کرے گا مسلمان کا بچہ ہو تو اسی

طرح غذا حاصل کر کیا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب تفرقہ بعد میں قائم ہوئے ہیں
 میں سب کا دین ایک کتاب آپ سمجھے۔ کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام ہر مولود
 اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اسی کی اطاعت کر رہے ہیں درخت اسی کی اطاعت
 رہے ہیں، حیوان اسی کی اطاعت کر رہے ہیں انسان بھی جس وقت پیدا ہوا
 اسی کی اطاعت کرتا ہوا اب اگر اسے صرف پتھروں درختوں اور حیوانوں کی
 پر رکھنا ہوتا تو بس یہی اطاعت عمر بھر لی جاتی رہتی یہ اطاعت ہے
 کی قوت قاصر خود اطاعت کراتی ہے اسی عمر بھر یہ اطاعت کرتا رہتا ہے
 کے برابر ہوتا پتھروں کے برابر ہوتا اشرف المخلوقات نہ ہوتا مگر پھر اس
 ہونے کی ضرورت ہی کیا تھی اسکو تو پیدا اسی لئے کیا تھا کہ ایک مخلوق تو
 جو ہر نفس کے ساتھ اطاعت کرے۔ اب پھیلا کے عرض کرنے کا وقت
 پوری مجلس ہو چکی ہے وقت کے لحاظ سے لہذا بس مجمل تشریح انشاء اللہ
 اب جتنی جتنی صلاحیت صرف اختیار اس میں پیدا ہوتی جاتی ہے اتنا
 دست تخیری ملتا جاتا ہے اب یہ خود سمجھنے لگتا ہے یہ اچھا ہے یا برا
 اب سوال اس کے خود اپنے اختیار کا ہوتا ہے کہ ہم ادھر چلیں یا ادھر
 وقت ان چیزوں میں اس شعبہ میں جس حد تک اختیار دیا ہے اب
 کرتا اب یہ اپنے اختیار سے راستہ اختیار کرتا ہے کوئی کہے اب کھانا
 کرتا ہوا آیا ہی ہے اور جس وقت اگر میں نے کہا کہ اللہ نے دست
 لیا جب بھی کہا یہ آزاد ہو گیا بالکل۔ عین اس وقت کہ جب یہ کافر
 جتنی اطاعت اسے لینا ہے جبری طور پر وہ لے ہی رہا ہے دل کا

طرح غذا حاصل کر کیا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب تفرقہ بعد میں قائم ہوئے ہیں
 میں سب کا دین ایک کتاب آپ سمجھے۔ کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام ہر مولود
 اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اسی کی اطاعت کر رہے ہیں درخت اسی کی اطاعت
 رہے ہیں، حیوان اسی کی اطاعت کر رہے ہیں انسان بھی جس وقت پیدا ہوا
 اسی کی اطاعت کرتا ہوا اب اگر اسے صرف پتھروں درختوں اور حیوانوں کی
 پر رکھنا ہوتا تو بس یہی اطاعت عمر بھر لی جاتی رہتی یہ اطاعت ہے
 کی قوت قاصر خود اطاعت کراتی ہے اسی عمر بھر یہ اطاعت کرتا رہتا ہے
 کے برابر ہوتا پتھروں کے برابر ہوتا اشرف المخلوقات نہ ہوتا مگر پھر اس
 ہونے کی ضرورت ہی کیا تھی اسکو تو پیدا اسی لئے کیا تھا کہ ایک مخلوق تو
 جو ہر نفس کے ساتھ اطاعت کرے۔ اب پھیلا کے عرض کرنے کا وقت
 پوری مجلس ہو چکی ہے وقت کے لحاظ سے لہذا بس مجمل تشریح انشاء اللہ
 اب جتنی جتنی صلاحیت صرف اختیار اس میں پیدا ہوتی جاتی ہے اتنا
 دست تخیری ملتا جاتا ہے اب یہ خود سمجھنے لگتا ہے یہ اچھا ہے یا برا
 اب سوال اس کے خود اپنے اختیار کا ہوتا ہے کہ ہم ادھر چلیں یا ادھر
 وقت ان چیزوں میں اس شعبہ میں جس حد تک اختیار دیا ہے اب
 کرتا اب یہ اپنے اختیار سے راستہ اختیار کرتا ہے کوئی کہے اب کھانا
 کرتا ہوا آیا ہی ہے اور جس وقت اگر میں نے کہا کہ اللہ نے دست
 لیا جب بھی کہا یہ آزاد ہو گیا بالکل۔ عین اس وقت کہ جب یہ کافر
 جتنی اطاعت اسے لینا ہے جبری طور پر وہ لے ہی رہا ہے دل کا

جو ظلم سے باز نہ رکھے ظلم کر رہے ہیں پانزیب پیر سے مظلوم کے اتار بھی رہا ہے
 رو بھی رہا ہے کہا کیوں روتے ہو کہا آپ کی مظلومی پر کہا پانزیب کیوں اُتار رہے
 کہا اس لئے کہ میں نہ اُتاروں گا تو کوئی اور اُتار لے گا میں ہی فائدہ اُٹھاؤں تو
 اس رونے کی کوئی قیمت ہے بس یاد رکھئے کہ وہ مصیبت تو ایسی ہے کہ ظالم
 اب اگر ہم اثر مصیبت سے روئے تو اس رونے کی کیا قیمت ہوگی اگر ہمارے
 میں جو چیز ہے یعنی اطاعت وہ نہ کریں۔ صاحب میستقل موضوع ہے چند جملے
 رہا ہوں حالانکہ آپ کے لئے ناخوشگوار ہیں یہ باتیں آپ کے لئے تو بہت
 آسان اس کے مخالف پہلو ہیں تو میں کہتا ہوں کہ نا ہے ہمیں بڑا کارنامہ ہے
 ہے میں کہتا ہوں محبت ہمارا کارنامہ ہے جو قابل محبت ہے اس کا حسن
 جو متقاضی محبت ہوتا ہے محبت کرنے والے کا کوئی کارنامہ تھوڑی جوتنا ہے
 کرنا۔ جو ہستیاں ہیں قابل محبت ان سے محبت ہم کرتے ہیں تو احسان کیا ہے۔
 محبت کرتے ہیں قابل محبت سے تو اس شعبہ میں ظلم کے مرتکب نہیں ہیں اس
 لئے یہ کارنامہ کیا ہے کہ ہم محبت کرتے ہیں۔ اسی طرح سے ہم ان کے مصائب
 پر روتے ہیں مصائب ہیں ہی ایسے اس پر پتھر روئے ہم روئے تو کیا کمال۔
 اب یہ باب مصائب ہے میں کہتا ہوں کہ ہم تو آنسوؤں سے روتے ہیں
 نے تو شاعروں کے مجاز کو حقیقت بنا دیا خون کے آنسوؤں سے روئی محمد ابن
 شافعی کی کتاب مطالب السؤل ہے علامہ سبط ابن جوزی کی کتاب تذکرہ خواص
 الامہ ہے اور علامہ ابن حجر مکی کی کتاب صواعق محرقہ ہے ہر ایک لکھ رہا ہے
 واقعہ کہ بلا کے چالیس دن بعد تک جو کپڑا زیر آسمان پھیلا یا جاتا تھا اس

کہ ان کے اٹان ہو جاتے تھے کیونکہ آپ کا عشرہ اسی زمانے میں ہو رہا ہے تو میں کہتا ہوں
 اس رعایت سے میں سمجھا میں نے محسوس کیا کہ عشرہ کا دن ہی روز مصیبت اس کی
 دن کا مقرر کردہ نہیں ہے بلکہ اربعین تک کا زمانہ عزایہ بھی اُدھر کا مقرر کردہ ہے
 کہ چالیس دن پورے ہوتے ہیں میں صفر کو تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ چہلم کی تاریخ بھی
 اس خط مقرر ہوتی ہے دنیا ہم سے کہتی ہے کہ تم روتے کیوں ہو میں کہتا ہوں
 کہ ان سے جا کر پوچھو کہ کیوں روتا ہے زمین سے پوچھو کیوں روتی ہے اویں
 کہ اس کا جواب سوال کرتے ہیں کہ رسول کا ماتم کیوں نہیں کرتے حسین کا ماتم کیوں کرتے
 کہ میں کہتا ہوں کہ خیر اگر ہم رسول کا ماتم نہیں کرتے تو ہم تھوڑی دیر کے لئے
 کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ ہماری کوتاہی ہے مگر آپ کو احساس ہے تو آپ ہی کیجئے
 کہ ہم کہتے ہیں کہ آپ کو رسول یاد آتے ہیں۔ آپ رسول کا
 کہ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کے ساتھ آکر شریک ہوں گے۔
 کہ میں کہتا ہوں کہ آپ رسول کا ماتم کیجئے ہم فرزند رسول کا ماتم کریں یونہی
 کہ آپ ماتمی ہونے سے گھبراتے کیوں ہیں آپ بھی غم کیجئے۔ ماتم کے معنی
 کہ اس طرز نہیں ہے جس طرز سے آپ چاہیں ہمارے ہاں ہر جگہ عزاداری
 کہ ان سے ہوتی ہے وہ تو فریاد کی کوئی لے نہیں ہے۔ نالہ یا بندنے
 کہ میں کی جو سمجھ میں آیا ہے۔ جذبہ ہے اظہار سوگداری کا۔ ہمارے ہاں جس
 کہ میں اس طرح کی ایران و عراق میں نہیں ہوتیں۔ ایران و عراق میں
 کہ میں نہیں مٹی ہیں ہم اس طرح کی پسند نہیں کرتے ہمارے ذوق کے
 کہ میں ہاں زندہ شہیدیں بنتی ہیں۔ بس ارباب عزائم مجھے معلوم ہے کہ

مصائب حسینی کے آپ عموماً طلب گار ہوتے ہیں مگر آج تو عزائے حسین ایک اور عزاء بھی ہو گئی ہے شریک - وہ بھی ایک بہن سے چھوٹا ہوا بھائی ہے ہر ماہم آج ہے ارے کہ بلا میں سب کچھ تھا مگر زینب کے لئے تسلی تھی کہ میں پاس تھی چاہے بچا نہ سکی مگر فاطمہ معصومہ تم ارے انہیں تو کوئی خبر دینے والا تک ہوا کہ وہ بتا دے کہ تمہارے بھائی پر کیا گزری اور ہاں ایک بات عرصہ تک سوچا میں نے حیران رہا کہ مصائب حسینی اتنے بے پناہ اور ان کی غربت ایسی کیا بات ہے کہ غریب الغریبا ہم اس مظلوم کو کہتے ہیں انہیں سید الشہداء کہتے ہیں سید الصابریں کہتے ہیں بہت کچھ کہتے ہیں مگر غریب الغریبا جب کہتے ہیں اس سے صرف اپنے آنکھوں امام کو مٹا دیتے ہیں بس فرق یہی محسوس ہوا کہ حسین سے دور تھے مگر گھر والے پاس تھے اور یہ ایسے بے گھر تھے کہ گھر والے بھی باوجود نہ تھے۔ ماشاء اللہ اجر کو علی اللہ۔ اب جب عرصہ تک بہن کوئی معلوم نہ ہوئی تو پملی بھائی سے ملنے کے لئے منزل بمنزل چلتی گئی یہاں تک کہ ایران کے حدود میں پہنچ گئیں اور جو لوگ ماشاء اللہ زیارت سے مشرف ہوئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ طہران اب جہاں ہے۔

اس کے بھی آگے پہنچ چکی تھیں تم کے رئیس کو معلوم ہوا حاکم تم کو پتہ تھا کہ بہن امام رضا کی آرہی ہے بہن بھی غریب الوطن ہے مگر پھر بھی اب ویسی سوچ نہ سوچئے گا جیسی زینب کی تھی تزک و احتشام کے ساتھ سواری آرہی تھی پڑاؤ محل ہے کینٹریں ہیں عاجب و دربان ہیں اس شان سے سواری آرہی ہے تم کو معلوم ہوا تو اس نے درخواست بھیجی کہ کچھ ادھر رخ کیجئے اور تم میں

وہ وقت کیجئے اب سیدھے راستے کو چھوڑ کر ٹریس قم کی طرف جانے کے لئے اس کی فرمائش پر اس کے خلوص کی قدر کی بنا پر دہاں پورے شہر کو حکم ہوا کہ استقبال کے لئے چلو پورا قم استقبال کے لئے نکل آیا مگر کیونکر سیاہ پوش - جتنے افراد ہیں سب ماتمی لباس پہنتے ہوئے اور علموں کے پھریرے ماتمی اس لئے کہ پر سر پہنے گا کہ بہن کے پاس جا رہے ہیں۔ اہل عزاء - ادھر معصومہ تم قریب آئیں اور ادھر یہ فوج و لشکر آتا ہوا نظر آیا کینٹر سے بوجھا یہ شور کیا ہے کہا آپ کے بھائی لا لکھ آ رہے آپ کے بھائی کی جماعت آپ کے استقبال کے لئے آرہی ہے اب ایک دفعہ پردہ محل سے دیکھا میرے بھائی کے علم سیاہ نہیں ہو سکتے ارے ہاں پھر کہ میرے بھائی کہاں ہیں میرے بھائی کی خیریت کوئی بتائے بس کینٹر کے ہاکر بوجھا عام آدمی کو جرات نہیں ہوئی کہنے کی کہا ہمارے حاکم کے پاس اب حاکم کے پاس لے گئے کہا کہ مجھے معصومہ محظیہ نے بھیجا ہے خواہرام رضا کے دریافت کیا ہے کہ میرے بھائی کہاں ہیں بس اب حاکم نے عمامہ سر سے ہٹا دیا کہا ارے بھائی کہاں وہ تو دنیا سے نصبت ہوئے اس نے جا کر خبر لی کہ بی وہ تو کہتا ہے کہ آپ کے بھائی زندہ نہیں رہے بس یہ سننا تھا کہ میں نے کہا کہ اب میں آگے جا کر کیا کروں گی وہیں سفر ختم کر دیا اور ایک بانگاہ نام کی ہو گئی اب روایتوں میں تفصیل نہیں ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ پھر زندہ ہوئے بس تھوڑے ہی دن کے بعد بیمار پڑیں اور ایسی بیمار کہ اسی میں رحلت کی کہ انہوں نے اپنے بھائی کو معصومہ تم آپ نے اپنے بھائی کی خبر پڑے عزت استم

مجلس ششم

دین اسلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

اسلام کے معنی میں نے عرض کیا کہ دوہیں سر جھکا نا اطاعت کے ساتھ اور اپنے کو سپرد کر دینا اب یہ دونوں باتیں کس ذات سے متعلق ہیں وہ ذات خالق کا نام کی ہے اس لئے قرآن مجید میں جہاں جہاں اسلام کے ساتھ متعلق کا ذکر ہے وہ انشاء اللہ کے لئے اسلام لائے ہیں۔ بعض جگہ الفاظ قرآنی سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرے معنی زیادہ اس میں ملحوظ ہیں یعنی سپرد کر دینا یہود و نصاریٰ کا مقولہ تھا اَبْنَا لِلَّهِ وَاجِبًا ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے لڑے ہیں چیتے ہیں۔ قرآن مجید نے اسی مقولے کو اُنکے فعل کیا کہ یہود و نصاریٰ کا یہ قول ہے پہلے تو انہوں نے اُنکے اس تصور کی خامی کا اظہار کیا ارشاد کیا قُلْ قَلْبُنَا لِيَعْبُدَ بِكُم بِدِينِكُمْ كَيْتے کہ چہر بھلا وہ ہمیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دینے لگا مطلب یہ کہ جس جہاں کو یہ تصور ہو جائے کہ ہمارا اللہ کے ساتھ کوئی خاص رشتہ ہے وہ اصلاح عمل ختم ہو جائے گا اور اس کے بعد جو اصل بات تھی وہ کہی کہ وَآتَمَّ بَشَرًا مِّنْ

اللہ ہی آدمی ہو اُن میں سے جو اُس نے پیدا کئے جیسے سب اس کی مخلوق ہیں ویسے ہی تم اُن کی مخلوق ہو جیسے یہ انکا مقولہ ہے اور قرآن مجید نے اس کو درج کر کے رد کیا اسی طرح اس کا قول ان کا اور تھا قَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَن كَانَ هُودًا اَوْ نَصَارًا یہ کہتے ہیں کہ جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا سوائے اسکے جو یہودی و نصاریٰ ہو یہ یا کہہ کر اُن میں سے کوئی نہیں کہتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہودی کہتے ہیں کہ وہی داخل ہوگا جو یہودی ہو عیسائی کہتے ہیں کہ وہی داخل ہوگا جو عیسائی ہو کیونکہ قرآن نے ان دونوں کے لئے کو سو کر بیان کر دیا ہے اس لئے یا یا ہو گیا کہ ان دونوں کا نتیجہ یہ ہے وہ یا یہودی ہو یا نصرانی ہو۔ اُن کے قول کے مطابق یہودی ہوا انکے قول کے مطابق نصرانی ہو۔ اب اہل اسلام غور کریں کسی بھی فرقے کے ہوں کہ اسکے مقابل میں قرآن، ہمارے مذاق کے مطابق اُسے کیا کہنا چاہیے تھا جو ہم یہ سمجھتے ہیں یہ کہا جاتا کہ نہیں سوال اسکے جو مسلمان ہو کوئی جنت میں نہیں جائے گا مگر صرف مسلمان کہا جاتا تو مسلمان لقب ہو جاتا جیسے دم لہائی کے جیٹر میں مذہب کے خانے میں مسلمان لکھا جاتا ہے کہ اس کے جواب میں مسلمانوں کی طرف سے جو حقیقت پیش کی جا رہی ہے اس میں مسلمین یہاں نہیں کہا جاتا کہ ہم اہل حق نام بن جائے گا لوگ سمجھیں گے ایک فرقے کا نام ہے جیسے یہودی ہونا پس یہ چاہئے کہ دار جیسا ہو جیسے نصرانی ہونا ضمانت ہے چاہئے کہ دار جیسا ہو مسلمانوں کا تصور ہوگا کہ بس مسلمین جائیں گے جواب ترکی کا قاعدہ تو یہی تھا کہ اُن کے جواب میں کیا کہا جائے قرآن نے یہ کہا کہ وہاں جو کہا تھا انھوں نے کہ ہمارا رب ہے یعنی دُنیا اسلام کی فراخی و صِغلی کو دیکھئے اور بات یہ ہے کہ تنگ آئی اُن کمال سے جب کہ وہ پیغام اُس کا ہے جو سب کا ہے وہ کسی اگر می در

ذات کا ہوتا پیغام تو وہاں تنگ نظری ہوتی۔ تو وہ وہاں کہہ رہے تھے کہ ہم اللہ کے اور اُسکے چیتے ہیں اُسکے جواب میں مسلمانوں سے یہ کہلوا دیا جاتا جواب ترکی بر ترکی کا یہ تھا کہ نہیں ہم خاص اُسکے، ارے بیٹا نہ کہتے محبوب کہہ لیتے ہم خاص اُسکے پیار یہ کہا جاتا مگر مسلمانوں کی زبان سے یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ وہ ہمارا ہی ہے بس۔ مسلمان زبان سے اللہ نے اعلان کر دیا کہ دُھو رُبَّنَا و رُبِّکُمْ وہ ہمارا بھی مالک ہے مالک مالک۔ لَنَا اَعْمَالُ وَاَنْتُمْ اَعْمَالُ لَکُمْ اَعْمَالُ لَکُمْ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں، تمہارے تمہارے اعمال ہیں صلوة اور وہ جو وہ کہہ رہے تھے کہ سوائے یہود و نصاریٰ کے نہیں جائے گا اُسکے جواب میں بھی جماعتی نام لیکر نہیں کہا جائے گا کہ نہیں بس مالک کے نہیں اُسکے جواب میں کہا جا رہا ہے اس کو میں نے پیش کرنے کے لئے منتخب اب مسلمین نہیں کہا جاتا۔ بلی من اسلم و جہہ للہ و هو محسن خلدہ اجده و لا خوف علیہم و لا هم یحزنون۔ کہاں ان کا وہ زور شور کہ سوائے و نصاریٰ کے کوئی نہیں جائے گا اور کہاں اس کتاب میں جو گویا مسلمانوں کی طرف و کالت کی ذمہ دار ہونا چاہیے۔ میں تو کہتا ہوں کہ بڑے دیسے انداز میں کہا جا رہی ہے یہ کیوں کہتے ہو کہ کوئی نہیں جائے گا بھلا کوئی نہیں۔ من اسلم و جہہ اب یہاں وہ سر نہاد ان اطاعت بتا ہی نہیں اس لئے میں نے یہ آیت پیش کی معنی بنتے ہیں جو اپنی شخصیت کو اللہ کے پُر دکر دے من اسلم و جہہ للہ پتہ یہ دے دیا خود مسلمانوں کو کہ مسلم کہنے سے مسلم نہیں ہوتا صفت کے ہوتا ہوتا ہے جو اپنی شخصیت کو اللہ کے پُر دکر دے در انجالیہ حسن عمل بھی رکھتا ہو سے کام نہیں چلتا فقط نام اسلام ہو اس میں ایمان سے کام نہیں چلتا اس

اللہ کے لئے کہتا ہو تو پھر بھی آنکھ بند کر کے نہیں کہا جا رہا ہے کہ بس اُس کے لئے جنت اور اُس کے لئے جہنم اس کے لئے جو اس کا اجر ہو یعنی جنتی جنت کی ہو جنت کا کیا ہو جنتا اس کے لئے اس کا اجر ہے جو ہوتا ہو اس کا اللہ کے یہاں و لا خوف اللہ ہم یحزنون تو نہ ان کے لئے کوئی خوف ہو گا نہ حزن و ملال ہو گا تو اب اللہ کے لئے کہ اس کا اسلام کے یہاں وہی معنی ہیں پُر دکرنا۔ اب یہ چیز جسے اصل دین اسلام اسلام سر نہاد ان اطاعت اپنے کو پُر دکر دینا اور میں نے کہا زیادہ یہی پہلو ملحوظ ہے کہ اس کے اللہ کے۔ اور میں نے یہ کہا کہ انسان جب سے پیدا ہوا یہ صفتیں لئے اس کی اطاعت کرتا ہوا آیا یہ جو اپنے ضروریات حیات پورے کر رہا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ میرے ضروریات حیات ہیں یہ تو بس کسی مالک کی اطاعت ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس کے بعد ضروریات حیات پورے کئے مگر اس لئے اس کے بعد ضروریات حیات ہیں بلکہ اس لئے کہ اس کی مرضی ہے کھانا بھی کھائیے اور یہ بھی حکم ہے پانی بھی پیجئے تو یہ سمجھ کر کہ مجھے حکم ہے تمام نظام زندگی کے اس کا حکم ہے تو یہ یاد رکھئے کہ دنیا کا ہر کام عبادت ہو جائے اب والا یہ دونوں صورتیں تو لئے ہوئے انسان پیدا ہوتا ہے مگر بس فرق اتنا ہے کہ یہ دونوں صفتیں جبر قدرت سے، اللہ کے ارادہ تکمیل ہی کے ماتحت ہیں وہ کن والا، ہو جا ہو گیا یعنی وہ اُس کے ارادے کا پلور، در نہ کیا وہ یہ تعلق ارادہ کی ایک تعبیر لفظی ہے اور اسی لئے یہ لفظ کن ہے اس کے لئے کہ اس کا اللہ بنا کوفی بردا و سلاما علی ابراہیم و آلہ و علیہم السلام کہ کیا اتنی دیر میں اللہ سبحانہ نے یہ کہا یہ وہی حکم کن ہے جو یہاں

کیونکہ متعلق اس کا یہ ہے کہ اگر لفظ اعتدال بردوت پر آئے یعنی سردی بھی اتنی ہو جیاتی کہ انسان کے لئے خطرناک ہے تو جب وہ الفاظ کے قالب میں آیا تو اتنا بڑا بنا یا نا دکونی بڑا دسلا مٹا علی ابراہیم۔

تو اب یہ اللہ کا حکم جو ہوتا ہے تو پھر کائنات کی ہر شے اس کی اطاعت کرتی ہو جیاتی کہ عمومی ہیں وہ روزنہ ہوری ہیں اور جو خصوصی حکم ہو جاتا ہے تو وہ مخصوص جاتا ہے یہ آگ اپنی فطرت دکھاتی ہے جلانے کی یہ بھی اطاعت ہے یہ اس کے حکم کی تعمیل ہے اور ایک موقع پر نہیں جلایا یہ اُس کے حکم خاص کی تعمیل ہے دوا کر رہی ہے وہ بھی اُس کے حکم کی اطاعت کرتی ہوئی اور جو بے اثر ہو جاتی ہے وہ اس کے حکم کی تعمیل کرتی ہوئی یہ معنی ہیں اس کے کہ لا یتحرك ذرة الا باذنہ اور ذرہ حرکت نہیں کرتا مگر اللہ کے ارادے سے دنیا نے لا کر اس مقولے کو منطبق کیا وہاں انسان مجبور بننا چاہے پس یہ جس بات میں اپنا مطلب نکلے اگر جبر ثابت ہو تو پھر کسی کو بڑا کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ یہ بڑا خطرناک ہے اختیار کہ یہاں بہت سی چیزیں معرض بحث میں آجاتی ہیں اور اگر جبر کا عہدہ عام ہو جائے تو ہر شخص سمجھے وہ پچھلا کرے وہ تو اللہ نے جو کرایا وہ اس نے کیا۔

تو اس کے لئے روایتیں گھڑی ہیں کارخانوں میں عقائد بھی ڈھلے ہیں کارخانوں میں عوام کے ذہنوں کو معطل کرنے کے لئے کہ غور کرنا چھوڑ دیں کہ یہ اچھا ہے یا بُرا ہے جب سب اللہ کرتا ہے تو سوچنا کیا کہ کون اچھا کر رہا ہے کون بُرا کر رہا ہے اور فعل اللہ کے قرار دیئے اور اللہ کے فعل میں یہ اصول بنایا کہ نہ اچھا ہوتا ہے وہ نہ بُرا ہوتا ہے اللہ کرتا ہے لہذا اچھا ہی ہے بُرے کا سوال ہی نہیں تو پورا قلم علم کلام تعمیر ہو گیا۔

کیونکہ اس بات کے اوپر تو حضور ولا یتحرك ذرة بالکل صحیح وہ ہوا ہے پتہ ٹوٹ کر گیا جیاتی کہ انسان کے لئے خطرناک ہے تو جب وہ الفاظ کے قالب میں آیا تو اتنا بڑا بنا یا نا دکونی بڑا دسلا مٹا علی ابراہیم۔

تو اب یہ اللہ کا حکم جو ہوتا ہے تو پھر کائنات کی ہر شے اس کی اطاعت کرتی ہو جیاتی کہ عمومی ہیں وہ روزنہ ہوری ہیں اور جو خصوصی حکم ہو جاتا ہے تو وہ مخصوص جاتا ہے یہ آگ اپنی فطرت دکھاتی ہے جلانے کی یہ بھی اطاعت ہے یہ اس کے حکم کی تعمیل ہے اور ایک موقع پر نہیں جلایا یہ اُس کے حکم خاص کی تعمیل ہے دوا کر رہی ہے وہ بھی اُس کے حکم کی اطاعت کرتی ہوئی اور جو بے اثر ہو جاتی ہے وہ اس کے حکم کی تعمیل کرتی ہوئی یہ معنی ہیں اس کے کہ لا یتحرك ذرة الا باذنہ اور ذرہ حرکت نہیں کرتا مگر اللہ کے ارادے سے دنیا نے لا کر اس مقولے کو منطبق کیا وہاں انسان مجبور بننا چاہے پس یہ جس بات میں اپنا مطلب نکلے اگر جبر ثابت ہو تو پھر کسی کو بڑا کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ یہ بڑا خطرناک ہے اختیار کہ یہاں بہت سی چیزیں معرض بحث میں آجاتی ہیں اور اگر جبر کا عہدہ عام ہو جائے تو ہر شخص سمجھے وہ پچھلا کرے وہ تو اللہ نے جو کرایا وہ اس نے کیا۔

تو اس کے لئے روایتیں گھڑی ہیں کارخانوں میں عقائد بھی ڈھلے ہیں کارخانوں میں عوام کے ذہنوں کو معطل کرنے کے لئے کہ غور کرنا چھوڑ دیں کہ یہ اچھا ہے یا بُرا ہے جب سب اللہ کرتا ہے تو سوچنا کیا کہ کون اچھا کر رہا ہے کون بُرا کر رہا ہے اور فعل اللہ کے قرار دیئے اور اللہ کے فعل میں یہ اصول بنایا کہ نہ اچھا ہوتا ہے وہ نہ بُرا ہوتا ہے اللہ کرتا ہے لہذا اچھا ہی ہے بُرے کا سوال ہی نہیں تو پورا قلم علم کلام تعمیر ہو گیا۔

jabir.abbas@yahoo.com

عبادت تو سوا اس کے کسی اور کی نہ کرو مگر ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک مطلوب
ہو اگر معصومین نے اس کی طرف توجہ دلائی ہے کہ والدین کی اہمیت اتنی ہے کہ
کے بعد بلا فاصلہ ماں باپ کا نام لیا ہے یعنی بس یہ لاحق یاد کرو۔ اور پھر کوئی حق
بلا فصل۔ تو وہ والدین کا۔ تو جناب بالوالدین احساناً والدین کے ساتھ حسن عمل افشاء
نیک سلوک کرتے رہو تو بے شک والدین کی اطاعت میں بڑا زور ہے اتنی طاقت
کہ اللہ کے کسی حکم غیر الزامی سے اگر کوئی متصادم ہو تو اطاعت واجب رہے گی یعنی
مستحب کو منع کر دیں تو حرام ہو جائے کسی مکروہ کا حکم کریں تو واجب ہو جائے
کوئی بڑے سے بڑا کا زہر۔ ذہن سمجھ کر کسی دقت نماز جماعت کے لئے آپ مسجد
جانا چاہتے ہوں اور کسی وجہ سے حکماً باپ یا ماں منع کرے تو جانا حرام ہو جائے
نماز باطل ہو جائے گی۔ گھر میں ہی پڑھ لیجئے کوئی وجہ ہی ہوگی جس کی وجہ سے
باپ یہ حکم دیں گے تو تعمیل واجب ہو جائے گی اور اسی طرح بڑے سے بڑا کوئی
صالح۔ نیک مستجابات میں سے لیجئے تو اگر منع کر دیں تو حرام ہو جائے گا، مگر بس
طاقت ہے لیکن اگر کسی واجب کے ترک کو کہیں تو اب اطاعت حرام، مگر بعد
بخیال خود بڑے چاہنے والے ماں باپ ہیں کہ بچہ ہو گیا ہے بالغ اور شجاعانہ
کی عمریں لڑکا بالغ ہو جاتا ہے نو برس میں لڑکی بالغ ہو جاتی ہے۔ مگر ہمارے
عام میں تو بہت دن بچہ رہتے ہیں۔ سولہ برس کا لڑکا بچے کے سوا کہلاتا ہے کچھ
کون دس برس کی لڑکی بچگی کے سوا کچھ اور کہلاتی ہے بس جب شرعاً وہ بالغ ہو گیا
اس پر قلم تکلیف شرعی رداں ہو گیا کا تہان اعمال اب اعمال لکھنے لگے اب
ماہ رمضان۔ ماں باپ بظہر محبت فرماتے ہیں۔ بیٹا تم روزہ نہ رکھو۔ ارے تم تہا

یہ عام باتیں ہیں جو میں عرض کر رہا ہوں۔ اپنے نزدیک محبت کر رہے ہیں
میں کیجئے اتفاق سے۔ اُسے مسئلہ شرعی معلوم ہو گیا وہ کہتا ہے مجھ پر
وہ کہتے ہیں نہیں بچے ہو تم ابھی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ محبت کر رہے ہیں وہ
کہتے ہیں کہ روز قیامت سوال تو اس سے کیا جائے گا تم نے روزہ
دن یہ ماں باپ شفاعت کے لئے نہیں جاسکیں گے خود انکو
کیوں روکا تھا ایک عمل خیر سے تو یہاں حکم عدولی اللہ کی ہے۔ جس
اب یہاں تعمیل حکم ہے حرام۔ اور دوسرے شعبوں میں
جس کی مثالیں ہو کر رہی ہیں کہ جناب خوش دامن صاحبہ یہو سے خفا ہوئیں یہ تو
اس کی سزا ہے کہ طلاق دے دو کیونکہ طلاق ہے شرافت خاندانی کے
مگر یہ حکم چلاتی ہیں کہ خبردار اس کے پاس نہیں جانا۔ اب ہے تعمیل حکم کیونکہ
اس کے حقوق اللہ کی طرف سے عائد کئے ہوئے ہیں اب یہ والدہ
اس کے حکم کے مقابلے میں اپنا حکم چلانا چاہتی ہیں تو غرض اصول یہ ہو گا کہ
اطاعت المخلوق فی معصیت الخالق۔ خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت
اس تو اب جو جو اطاعتیں ہم کر رہے ہیں وہ سب مشروط ہیں کہ اللہ کے احکام سے
اب اگر قرآن نے کسی کی اطاعت کا غیر مشروط طور پر حکم دیا ہو تو ماننا پڑے گا
اس کا حکم خدا کے حکم سے نہیں ٹکراتا۔ تو اب قرآن میں دیکھ لیجئے اطیعوا اللہ و
اطیعوا الرسول واولی الامر منکھ۔ اللہ کی اطاعت کرو۔ آیت ختم ہو گئی جی نہیں
اللہ اطیعوا الرسول واولی الامر منکھ۔ اللہ کی اطاعت کرو کوئی قید ہے امیں۔ جیسے اللہ کی اطاعت
کا حکم مطلق دیا ہے رسول کی اطاعت کا حکم مطلق۔ کہا جا رہا ہے رسول کی اطاعت کرو۔

مطلق اطاعت کا حکم ہے۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسول کا حکم اللہ کے حکم سے کبھی نہیں ٹکراتا۔ ہر منتخب خیال کے تصورات بھی کچھ نہ کچھ آپ کے ذہن میں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ان کا حکم اللہ کے حکم سے کبھی نہیں ٹکراتا نہ بھولے نہ چوکے۔ اب اگر کوئی حافظ قرآن ہو تو اسے تو زبانی یاد ہو گا اور اگر کوئی حافظ قرآن نہیں ناظرہ خواں ہو تو وہ قرآن سے نکال سکتا ہے اگر ایسا نہیں بھی ہے تو بھلا اللہ مجالس۔ یاد رکھئے کہ مجالس لاشعوری طور پر درس قرآن بھی ہیں اور درس حدیث بھی ہیں۔ یہ سب مفادات اس سے حاصل جاتے ہیں صنفنا بشر طبعک صریح کام لیا جائے مجالس سے۔ تو جناب والا ہر حال یہ بات تو آتی ہے سنائے کہ اگر اب اللہ اور رسول کے ساتھ بھی کوئی نام لیا گیا ہے۔ اس کے کیا کیا جگہ لیا گیا ہو۔ اس لئے کہ قرآن مجید کے حکم میں یہ قید تھوڑی ہے کہ چار دفعہ ہو تو تعیل واجب۔ کسی ایک جگہ بھی اگر نام لیا گیا ہے اور اب جسے یاد نہ ہو وہ یاد کرے اور جسے یاد ہے وہ دہرائے کہ اطيعوا اللہ واطيعوا الرسول واولى الامر منكم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہے اب اللہ ہے رسول ہے اور اولی الامر ہے مستقل طور سے یہ آیت پڑھنا مقصود نہیں۔ انشاء اللہ کبھی یہ آیت مستقل سرنامہ کلام ہوگی تو اب اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ اولی الامر کون ہیں۔ ترجمہ ہاں کر دوں۔ جو میرے نزدیک صحیح ہے۔ خالق نے امر بینہیں کہا ہے۔ اتنی عربی میں جانتا ہوں اگر کہا جاتا کہ اطيعوا اللہ واطيعوا الرسول واولى الامر منكم۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو حکمران ہوں۔ جو حکم چلانے والے ہوں۔ جو چاہے ترجمہ کر لیجئے ہمارے ہندوستان میں آجکل جو اردو ہے اس کے لحاظ سے جو اپنا حکم لاگو کر دیں تو جناب یہ نہیں ہے آمرین نہیں

امام جابر علیہ السلام کہ وہ لفظ مختصر تھی بلا غنت قرآنی بلا وجہ اضافہ الفاظ نہیں کرتی ہے اگر اس لفظ سے مطلب حاصل ہو جاتا تو اضافہ کی کیا ضرورت تھی ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اب جو ترجمہ میں کر دوں اس کا میں ذمہ دار ہوں اور ان لوگوں کی جو حکم چلانے کے حقدار ہیں۔ کوئی منکم کی لفظ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے کہا جا رہا ہے کہ اولی الامر جو تم ہی میں سے ہیں یعنی ہمارے ہی بھائی بند ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ قرآن ہے آپ کو جانے نہیں دے گا یہ قرآن ہے کوئی اور کلام نہیں ہے ارے یہی حکم اور منہم منیرول کا اختلاف ہے ترتیب تو ایک ہی ہے ارے یہی منہم تو رسول کے لئے کہا گیا ہے وبعث فی الامیین رسولاً منہم۔ امین رسول بھیجنا انہی میں سے۔ اولی الامر کو کہا جا رہا ہے کہ اولی الامر جو تم ہی میں سے ہیں تو رسول بھی انہی میں سے تھے مگر ان کے منتخب کردہ نہیں تھے اولی الامر بھی انہی میں سے ہیں مگر تمہارے منتخب کردہ نہیں ہیں۔ پس مختصر یہ کہ جس کا منتخب کردہ رسول ہے اسی کے منتخب کردہ یہ ہیں صلوٰۃ۔ اب نقطہ حقیقت واضح تو ہو گیا مگر ظاہر ہے کہ آیت جب مستقل عنوان کلام ہو تو اس میں تفصیلات آسکتے ہیں بہت زیادہ۔ پس اب ایک اردو زبان میں ایک جملہ کہہ دوں کہ اللہ کی اطاعت غیر مشروط رسول کی اطاعت غیر مشروط اور میں نے کہا کہ اس کا نتیجہ یہ کہ رسول کا حکم اللہ کے حکم سے کبھی نہیں ٹکراتا۔ اب میں اس بحث میں نہیں پڑتا کہ اولی الامر کون ہیں۔ کون ہیں نہیں ایک منفی تصور تو مسلماً پیش کئے جاتا ہوں اولی الامر کوئی بھی ہوں مگر وہ نہیں ہیں جنکے احکام کو ہم نے دیکھا ہے خدا کے احکام سے ٹکراتے ہوئے صلوٰۃ۔ تو معلوم ہوا کہ غیر مشروط اطاعت اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی سوائے شخص کے جس کا حکم، حکم خدا اور رسول سے کبھی نہ ٹکرائے اور یاد رکھئے کہ اسی کو سمیٹ کر

jabir.abbas@yahoo.com

ہم اصطلاحی لفظ میں جب کہتے ہیں تو یہ ہے کہ معصوم ہو۔ اب ایک پہلو پر غور کیجئے
 ماشاء اللہ قانون دان حضرات بھی ہونگے اور اتنا قانون ہر ایک اپنی عقل سے سمجھ سکتا
 ہے کہ حضور جو چیز اپنی جگہ غلط ہو تو کیا اس کا معاہدہ صحیح ہوگا؟ جب کوئی چیز غلط ہو
 تو اس کا معاہدہ بھی غلط۔ چوری غلط ہے چند آدمی مل کر معاہدہ کریں چوری کا تو وہ معاہدہ
 بھی غلط ہوگا۔ تو جو چیز خود غلط ہے اس کا عہد بھی غلط ہے۔ اب میں نے کہا کہ عین اللہ
 کی اطاعت کسی دوسرے کی غلط سوا اسکے کہ جس کی اطاعت عین مطابق حکم خدا پر ہے
 حکم بھی نہیں مگر اتنا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت۔ تو بس
 ایسے کی اطاعت یعنی معصوم کی اطاعت صرف غیر مشروط طریقے پر ہو سکتی ہے اور
 کسی کی اطاعت نہیں ہو سکتی غلط ہے۔ جب غلط ہے تو عہد اس کا کہ میں اطاعت کروں گا
 یہ عہد بھی غلط اور یاد رکھئے کہ اسی عہد کا نام ہے بیعت تو جس طرح اطاعت غیر خدا
 کسی کی نہیں ہو سکتی ویسے ہی بیعت بھی کسی ایسے کی نہیں ہو سکتی جس کا حکم اللہ کے
 احکام سے الگ ہو اور اسی لئے میں جو قرآن مجید کی آیت کی طرف توجہ دلاؤں گا کہ
 یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمان رسول کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے وہ قرآن مجید میں
 بھی ذکر ہے اور تاریخ میں بھی ہے مسلم ہاں یہاں ایک چیز جو ہوائے زمانہ کے کتنی
 ہی خلاف ہو وہ میں کہنا ضروری سمجھتا ہوں اب ذہن میں بھی توجہ ہوگئی کہ حضور مرد
 بھی بیعت کرتے تھے عورتیں بھی بیعت کرتی تھیں مگر طریقہ دونوں کی بیعت کا مختلف
 تھا حالانکہ پیغمبر معصوم ہیں ہوا و ہوس کا غیر عمل پر صرف ہونا غیر ممکن لیکن پھر بھی
 مردوں سے اطاعت کا طریقہ یہ کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھیں لیکن عورتوں کی بیعت کے لئے
 گوشہ عبا کو بڑھا دیا جاتا تھا تاکہ جسم رسول سے کسی نا محرم کا جسم مس نہ ہو اب احکام

اسلام یہی ہیں ترقی یافتہ دور کے تقاضے جو بھی ہوں گوشہ عبا بڑھا دیا جاتا تھا کیونکہ گوشہ
 عبا کو تمام لیں۔ بس یہی ان کی بیعت کی علامت ہے اور میں کہتا ہوں یہ عمل جس
 متعدد کے لئے تھا دقار خواتین کے تحفظ کے لئے۔ اس کے ساتھ ضمناً میں یہ کہتا ہوں
 کہ اسکا طریق بیعت زیادہ شاندار ہو گیا یعنی تمک کے معنی ہیں دامن تھا مگر تو یہ
 بات تو ضمناً آگئی تھی بہر حال بیعت تھی رسول سے مسلمان کرتے تھے مگر قرآن مجید کیا
 کہہ رہا ہے ان الدین یبا بوعونک انما یابیعون اللہ ید اللہ فوق ید یدہم
 یہ جو آپ سے بیعت کر رہے ہیں یہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں یہ اللہ کا ہاتھ ان
 کے ہاتھ کے اوپر ہے۔ آخر اس کہنے کی ضرورت کیا ہوئی۔ یہ صرف مسلمان کے دماغ
 سے کھرچ کر نکالنا تھا غیر اللہ کی بیعت کا کہ رسول کی بھی بیعت کر دے سمجھ کر کہ اللہ کی
 بیعت ہے اور اب جب یہ بات غلط ہے تو کسی بھی معصوم کے لئے یہ تصور کہ وہ کسی
 غیر کی بیعت کرے گا یہ غلط ہے چنانچہ سب مسلمانوں سے جو ہستی بھدا اللہ سب کے
 نزدیک معصوم ہے اسے وہ تفصیلات میں فرق ہو وہ اس وقت خارج از بحث ہے
 مگر آکھ بند کر کے کسی مسلمان سے پوچھئے کہیں گے ہاں رسول اللہ بیشک معصوم تھے تو
 وہ ہستی سب کے نزدیک معصوم ہے تو میں پوچھوں گا کہ رسول اللہ نے کبھی کسی کی
 بیعت کی تو ہر مسلمان کہے گا فرض کیجئے کہ ایک مجمع ایسا ہو ہمارے وہی بیڑن ہجرت دراز
 دے حسین ڈسے کی طرح کا تمام فرق اسلامیہ کا اجتماع ہو اور اس میں میں پوچھوں کہ
 رسول نے کسی کی بیعت کی تو پورا مجمع حیح اٹھے گا کہ نہیں نہیں کبھی رسول نے بیعت
 نہیں کی۔ میں کہوں گا تھہر کر کہتا ہوں کہ پھر سوچ لیجئے۔ غور کر لیجئے۔ زندگی کے کسی دور میں
 کبھی کسی دوسرے کی بیعت کی اب اور زیادہ زور سے کہیں گے غصہ آئے گا سب کو۔

jabir.abbas@yahoo.com

کہیں گے صاحب کہہ تو دیا بیعت لیتے تھے بیعت کرتے تھوڑی تھیں عمر میں کبھی کسی سے بیعت نہیں کی اب میں اسی مجمع سے کہوں گا کہ پیغمبر نے حدیبیہ میں صلح فرمائی تھی مشرکین سے اب وہ مجمع چونک کر کہے گا ہاں ہاں صلح تو کی تھی میں کہوں گا صاحب جو آپ سب نے میرے پہلے سوال پر کہہ دیا کہ بیعت رسول نے کبھی کسی سے نہیں کی اور اب آپ سب مل کر کہہ رہے ہیں میرے یاد دلانے پر کہ رسول نے صلح فرمائی تھی تو اب تو مان لیجئے کہ بیعت اور ہوتی ہے صلح اور ہوتی ہے اور میں فرق بتا دوں یہ بھی مستقل موضوع ہے کبھی انشاء اللہ صلح اور بیعت۔ تو میں فرق بتا دوں کہ بیعت تو وہی غیر مشروط اطاعت کا ہمدار ہے وہ کسی خصوصی طور پر قید کے ساتھ بیعت ہو جیسے دہان خرید و فروخت میں بھی وہ بیع اسی بیعت سے ہے یعنی ایک معاہدہ ہوتا ہے کہ یہ چیز تم نہیں دیتے ہیں دہان بھی ہاتھ پر ہاتھ مارا جاتا تھا عرب میں۔ اسی لئے فقہ کی کتابوں میں سفق کا لفظ ہے جس کا مطلب تالی بجانا ہے کیونکہ اس میں بھی ہاتھ پر ہاتھ مارا جاتا تھا آجکل بھی ہمارے عوام میں ہے لاؤ ہاتھ۔

یہ تو ہے بیعت اور صلح ایک درمیانی راستہ دو فریق میں ایسا پیدا ہونا جس میں تصادم ختم ہو جائے اور کسی کے اصول کو صدر نہ پہنچے اس کا نام صلح ہے اس کے لئے عمومی حکم قرآن میں دیا ہے رسول کو ان جنحو للسلحہ جب بھی یہ جھکیں صلح کی طرف تو فوراً آپ بھی جھک جائیے اور توکل علی اللہ۔ پھر اس سے بحث نہ رکھئے کہ یہ عمل کریں گے یا نہیں اس کو اللہ کے سپرد رکھئے تو رسول اللہ نے صلح فرمائی حضرت امام حسن نے بھی صلح فرمائی امام حسین کے سامنے تھا بیعت کا سوال۔ یہ تو بنی امیہ کا پروپیگنڈہ تھا کہ بھائیوں کے مزاج ہی میں فرق ہے وہ حسن صلح پسند ہیں اور یہ حسین شروع سے

جنگ پسند ہیں یہ تو دشمنوں کا پروپیگنڈہ تھا مگر حقیقت کے لحاظ سے سنیہ میں حسن مجتبیٰ ہوتے تو وہ بھی کرتے جو حضرت امام حسین نے کیا اگر سنیہ میں حسین برسرِ اقتدار امارت ہوتے تو وہ وہی کرتے جو حسن مجتبیٰ نے کیا اور سنیہ میں وہ ہوتے تو وہ بھی کرتے جو حضرت امام حسین نے کیا یہ ذات کا اختلاف کیسا دقت کا اختلاف ہے۔ فرض کا اختلاف ہے۔ اب بیعت بھی کس سے بڑی لے شخص سے۔ ان کے سامنے تھا بیعت کا سوال اب دنیا والے آج یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ ارے یہ سب کچھ برداشت کیا اور بیعت کی کہ یہ بیعت سے اتنا انکار کیوں تھا تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ آپ اُدھر سے سوچتے ہیں کہ ان کو بیعت سے اتنا انکار کیوں تھا اُدھر سے کیوں نہیں سوچتے کہ بیزید کو بیعت پر اتنا اصرار کیوں تھا۔ ارے جب پورا عالم اسلام بیعت کر چکا تھا سب مان چکے تھے تو اگر ایک فرد بیعت نہ کرتی تو بیزید کا کیا بگڑنا کیا نقصان ہوتا جبکہ آپ کا نظام جمہوریت یہی ہے کہ اکثریت مان لے تو اقلیت کی بات غیر معتبر کہ لاری طاقت سلطنت کی صرف کردی جائے ان سے بیعت حاصل کرنے کی کوشش میں معلوم ہوتا ہے کہ بیزید سمجھتا تھا کہ یہ ایک فرد کا معاملہ نہیں ہے فردا ہمت حاصل کرتی ہے کسی اصول کی نمائندہ بن کر مختصر طور سے اس وقت عرض کرنا چاہتا ہوں۔ سمجھتا تھا کہ جب تک حسین نے بیعت نہیں کی تب تک حکومت کے مقابلے میں شریعت کا محاذ قائم ہے اور اگر یہ بیعت کر لیں تو ہمیشہ کے لئے حکومت کے راستے شریعت ہٹ جائے گی۔ اب حسین کی بیعت کا سوال نہیں تھا شریعت کی بیعت کا سوال تھا اور بیعت کے معنی ہیں جھک جانے کے۔ صاحب شریعت کا جھک جانا تو میں کہتا ہوں کہ اللہ کو اگر اس کی شریعت دوسرے کے سامنے جھک جائے تو اس

jabir.abbas@yahoo.com

کے معنی ہیں کہ اس کا قانون دنیا کے قانون کے سامنے جھک جائے تو اب حسینؑ کی لیاں میں فقط حسینؑ کی عزت نہیں ہے اللہ کی عظمت کا سوال ہے ارے کہہ رہا ہوں زبان سے نہیں ہے یعنی عمل سے ثبوت دے دیا کہ بیعت نہیں کروں گا۔ اب بیعت نہیں کروں گا تو کیا کروں گا خدا کی قسم عمل سے حسینؑ کے نہ دکھاتے تو ہمیں تصور ہی نہیں ہوتا ہاں جس دن کہا جس وقت کہا کہ بیعت نہیں کروں گا۔ اسی وقت تمام امکانات کا جائزہ لے کر سامنے رکھ کر انھیں واقعی مان کر کہا کہ بیعت نہیں کروں گا۔ دنیا کو ان تفصیلات کا علم نہیں تھا ان کے اس اجمال میں پوری تفصیل مضمر تھی اب مجھے تو علم ہو گیا کچھ تفصیلات کا مطلب یہ ہے کہ بیعت نہیں کروں گا چاہے وطن چھوڑنا پڑے بیعت نہیں کروں گا چاہے در بدر پھرنا پڑے بیعت نہیں کروں گا چاہے خانہ خدا میں پناہ بھی نہ ملے اور بیعت نہیں کروں گا چاہے تیس ہزار کا لشکر چاروں طرف سے گھیرے اور ہاں اہل عزا بیعت نہیں کروں گا چاہے پانی بند ہو جائے چاہے چھوٹے چھوٹے بچے صدائے العطش بلند کرتے ہوں چاہے سیکندہ پیاس سے تڑپ رہی ہو اور پھر روز عاشورا اور بعد عاشورا جو جو ہوا وہ سب سامنے تھا اب یہ کہہ دیا کہ بیعت نہیں کروں گا اور اب چونکہ عطش کا ذکر آگیا تو اسی کو تفصیل سے عرض کرتا ہوں تو اس دن کہہ چکا ہوں کہ روز عاشور جو زیادہ رہا وہ زیادہ پیاسا رہا۔ اور اس لئے ۲۷ تو سب پیاسے تھے مگر مرتبہ جب پڑھا گیا حسینؑ کی پیاس کا۔ سید سجاد نے بھی کہا میرا بابا پیاسا تھا زینبؑ نے بھی کہا کہ میرا بھائی پیاسا تھا ارے رہا اب نے بھی یہ پوچھا کہ میرے وارث کو پانی بھی نہ ملا تھا۔ اجر کہہ علی اللہ کیونکہ مجھے آج یہ احساس ہے کہ ۱۸ صفر آگئی اور میں نے اس دور کے مصائب ابھی کسی دن بیان ہی نہیں کئے۔ لوں

مصائب تو اُن کے ہر دن کے مصائب ہیں مگر کچھ خواہش ہوتی ہے کہ جس کا زمانہ ہے اسکا ہی تذکرہ ہو اس لئے میں آج بس ایک واقعہ اس سلسلے کا بیان کروں گا کہ الفرض میں نے کہا کہ جو زیادہ رہا تو مولائی بھی حد عطش معلوم ہے عصر عاشور مگر زینبؑ کب تک پیاسی رہی بی بیوں کب تک پیاسی رہیں ہمیں شہزادہ علیؑ صغریٰ کی عمر عطش معلوم ہے مگر شہزادی سیکندہ کب تک پیاسی رہیں۔ میں نے کہا میں تو بتا ہی نہیں سکتا بس شب یا زدم تو پتا نہیں چلتا ہاں ضرور آیا کبھی آیا۔ کبھی آیا پانی اس کو رادیوں نے بیان نہیں کیا گیا رصیوں تاریخ آیا ممکن ہے کہ ۱۱ دین تاریخ کو جب چل رہے ہوں روانہ ہو رہے ہوں تو اس کے پہلے پانی آگیا ہو۔ اب جب پانی آنے کا حال رادیوں نے نہیں لکھا تو اس وقت کے کیفیات کیا تھے اسے کون رادی لکھے میرا تو دل کہتا ہے کہ سید سجاد کو خمیوں کی آگ کے وقت اپنی امامت سے کام لینا پڑا تھا حکم امامت دیا تھا کہ خمیوں سے نکلنے ورنہ بی بیوں قدم نہیں نکال رہی تھیں اسی طرح سے شاید جب پانی آیا ہو تو سید سجاد کو زینبؑ کے پاس آکر بحیثیت امام کہنا پڑا ہو کہ بھئی میں کہتا ہوں ماشاء اللہ۔ اجر کہ علی اللہ۔ مگر یہاں تک میں نے روادری سے بیان کیا اب آج جو چیز عرض کرنا ہے وہ یہ کہ عاشور کے فاقے ہی کو لیجئے چہ جائیکہ ۳ دن کی پیاس یا گرمی کے زمانے میں روزہ جو آپ رکھتے ہیں یا عاشور کا فاقہ جو آپ کرتے ہیں تو انظار کے وقت جو پانی پی لیتے ہیں تو کیا پیاس بچھ جاتی ہے۔ فرصت کے لمحات میں خور کھجے گا جو عرض کر رہا ہوں یاد رکھئے کہ گرمی کے موسم میں پہلی دفعہ جو پانی پیتے ہیں تو انتخاب میں اور اضافہ ہو جاتا ہے جب تک بلا مزاحمت کافی مدت تک براہِ اطمینان پانی پیتے نہ رہیں پانی پیاسے مگر پیاس نہیں گئی ہے اب جو میں کہتا ہوں وہ سب کچھ حقیقت

یا نہیں۔ میں کہتا ہوں مجھے ابتداء عیش معلوم ہے انتہائے عیش نہیں معلوم۔ اس تو
سے پانی بند ہوا۔ کیا رھویں کو پانی ملا ہو مگر پانی مل گیا کیا؟ پیاس مجھ گئی پھر کسی وقت
پانی آگیا جیسے قیدیوں کو دیا جاتا ہے تو پانی تو پیاس ہے بیشک قسم کھانے کو مل گیا پیاس
مجھی ہے اور اس لئے بس یہ مجھ سے اسی شہزادی کے لئے آج بیان کرنا ہے جو ہمارے
بزرگ پڑھا کرتے تھے اور ذکرین نے چھوڑ دیا پڑھنا کچھ عرصے سے کہ حضور مجھے
راہ کو ذرا بھی سیکھنے پیاسی ہی نظر آتی ہے مجھے تو راہ شام میں بھی سیکھنے پیاسی ہی نظر
آتی ہے اور اس ذیل میں ایک روایت جو میں نے کہا کہ ہمارے بزرگ پڑھا کرتے تھے
ہمارے والد ماجد ایک زمانے میں عراق جانے سے پہلے بہت شاندار ذکر فرماتے
تھے ان کے بھی میں نے قلم سے دیکھا ہے کہ یہ روایت ضروری بیان فرمایا کرتے تھے
اور بزرگ بھی پڑھتے تھے کہ حضور ایک منزل سے کوڑا اور شام کے راستے میں جسکو منزل
محض کہتے ہیں اب وہاں کی جو تصویر اس واقعے کی ان بزرگوں سے سنی ہوئی ان کے
الفاظ مجھے یاد ہیں کہ اس منزل پر جو قیام کیا تمازت آفتاب بہت زیادہ تھی تمام وقت
کے لئے خیمے نصب ہوئے یہاں تک کہ گھوڑوں تک کے لئے شامیہاں نصب ہوئے
اور گھوڑے شامیانوں کے نیچے باندھے گئے لیکن آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تمازت آفتاب
میں بٹھادی گئی اب خود ہماری زبان اس وقت کے بزرگوں کی زبان سے کچھ مختلف ہو
گئی ہے لیکن اس وقت میرا دل چاہ رہا ہے کہ ان ہی بزرگوں کی زبان میں عرض کروں کہ
شمر بجمع کچھ عربوں کے مشکیں اور چھا گلے لے کر قریب کی نہر پر گیا وہاں سے پانی نہر
کے لایا اور اس نے فوجیوں کو پانی پلانا شروع کیا سیکھنے نے پھوچھی سے کہا کہ پھوچھی میں
بھی اجازت ہے ہم بھی جاکر شمر سے پانی مانگیں۔ حضرت زینب نے فرمایا کہ بی بی

اگر اسی القلب ہے مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ تمہیں پانی دے گا مگر میں تمہیں منع نہیں
کرتی جاؤ۔ اب یہ میں کہہ رہا ہوں یہ جملہ جواب ہے یہ خود میرا ہے، اگر حسینؑ کو بلا میں سوال
اب نہ کر چکے ہوتے تو شاید زینب اجازت نہ دیتیں اب پھر انہی کی زبان میں عرض
کر رہا ہوں کہ سیکھنے شمر کے قریب گئیں خاندان رسالت کی تربیت یافتہ لڑکی کہتی ہیں اے
شمر! کچھ پیاس سے جھنجھار رہا ہے میں یہ نہیں کہتی کہ تم دوسروں سے پہلے مجھے
پانی دلا دو مگر بس یہ التجا ہے کہ جب سب کو پانی پلا لینا اور پانی پئے تو تھوڑا سا مجھے
پانی دے دینا اب اس زمانے کے علماء کی زبان یہی ہوتی تھی انشاء اللہ آپ مطلب
فرمادیں گے تو شمر نے کوئی جواب نہیں دیا سیکھنے سکوت کالا قرار سمجھ کر یعنی خاموشی
میں رہنا سمجھ کر جب تک نچتے نچتے پیروں کی قوت نے ساتھ دیا پیچھے پیچھے شمر کے پھر لگی۔
اب پیروں کی قوت نے جواب دے دیا تو درخت کے سہارے سے اس انتظار
میں بیٹھ گئیں کہ جب شمر سب کو پلا لے گا تو مجھے بھی پانی دے گا ماں ارباب عز
میں جملے ہیں کہ آتی وہ منزل شمر سب کو سیراب کر چکا اور سیکھنے نے دیکھا کہ پانی بچا ہے
اب سیکھنے قریب آئی کہا اب تو سب پی چکے ہیں اب تو مجھے پانی دے دو تب اس
نے لفظوں سے کچھ جواب نہ دیا دہانہ مشک کا کھولا سیکھنے سمجھی کہ مجھے پانی دے گا
اب مرتبہ سب پانی زمین پر بہا دیا سیکھنے گیلی مٹی اٹھا اٹھا کر سر و سینہ پر رکھنے لگی۔
اب لگی اے پھوچھی دیکھئے۔

jabir.abbas@yahoo.com

جلسہ مفتاح

دینِ اسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔

یقیناً دینِ حقیقی اللہ کے نزدیک اسلام ہے اسلام سر جھکانا ہے اپنے کو سِرِ دکر دینا کم ذات کے لئے۔ ذات الہی کے لئے۔ میں نے عرض کیا کہ ذات الہی سب کے ساتھ کیا تعلق رکھتی ہے کسی سے اس کا کم اور کسی سے زیادہ رشتہ نہیں ہے بحیثیت خالق اس کے مخلوق ہیں یہی بنا قرار پائی اسلام کے اس فلسفہ کی جو ان الفاظ میں کہا جاتا ہے کہ اسلام دینِ مساوات ہے اور یہ جملہ بطور نعرہ بھی آتا ہے زبانوں پر اور سنجیدگی کے ساتھ آپس کی گفتگو اور تحریر و دل میں بھی آتا ہے لیکن میں جب قرآن مجید کا مطالعہ کرتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ نعرہ لگانے والے کچھ بے سمجھے یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ اسلام دینِ مساوات اس کو کل انشاء اللہ میں بیان کر دوں گا مگر یہ بغیر اس کے کہ قرآن پر نظر کئے ہوئے مطلق طور پر یہ کہہ دینا کہ اسلام دینِ مساوات ہے یہ از روئے قرآن درست نہیں ہے۔ اس اندھا دھند کہنے کا یہ نتیجہ ہونا چاہیئے کہ سب کو ایک ہنگامہ سب کے ساتھ یکساں سلوک کر دسب کے ساتھ یکساں برتاؤ رکھو۔ یہ ہے کہ

اسلام کو دینِ مساوات کہنے کا تقاضا مگر میں کہتا ہوں کہ اسلام دینِ فطرت ہے لہذا قرآن کتاب فطرت ہے۔ پہلے عرض ہوا فطرت غور کیجئے کہ یہ مطلق مساوات کا نعرہ درست ہے یا نہیں ہے۔ مساوات یعنی سب کے ساتھ یکساں کسی کے ساتھ کسی خصوصیت کا لحاظ نہیں تو اب میں چند مثالیں عوامی۔ عوامی میں پہلے عوامی مثالیں پیش کیا کرتا ہوں تو دوسرے کی زندگی کی مثالیں۔ حضور اگر مساوات کا نعرہ یہ صحیح ہے اور آج کل مسلمانوں کے علاوہ اور دنیا میں بھی یہ نعرے لگا کر مختلف ازم کا بنیادی مرکز اسے بنائے ہوئے ہیں۔ میں کہتا ہوں اگر یہ نعرہ مطلق مساوات کا صحیح ہے تو ایک ملک میں کسی ادارے کی تنخواہوں میں مختلف کارگزاریوں کی فرق نہیں ہونا چاہیئے جو ایک پڑوسی کی تنخواہ ہو وہی پڑوسی کی تنخواہ ہو اسٹیشن بر جو ایک قلی کا معاوضہ ہو وہی اسٹیشن ماسٹر کا معاوضہ ہو تعلیم کا ہونا جو ایک پرائمری کے مدرس کا معاوضہ ہو وہی اعلیٰ درجہ کے پروفیسر کا معاوضہ ہو مساوات تو جیسی ہوگی تو اب دنیا کے کسی ملک میں کوئی دکھلائے چاہے وہ مسلم ملک ہو وہاں نعرہ ہے کہ اسلام دینِ مساوات ہے اور خواہ غیر مسلم ملک ہو وہاں اسلام سے ایک ہو کر مساوات کا نعرہ لگتا ہو کسی بھی ملک میں دکھلائیے کہ یہ اصول برتا گیا ہو یا نہ اس اب آپ کو توجہ دلاؤں کہ وہ معاوضے وہ معاملات وہ کام جن کے معاوضے کم ان میں مشقت زیادہ ہے اور جو زیادہ قدر و قیمت والے کام ہیں ان میں مشقت کم ہے اس کو چاہے بازار میں جا کر دیکھئے لوہار سے زیادہ بلند مرتبہ ہے سنا رکا۔ کام داروں کا ایک وہ بھی ایک دھات کو مختلف شکلیں دیتا ہے یہ بھی ایک دھات کو مختلف شکلیں دیتا ہے جا کر تھوڑی دیر بیٹھ کر دیکھئے کہ لوہار کا کام کتنی محنت کا ہوتا ہے اور تھوڑی دیر جا کر سنا رک کے ٹال بیٹھے اس میں کتنی نزاکت ہوتی ہے کیا اسے بھی

jabir.abbas@yahoo.com

اس طرح اُسے موڑنے میں دقت ہوتی ہے اسے گردش دینے میں اتنی زحمت ہوتی جتنی لوہار کو ہوتی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ محنت اُسکی زیادہ ہے اس کی کم اور معاوضہ کم اس کا زیادہ کسی عمارت میں آپ جانیے ذرا مزدور کے کام کو دیکھئے دھوپ میں میں بوجھ سر پر اٹھائے ہوئے کتنے پھیرے کر رہا ہے اور واقعی سر کا پسینہ اڑی رہا ہے پہنچ رہا ہے اور مستی صاحب جو میں وہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے کھٹ کھٹ کر رہے ہیں لیکن جب مزدوری کا وقت آیا تو اُس بیچارے کو اتنے پیسے مل گئے اور یہ اتنا سارا چلے گئے محنت اس کی زیادہ مزدوری اس کی کم مزدوری اس کی زیادہ اور جناب وہ جو انجینئر صاحب آئے تھے جنہوں نے کاغذ پر چند ٹیڑھی سیدھی لکیریں بنادی تھیں ان کا تھوڑی دیر کا کام تھا اور وہ جناب ان سب سے زیادہ معاوضہ لیکر چلے گئے تو اب میں نے دو ایک مثالیں کا دوبارہ زندگی کی آپ کے سامنے پیش کر دیں اور طرح اب اپنا شعبہ جو ہے تعلیم کا تو بے چارے کتب کے اُستاد کی محنت ہم ایک دو ماں بیٹھے ہیں تو وہاں سر میں درد ہو جاتا ہے چہ جائیکہ وہ دن بھر سر مغزی کرتے ان اطفال خام کے منجھتہ بنانے میں اور ہر فرد ان کو اپنے وقت مقررہ پر آنا ضروری اپنے مقررہ وقت پر ڈیوٹی دیکر جانا ضروری اب وہ جو ہیں ماسٹر صاحب وہ لوہار اور پختے درجہ دالے ان کو جاکر دیکھئے تو سات آٹھ گھنٹے وہ کام کرتے ہیں انکو ڈانٹ ڈپٹ کرنی پڑتی ہے نہ انکو ہر وقت چھڑی ہاتھ میں رکھنی پڑتی ہے نہ انکو اتنا چیننا پڑتا ہے اور اب اس سے آگے بڑھتے یہاں تک کہ پروفیسر صاحب کہ پہنچ جانیے تو وہاں تو معلوم ہوا کہ یہاں تو پورا دن ہوتا تھا وہاں ہفتہ میں چند گھنٹے دن کا حساب ہی نہیں کہ ہر دن کتنا۔ جی ان کے ہفتہ میں نو پیر پڑ ہیں ان کے آٹھ

میں اتنا درجہ اونچا ہوا اتنی تنخواہ زیادہ جتنی تنخواہ کم اتنا کام زیادہ اور جتنا کام زیادہ اتنا کم تنخواہ کم اور جتنا کام کم اتنی تنخواہ زیادہ ہر شعبہ میں ایسا ہی ہے وہ بیچارہ چپڑا اسی اور اتنا ہے اسکو اتنا سلنا ہے۔ کلک صاحب اپنی میز پر بیٹھے ہوئے لکھا کرتے ہیں کہ اس سے زیادہ ملتا ہے وہ پروفیسر صاحب اس سے کم وقت صرف کرتے ہیں اب اس اتنا ملتا ہے تو اب حضور والا اس میں کسی ملک کا استثناء نہیں ہو سکتا ہے کہ اگر اہل کے فرق میں فرق ہو کہیں زیادہ فرق ہوتا ہو کسی ملک میں کم فرق ہوتا ہو اس سے بات کسی ایک جگہ بھی نہیں کہ بالکل مساوات ہو تو یہ تو تسلیم کر لیجئے کہ تمام دنیا کے اجماع کر لیا ہے حماقت پر یا پھر ماننے کے مطلق مساوات ہی غلط ہے اور پھر یہاں فرق کا وہ نہیں ہے کہ زیادہ کام اور کم کام بلکہ کچھ متعلق ہے اس سے کہ وہ کام متعلق ایسی چیز سے جو کم قیمت ہے تو وہ کام بھی کم قیمت اور متعلق ایسی چیز سے جو اصل چیز بیش قیمت تو وہ کام بھی بیش قیمت کیونکہ لوہے کی قیمت سونے سے کم ہے لہذا لوہار کی اجرت سارے سے کم ہے تو ایک یہ بنیادی فرق ہو سکتا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ جہاں جسم کی محنت زیادہ ہے دماغ کی شرکت کم ہے اس کی قیمت کم ہے اور جہاں جسم کی محنت نہیں ہے مگر دماغ کا کام زیادہ ہے اس کی قیمت زیادہ۔ اگر یہی اصول مانئے تب جا کر امتیاز صحیح ہوگا، ورنہ اس امتیاز کی کوئی بنیاد نہیں ملتی بہر حال صحیح ہو گیا امتیاز تو مساوات تو ختم ہو گئی اور اب جب یہ اصول ہوا کام کی کمی و زیادتی پر معیار قیمت کا نہیں ہے کچھ نتائج کے لحاظ سے ہے کچھ دماغی کیفیات کے اعتبار سے ہے تو اب کوئی تعجب نہ کیجئے اگر ایک وقت میں دو ایک ضربت کو تول کو تول کو تول وہاں جناب یہ تو ایک روزمرہ کی زندگی کی کافرباری

شعبہ کی مثالیں اب ایک دوسری وہ بھی تعلیم گاہ ہی سے متعلق۔ کیونکہ میرا ماحول تعلیمی تو وہی پہلی مثال ذہن میں آتی ہے کہ جناب کوئی درس گاہ ہے ایک ہی تاریخ دو علم نے نام لکھوایا عمر بھی تقریباً دونوں کی یکساں ہے ایک تھا آرام طلب اس نے کئی برس میں ایک ایک کلاس پاس کی ایک تھا محنتی اس نے اپنے ذوق و شوق پر جلدی جلدی کلاسیں پاس کیں بلکہ اگر ممکن ہوا تو کئی کئی امتحان ایک ایک سال اس نے دیئے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ رہ گیا ساتویں میں اور یہ پہنچ گیا نہ معلوم کہاں کہ مفکر صاحب آئے مساوات پسند انہوں نے طلباء کا انٹرویو لیا اس سے پوچھا کہ داخل ہوئے تھے اس نے تاریخ بتائی اب تم کس کلاس میں ہو اس نے ہفتہ بتلادیا ساتویں میں دوسرے کو بتلایا تم کس سال میں داخل ہوئے اس نے بھی وہی بتائی عمر تمہاری کتنی ہے وہی عمر بتائی اس کی جو عمر ہے تم کس کلاس میں ہو اس مثلاً کہا بی اے یا ایم اے اب وہ گھبرائے انہوں نے کہا یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ ابھی تاریخ میں دو طالب علم داخل ہوئے ہیں دونوں کی عمریں یکساں ہیں اور اب وہ جہائے ساتویں میں اور ایک پہنچ جائے بی اے میں لہذا ساتویں والے کو تو میں پہنچا کر داخل کرنا ممکن نہیں ہوگا وہ وہاں چلے گئے انہیں لہذا بی اے والے کو کچھ ساتویں میں داخل کر دو تا کہ مساوات ہو جائے تو کوئی صاحب عقل بتائے کہ کیا ہوایہ اس کے ساتھ ہو گیا ظلم جو اپنی محنت سے اس ترقی کے زمینہ پر پہنچا تھا کہتا ہوں کہ یہ جو روٹی والے نظام کے لوگ ہیں ان کو میں ابھی تک کئی ناموں یاد کرتا رہا اب آج میں نے یہ لقب اختیار کیا روٹی والا۔ تو جناب روٹی نظام والے حضرات میں کہتا ہوں کہ کیا آپ نے کائنات کی فضا میں اس وقت

اول ہے جب سے قافلہ انسانی رواں دواں ہے آپ کو کیا معلوم کہ کون مخلوق الحال ہو گیا اپنے بزرگوں کی تن آسانی راحت جلی سے اور کون اس منزل پر پہنچ گیا مسلسل محنتوں سے اصل رحمتوں سے اب آپ ان مفکر صاحب کی طرح یہ تو نہیں کر سکتے کہ ان عزیز ہستی کو دولت مند بنا دیجئے پس وہ کر سکتے ہیں جو انہوں نے کیا کہ جو لکھ پتی ہے اُسے اس لکھ پتی کے آواسی سطح پر جس سطح پر یہ ہے تو اگر وہ ظلم تھا تو یہ بھی ظلم ہے کہتے ہیں کہ وہ دولت اس نے نوج کھسوت کر بڑھائی ہوگی کئے بڑھائی یعنی علم کا دعویٰ کیجئے اس کے متعلق علم ہو جائے کہ اس نے منصب حقوق کر کے دوسروں کے گلے کاٹ کر اس کی دولت بڑھائی ہے اس سے ضرور چھین لیجئے مگر چھین کر کیا کیجئے کا پتہ لگائیے کہ اس سے چھین تھی انہی تک پہنچائیے یہ نہیں کہ چھینی کسی سے اور اپنے منظور نظر افراد کو انٹ دی۔ میں قویہ کہتا ہوں کہ ایک غاصب کا خاتمہ کر کے دوسرے بہت سے غاصبوں کو جو دین نہ لائیے۔ تو اب اگر یہ مثال بھی سب کے ذہن میں آگئی یعنی وہی غاصب علم والی کہ ساتویں جماعت والے کو بی اے میں نہیں پہنچا سکتے تو بی اے والے کو ساتویں میں لے آئیں یہ خلاف عقل ہے مساوات تو ہو گئی مگر ظلم ہو گیا اور اب جو غاصب ہے وہی کہدوں کہ اسلام ایسی مساوات کا حامی نہیں ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ اسلام دین مساوات نہیں ہے بلکہ دین عدل ہے۔ جہاں مساوات تقاضائے ہو وہاں مساوات ضروری ہے۔ ترک مساوات ظلم ہوگا اور جہاں مساوات ظلم ہو وہاں عدم مساوات میں عدل مضمر ہوگا اور اب گھریلو زندگی کی مثال بھی دے سکتا ہوں ایک گھر ہے جس میں ایک صاحب خانہ ہے اور اس کے متعلقین میں ایک ہے بوڑھی بوڑھی بھینس کی ہے اب ظاہر ہے جب بوڑھی ماں ستر بوس کی ہے تو یہ خود پچاس پچپن

برس کا ہو سکتا ہے اور جب یہ پچاس پچپن برس کا ہے تو ہمارے ہاں جو تناسب
 عموماً شادی کی عمروں کا تو بیوی پچیس چالیس سال کی ہوگی اب ان کا ایک فرزند
 وہ ہو سکتا ہے کہ بیس بائیس برس کا ہو مکمل جوان ہو اور کچھ بچے ایسے بھی ہو سکتے
 پانچ پھر برس کے ہیں افراد خانہ اتنا آپس میں فرق رکھتے ہیں اور صاحب خانہ پر ذمہ
 ہے ان سب کو غذا پہنچانے کی صاحب خانہ ہونے کی بنا پر بزرگ خاندان ہونے
 سے اور یہ ہونے مساوات پسند تو انہوں نے باورچی خانہ میں ہدایت کر دی کہ دیکھ
 آدمی کو تین چیتیاں ملیں کم اور زیادہ نہ ہوں درجہ مساوات نہیں رہے گی تو وہ
 بوڑھی والدہ کے لئے تو ہو گئیں کافی اس لئے کہ وہ بے چاری سن اخطاط میں تھیں
 غذا گھٹ ہی چکی تھی لہذا ان کے لئے وہ تین چیتیاں کافی تھیں وہ پانچ پھر برس
 یا ان سے بھی چھوٹے جو بچے ہوں ان کے لئے خیر سمجھے کہ ہو گئیں کافی کیونکہ ابھی
 غذا اتنی ہی ہے لیکن اب یہ خود تو چونکہ خود ہیں مساوات قائم کرنے والے لہذا
 کریں یا نہ کریں لیکن اس شریک حیات پر کیا گوری چکی غذا ابھی اپنے پورے
 ہے اس میں کمی پیدا نہیں ہوئی ہے اور اس جوان لڑکے پر کیا گوری جو ابھی شروع
 عمر کھلے کر رہا ہے اور شباب کی منزل پر ہے تو اب مساوات تو ہو گئی مگر بہت
 پر ظلم ہو گیا۔ عدل کا ہے میں تھا کہ ہر ایک کو بقدر صلاحیت دیتا بقدر ظرف
 اب معلوم ہوا کہ مساوات میں بھی ظلم ہوتا ہے اور ترک مساوات میں بھی عدل
 لہذا عقلی طور پر میں نے کہا کہ نظر ہے جب مساوات کلیتہً کہنا بلا قید یعنی عدل
 قید سے الگ کر کے تو وہ غلط ہے اور اسلام کو ایک غلط بات کا حامی ثابت کیا
 کی کوئی صحیح خدمت نہیں ہے اب میں کہتا ہوں کہ اسلام کی سب سے زیادہ

مساوات کیا ہے متفق علیہ دستاویز قرآن مجید ہے حدیثوں میں قوی اور ضعیف کا سوال پیدا
 ہوتا ہے قرآن کے سامنے ہر فرقہ کو سر جھکا دینا ضروری ہے اب میں کہتا ہوں جسے حفظ
 اور وہ حافظہ کی مدد سے اور جو ناظرہ خواں ہو وہ ورق گردانی کر کے پورے قرآن مجید
 تلاش کرے۔ یہ اتنی نمایاں بات ہے اسلام دین مساوات ہے یعنی خاص خصوصیت
 اسلام کی مساوات ہے تو زیادہ آیتیں وہ ہونی چاہئیں جو یسوی سے شروع ہوں
 برابر ہے برابر ہے جو بات ذہن نشین کرنا ہوتی ہے اسے بار بار کہا جاتا ہے۔
 آیتیں ہونی چاہئیں جو کہیں کہ برابر ہے برابر ہے اور میں جب قرآن کا مطالعہ
 کرتا ہوں شروع سے آخر تک تو قدم قدم پر لایسوی لایسوی مایسوی لایسوی بدل
 دیتا ہوں کہ برابر نہیں ہے برابر نہیں ہے جیسے دماغ سے نکالنا ہے برابری کو۔ چونکہ
 اسلام ایمان جو میں کر رہا ہوں وہ اب تک کے مسلمات عام کے خلاف ہے
 کہ یہی ہے دین مساوات میں کہہ رہا ہوں جی نہیں اسلام نہیں ہے دین مساوات
 کہ میں اس طرح قرآن سے نکال دوں ارشاد ہو رہا ہے دواک آیتیں پڑھتا ہوں
 لایسوی اصحاب الناس واصحاب الجنة اصحاب الجنة هم الفائزون
 اور امت والے اور دوزخ والے یکساں نہیں ہیں جو بہشت والے ہیں وہی کامیاب
 لایسوی اب میں اسے کیونکر یسوی بناؤں نہیں برابر ہیں۔ ہل یسوی الذین
 والذین لا یعلمون کیا وہ جو صاحب علم ہیں اور جو غیر صاحب علم
 برابر ہیں یعنی نہیں برابر ہیں مثالیں دے دے کر آیت (دیکھو وہ دریا برابر نہیں
 بہتا بہتا ہو بہت خوشگوار ہو اور ایک جو کھاری ہو جو ضرر رساں ہو کیا دونوں
 برابر ہیں جیسے ایک عام جماعت کو دُور کرنا ہے کیا یہ برابر ہیں۔ ضرب اللہ مثلاً

عبد المملوک لا یصبر علی شیء دھوکہ بر علی مولیٰ ایضا یوجہ لایات
بخیر ہل یتوی ہو ومن یعمل بالعدل دھوکہ علی صراط مستقیم
دیکھو اللہ تمہارے لئے ایک کہاوت کہتا ہے کسی حقیقت کو نمایاں کرنے کے لئے
کہاوت دیکھو تمہارے نادرہ کے لئے تمہاری غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے اللہ ایک
کہاوت کہتا ہے کہ کوئی ہو غلام ہو کسی کام کا نہیں اور وہ اپنے مالک پر بار ہو جو
اُسے بھیجے وہ کوئی بھلائی کر کے بھی نہ آئے تو کیا وہ برابر ہے (اس کے) جو دوسروں کو
بھی عدالت کا حکم دیتا ہو اور خود بھی سیدھے راستہ پر قائم ہو یعنی تمہاری نقل خود
فیصلہ کرے گی کہ دونوں برابر نہیں ہیں۔ اور طرح طرح کی مثالیں دیکر کیا برابر ہیں لا
نہیں برابر ہیں الا یہاں والا معات۔ اسے زندے اور مرے جب برابر نہیں ہیں تو کہا
جا رہا ہے کہ ہل یتوی الظلمات والنور۔ کیا تاریکیاں اور اندھیرے برابر ہیں
یہ آخر بار بار تازیانے لگانے کی ضرورت کیا ہے معلوم ہوا غلط رجحان ہے جس کی اصلاح
کرنا منظور ہے جو قدم قدم پر کہا جا رہا ہے نہیں برابر ہے برابر ہے اور اچھا یہاں
نہیں برابر ہیں۔ ہم کیا برابر سلوک کریں سب کے ساتھ۔ ہل یعمل الذین امنوا
و عملوا الصالحات کالمفسدین فی الارض ام یفعل المتقین کالفجور
کیا ہم ان لوگوں کو جو پرہیزگار ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں ان کو مثل ان لوگوں کے
دیں جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو مثل فاسق و ناجر لوگوں کے
کردیں کیا ہم ایسا کردیں یعنی تمہارا ضمیر خود گواہی دے گا کہ ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے
ان المتقین عند ربہم جنت نعیم۔ پرہیزگاروں کے لئے اللہ کے ہاں نعمت
کے باغ ہیں ان یعمل المسلمین کالمجرمین کیا ہم اسلام لانے والوں کو مجرم

مسلم غم کئے ہوئے کو مثل مجرموں کے قرار دے دیں مالا لکہ کیف تحکمون تمہیں کیا
دیا گیا ہے کیسے فیصلہ کرتے ہو اختلافات کروں۔ کیوں ہماری باتوں کا اثر نہیں لیتے ہو
کوئی عام غلطی ہے کہ قرآن بار بار تازیانے لگا رہا ہے یہ گویا سمجھا نا ہے کہ کسی جماعت
میں یہ نہ سمجھو کہ سب ہی اچھے ہیں سب ہی رضی اللہ ہیں سب ہی ٹھیک ہیں۔ تو میں
پہلے ہی عرض کیا تھا کہ جتنی آیتیں ہیں سب کو میں پیش تھوڑی کر سکتا ہوں اتنی
مثالیں دی ہیں اور کسی کو تلاش ہو تو وہ قرآن مجید میں لوٹ کر تاجا جائے جہاں جہاں یہ
مضمون آئے اسے ترجمہ دیکھ کر کیونکہ میں نے آیتیں بلا تبصرہ پڑھی ہیں کوئی خاص تبصرہ
میں نے ان کے متعلق نہیں کیا خود آیت کا مضمون اپنا پورا حاصل دنیا کے سامنے
پیش کر رہا ہے تو مجھے کیا ضرورت ہے الگ سے اس میں کوئی نوٹ لگانے کی۔ تو
کوئی ترجمہ کی مدد سے ان آیتوں کو اکٹھا کرتا رہے تو دیکھئے کہ کتنی بڑی کاپی ہو جاتی ہے۔
اندر اب میری خاطر سے ایک دفعہ اور سرسری دیکھتے چاہئے لا حاصل ہوا وہ
وہ وہ آیتیں دھونڈیئے جس میں کہا گیا ہو برابر ہیں برابر ہیں تو وہ انشاء اللہ نہیں ملیں
گی تو میں کہتا ہوں کہ اتنی دفعہ آیات قرآن نے جس حقیقت پر زور اتنی دفعہ دیا ہوا سکی
ہم اگر مسلمان صرف قرآن کو کافی سمجھتے اپنے لئے تو یہ نعرہ لگاتے کہ اسلام عدم مساوات
اعمال ہے یہ کیا ہے بار بار جو قرآن کہہ رہا ہے اس کے خلاف نعرہ بن گیا اور جو قرآن
کہا ہے وہ زبان پر کسی کی نہیں آتا اب میں کہتا ہوں کہ خدا و رسول کی عملی سیرت دیکھئے
اللہ اس کا قائل ہوں کہ جو رسول کی سیرت ہے وہ خدا و رسول دونوں کی ہے کیونکہ
ان کا کوئی عمل بغیر رضی اللہ عنہ نہیں ہوتا خصوصاً جب یہ بھی کہہ دیں کہ یہ اللہ کی طرف سے
ہے تو پھر تو بشریت والے مسلمان کو بھی ماننا پڑے گا اگر رسالت کو مانتا ہے تو پھر

jabir.abbas@yahoo.com

تو سر تسلیم خم کرنا پڑے گا کہ اب یہ ارشاد تو کم از کم بشریت کی بنا پر نہیں ہے تو میں یاد دلاتا ہوں۔ آپ کے جانے پہچانے واقعات۔ اگر اسلام دین مساوات ہوتا تو دروازہ بند ہوئے تھے تو سب کے بند ہو جاتے کسی کا کھلا نہ رہتا اور جناب اس مساوات پر احتجاج بھی ہو رہا ہے دوسرے لوگ طلب مساوات میں کہتے ہیں ہمارا جو سب کے ساتھ ہوا وہ ایک کے ساتھ کیوں نہ ہوا۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ ہمارا دروازہ کیوں بند ہوا یہ کہتا ہے یہ کیوں کھلا ہے ذرا اس نوعیت احتجاجی سے غلوں دیکھیں دلچسپی فائدہ اٹھانے سے نہیں ہے۔ ضرور سامانی سے دلچسپی ہے جی کوئی اپنے دروازہ کو نہیں کہتا۔ اس کے معنی ہیں ہر ایک جو لگے ساتھ ہوا اس کا تو اپنے کو مستحق سمجھتا ہے اس کی نظر اس دروازے پر ہے کہ یہ دروازہ کیوں کھلا ہے۔ یہ کیوں کھلا ہے معلوم ہوا کہ اگر ہر ایک اپنے دروازے کو کہتا تو سب کے مفادات الگ الگ ہوتے مگر جب ہر ایک کہہ رہا ہے یہ دروازہ کیوں کھلا ہے۔ اب اگر یہ دروازہ کھلا رہا ہے میں کہتا ہوں یہی سب کے لئے وجہ عداوت اس دروازے سے ہو جائے گی اس شخصیت الگ سے ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں اب کسی اور کو تو ہمت نہیں ہوتی جناب پیغمبر خدا کے عم بزرگوار کو منتخب کرتے ہیں۔ جی ہاں انہیں کہ ان سے کہیں جی ہاں بدھے ہی فقط نہیں ہیں وہ تو رسول کی ہر بات کو قرابت پر محمول کر لیں اس لئے کہ قرابت رکھتے ہیں اور ذرا ادنیٰ قرابت اسے یہ تو چچا زاد بھائی تو چچا ہیں عم بزرگوار ہیں مگر میں اب ایک اور پہلو کی طرف توجہ دلاؤں اہل بیت قرابتوں کا اثر اٹھا پڑتا ہے کتنے ہی شدید دشمن رسول کے تھے غیر مگر کسی کا نام میں نہیں آیا اور جو رشتہ دار تھا اس کا نام آیا اب آپ نے دیکھا کہ یہاں

اسے جب رسول نے کہہ دیا کہ میرا کام نہیں ہے اس کا ہے تو اب کسی کو اس میں ہمت ہو سکتا۔ اگر رسالت پر ایمان رکھتا ہے تو عمل خدا و رسول، معلوم ہوا کہ جبریت کا اعتبار ہے اسکے امتیاز کا حامی ہے مساوات کا نہیں اور اس کے بعد اب جتنی قرابتیں کے نزدیک رسول نے برقی ہیں اور رسول نے خصوصیتیں نہیں برتیں ہوں یا قرابت یاد کیوں کر رہی ہے خصوصیتیں برتیں بھی تو بار بار قرابت یاد آتی ہے کہ اس مساوات ہوتی تو یا سب خواہین کی تعظیم کو کھڑے ہوتے یا کسی کی تعظیم کو کھڑے ہوتے مساوات یا ثبوت میں ہوتی یا نفی میں ہوتی اور ایک مکتب خیال کے

لفظ نظر سے تو نفی ہی میں ٹھیک تھا کہ کسی کے لئے نہ اٹھتے کیونکہ دنیا کہتی ہے کہ تعظیم کے لئے اٹھنا شرک ہے اور نام رسول پر جو معمول میں میلاد میں جو لوگ اٹھتے ہیں اور پر دنیا معترض ہے کہ کیوں کھڑے ہوتے ہیں تو دنیا تو تعظیماً کھڑے ہونے کی مخالفت ہے لہذا مساوات میں وہی پہلو زیادہ اچھا تھا کہ کسی کے لئے نہ اٹھتے مگر جناب صراحہ کی حدیث کو کیا کیا جائے کہ اذا دخلت فاطمہ جب حضرت فاطمہ زہرا آتی تھیں ایک دفعہ کی بات نہیں کہ آئیں اور رسول کھڑے ہو گئے نہیں۔ جب آتی تھیں یہ کہ مستقل موضوع ہے کبھی انشاء اللہ اس حدیث کی تشریح پیش کر دوں گا، جب حضرت فاطمہ آتی تھیں تو رسول اللہ، قام رسول اللہ الیہا، رسول خدا کھڑے ہو جاتے تھے یہ پہلا ہی جملہ اتنا اونچا تھا کہ ہماری تقریر پر تو حیرت برپا کر لیا، اسی پر زور دیتے رہے حالانکہ حدیث اس پر ختم نہیں ہوئی ہے تیسرا جملہ ابھی ایک ایسا آئے گا جو میرے نزدیک اس سے بالاتر نہیں ہے تو اس سے کم ترجمہ بھی نہیں ہے وہ عموماً آپ کے سامنے نہیں پیش ہوتا بس یہی پہلا جملہ اسی پر زور ہوتا ہے مگر حدیث اتنی نہیں ہے کھڑے ہو جاتے تھے وہ دھبہ ہا اور مدح جہا فرماتے تھے خیر مقدم خوش آمدید، خیر یہ بھی یہ دوسری بات ہے تیسرا جملہ جو ہے میرے تو رنگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں واجلس ہا فی مقامہ او انکوائی جگہ پر بٹھاتے تھے اب اس جملے کا عقلی طور پر تجزیہ کیجئے اس کے معانی ہیں کہ جب تک فاطمہ بیٹھی ہیں رسول اپنی جگہ نہیں بیٹھے ہیں۔ جب فاطمہ اٹھ کر چلی جائیں تب پیغمبر پھر اپنی جگہ پر بیٹھیں گے تو اب امتیاز ہوا یا نہیں ہوا سب کے ساتھ تو یکساں عمل نہیں ہوا اور ایسے کے ساتھ یکساں عمل ہوا جس کا رشتہ ایسا ہے کہ تمام ہی نہیں ہے کھڑے ہونے کا۔ یہ عمل یہ بتاتا ہے کہ فاطمہ فقط بیٹی نہیں ہیں کچھ اور بھی

اور اب پیغمبر خدا کا مسلسل عمل ہے حدیث کے الفاظ ہی سے میں سمجھا چکا کہ مسلسل۔ وہ مسلمان کہتے ہیں بعض کام بر بنائے بشریت ہوتے تھے وہ بھی کہتے ہیں کہ بر بنائے بشریت میں اللہ کی بے محل بات ہوتی تھی تو اللہ اس پر قائم نہیں رہنے دیتا تھا تو پہلی دفعہ کیا تو اسے بشریت کہہ لیجئے جب برابر قائم رہے تو اب تو فعل الہی ماننا پڑے گا۔ اللہ سے قربت کہ پیدا کیجئے کچھ تصور کیجئے بغیر اسکے بات سمجھ میں نہیں آئے گی بس ہمیں تشریح بھی کر دیا اس کا مددہ کیا تھا کہ قربت کی لفظ سے گھبرائیے گا نہیں۔ قرابتیں اصل ق رب۔ تو آپ ہر نماز میں کہیں قربت الی اللہ۔ وہ آپ کے لئے روا ہوا اور میں کچھ شخصیتوں کے لئے کہہ دوں اللہ سے قربت تو وہ کسی کے مزاج پر بار ہو جائے۔ جیسی جس سے قربت ہو سکتی ہو اس کی بات جب خود بے لوث ہو تو اس کی قربت قربت ہی سے ہوگی۔ اور زیادہ قربت الی اللہ کی حقیقت کا حامل ہوگا اتنا ہی اسے اس سے قرب حاصل ہوگا اتنا ہی اسے امتیاز عطا کیا جائے گا اور میں کہتا ہوں بس اب یہ تمہارے درجہ بہت ہی اسیط اس کو عرض کیا جاسکتا ہے اب کل دوسرے جزو کو عرض کرنا ہے مساوات والا فرق کہ حضور والا معلوم ہوا یہ یہاں تک میں پہنچا کہ ان ہستیوں کے درشتے ہیں، ایک رشتہ ہے رسول کے ساتھ قربت کا اور ایک رشتہ ہے اللہ کی طرف میں کہتا ہوں کہ رسول کا عمل بھی دو طرح کا ہوتا تھا ایک اپنے رشتے سے ایک اللہ کے رشتے سے۔ وہ جو بیٹی کو گلے لگاتے تھے وہ اپنے رشتے سے اور یہ جو تعظیم کو کھڑے ہوتے تھے اس کے رشتے سے۔ اور بعض وقت مصلحت الہی اس کی متقاضی ہوتی ہے کہ یہ عمل اپنی قربت کے لحاظ سے کریں اور میں اپنی قربت کے لحاظ سے اسے قبول نہ کر لیا یہ بھی ہوا ہے۔ یہاں یہ دورنگی بھی منشاء الہی کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ آپ کے

jabir.abbas@yahoo.com

عمل اُنکے سامنے تھا یہ مصائب میں میں کہتا ہوں کہ اُنکے پیشِ نظر ہے میرے لئے
میں رسول نے سجدے کو طول دیا تھا تو سہی جو سجدہ ہی ہو اور سجدے پر فخر ہو۔ اب
سخت بات ہے میں نے گراچی میں بھی کبھی تھی اور جو حقیقت ہے بہر حال کہتا ہوں کہ
ہمارے عزاداروں کے یاد رکھنے کی بات ہے کہ اسکے بعد انقلاب زمانہ نہیں ہے
کیا ہے کہ ہمیں فخر تو یاد رہے اور سجدہ نہ یاد رہے انہوں نے تو اپنی شہادت کا
بنا دیا نماز کو۔

اور ایک دن کہہ چکا ہوں کہ یہ ہر نمازی سر رکھتا ہے تو سر اٹھاتا بھی ہے گردن
بات ہے لیکن ماشاء اللہ آپ حضرات ہر باریک بات کو سمجھتے ہیں میں کہتا ہوں
سجدہ طولانی کتنا ہوتا ہے۔ رکوع اس وقت تک طولانی ہوگا جب تک سر نہ اٹھے
سجدہ اس وقت تک طولانی ہوگا جب تک سر نہ اٹھائے، تو پھر نے بچپن میں
کو کتنا طول دیا وہ ہم بتا سکتے ہیں اور حسین نے سجدے کو کتنا طول دیا۔ حیرت
ایسا سجدہ اور حضرت علی ابن ابی طالب کا سجدہ اور مسلسل زندگی کے سجدے مگر یہ
نہ علی کا لقب ہے نہ حسین کا لقب ہے اُنکے پیشمار القاب ہیں امام المقتدین ہے سید
ہے مگر کیا کرول سید الساجدین نہیں ہے اُنکے القاب ہیں۔ حضرت امام حسین کے
میں سید الصابریں ہے سید الشہداء ہے میں کیا کرول سید الساجدین آپ کے القاب
نہیں ہے مگر یہ ہمارے چوتھے امام نے کس عالم میں سجدے کئے کہ ان کا لقب
سید الساجدین۔ اب وہ مسلسل کر بلا سے کوڑ اور کوڑنے سے شام وہ گرائی آہن
وہ سجدے اُن کی کیفیتیں کہاں راویوں نے بیان کیں مگر ایک سجدے کی کیفیت
عبد القادر عیسیٰ شافعی نے اپنی کتاب ذخیرۃ المعادی فی مناقب آلہ الامجاد میں بیان کی

الانما فیہ وقت ہے وہ گیا رھویں شب محرم کی جسے ہم آپ شام غریباں کہتے
شب قیامت کی رات ہے کوئی کہے شب عاشورہ ہے یا وہ قیامت کی رات میں
کہا ہوں جی ہاں شب عاشورہ سے بہت بڑھی ہوئی۔ اسے شب عاشورہ حسین کی
تخلیل کی آوازیں تھیں۔ شب عاشورہ اصحاب کی تکبیروں کی صدا میں تھیں شب عاشورہ
امام کی تسبیح و تحمیل کی آوازیں تھیں اور میں کہتا ہوں کہ شب عاشورہ جاس کے شیرازہ
اصحاب کی صدا تھی جو بیسیوں کے دل کو ڈھارس دے رہی تھی۔ لیکن گیارہویں شب
شب آندھیاں سیاہ چل چکی تھیں جب فرات کا پانی نیر دل اچھل چکا تھا اور کہوں
شب سے مل کر شعلے فرو ہو چکے تھے خاکستری گئی تھی تو اس شب کی قیامت کا حال
کوئی بیان کر سکتا ہے اسے کل تو تسبیح و تحمیل تکبیر سب کی آوازیں تھیں۔ آج زمام کی
صدا ہے تکبیر، نہ اصحاب کی آوازیں نہ عزیز و اقارب کی صدا میں نہ جاس کی صدا
اور اہل دل میں کہتا ہوں آج ایک پتے کے رونے کی آواز بھی نہیں ہے ستارا اور
ستارے۔ اور عرض کروں کہ اسے شب عاشورہ میڈیاں خیموں کے نیچے بیٹھی تھیں آج
اس میڈیاں خیموں کی خاکستر پر بیٹھی ہیں تو آج کے دلوں کی واردات کوئی بیان کر سکتا
ہے مگر نہیں یہ جملہ ہے اسی پر ختم کر دوں گا باب مصائب تیر و فخر بھی نہیں ہیں یہ
ات سب مصائب ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ قیامت خیز رات اور علامہ شافعی
سید الساجدین نے پوری رات ایک سجدے میں گزار دی ہے اور زبان پر تھا
لا الہ الا اللہ حقاً حقاً لا الہ الا اللہ صدقاً صدقاً شکراً شکراً۔

جلد ششم

دین اسلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ -

۱۴۹

وہ الفاظ نہ ماضی نہیں ہیں۔ بلکہ حال میں بھی اُسکے بقایا آثار زندہ موجود ہیں جو کما ہر کوئی
 غلط کر سکتا ہے۔ ایک دولت کے لحاظ سے بلندی اور عزت کے لحاظ سے پستی، جو
 صاحب دولت ہے وہ بلند اور چوٹی دست ہے وہ پست یہاں تک کہ اُس کے
 اس وقت محاورہ تھا اور نہ چلنے ۱۴ سو برس کے انقلابات کے بعد بھی وہ کس چور
 دوازے سے ہمارے ہاں بھی چھپا ہوا رہا اور آج تک ہے۔ وہ یہ کہ بڑے آدمی جب
 ہمارے تو مراد اس سے دولت مند ہوتے ہیں فلاں صاحب بڑے آدمی ہیں، یعنی
 اس میں تو یہ محاورہ قرآن مجید سے بہت چلتا ہے کہ یہ پیغمبر کے مقابلے میں مشرکین
 حالت کی آواز تھی بالکل یہی محاورہ وہ استعمال کرتے تھے قرآن کی آیت ہے۔ لَوْ كَا
 لَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ یہ قرآن مکے یا مدینہ
 کے بڑے آدمی پر کیوں نہ اُترا۔ یہ مکہ اور مدینہ میں نے رواروی میں غلط کہہ دیا وہ
 ہاں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اُترا۔ یہاں کہ اور مدینہ نہیں ہیں مکہ اور طائف
 کے قریب بڑا زرخیز تھا اس لئے وہاں کھیتی اور کوڑھتی لوگ کثرت سے
 تھے تو یہ لوگ کہتے تھے کہ آخر یہ قرآن یعنی قرآن کے معنی میں تو نہیں ہوتا لیکن
 اُناراجاتا وہ کوئی بڑا آدمی ہوتا اس میں کیا مضمر ہے یعنی اگر کسی بڑے آدمی پر
 اس کا وہ دعویٰ رسالت کرتا تو ہماری عادت ہی ہے بڑے آدمیوں کے سامنے سر
 میں اُٹھاتا، لیکن خالق نے بھی قرآن اُتار تو قبیلہ بنی ہاشم کے ایک
 کے باپ کا انتقال دادا کے سامنے ہو گیا تو وہ خاندانی دراثت سے بھی محروم ہو گیا
 کیا قرآن اُتارنے کے لئے بس اب یہاں قرآن مجید کی ایک اور آیت آپ کو
 اُس کے مقابلے میں اللہ کو کہنا تھا کہ اے پیغمبر آپ بڑے آدمی ہیں یہ کیا کہتے

میں نے عرض کیا کہ مطلق مساوات کا لغو غلط ہے کچھ بند کر کے یہ کہنا کہ اسلام
 کا علم دار ہے یہ درست نہیں ہے نہ از روئے عقل نہ از روئے قرآن نہ از روئے
 رسول و آل رسول۔ مگر کوئی کہے کہ پھر کیا یہ بات بالکل غلط ہے کہ اسلام دین مساوات
 ہے ایک معنی سے اسلام دین مساوات ہے جس معنی سے اسلام دین مساوات
 وہ یہ ہے کہ جو غلط اقتدار امتیاز کے قرار دیئے گئے تھے۔ نوع انسانی میں بلندی
 کے جو غلط معیار مقرر کر لئے گئے تھے۔ ان اقتدار کو اور ان معیاروں کو جو دنیا کے
 کئے تھے اسلام نے مٹایا انہیں ختم کیا اور اُنکے مقابلے میں مساوات کا علم بلند
 مقابلے میں مساوات کا علم بلند کر کے پھر اپنی جانب سے وجہ امتیاز مقرر کئے
 اسلام کے مقرر کردہ وجہ امتیاز میں اُنکے مقابل میں مساوات کا لغو غلط اور جو
 کے وجہ امتیازات تھے اُنکے مقابلے میں مساوات کا لغو صحیح۔ اب دنیا والوں
 کس کس حیثیت سے امتیازات مقرر کئے تھے اُوپر نیچ کے۔ درجہ مقرر کئے

Jabir

ہیں کہ کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا نہیں بڑے آدمی آپ ہیں ہم نے بڑے ہی پر اتارا ہے لیکن رسول کو بھی اگر یہ کہا جاتا کہ آپ بڑے آدمی ہیں تو یہ ذہنی نہ ہوتی کہ آدمی بڑا ہوتا ہے یا کردار۔ تو یہ جناب دولت غربت ایک معیار بلند پستی کا دوسرا معیار ذات اور نسل۔ اونچی نسل میں جو پیدا ہوا وہ اونچا ہے اور نیچی میں جو پیدا ہوا وہ نیچا ہے یہ آپ کے پاس کے ملک میں جاہ و جلال کے ساتھ رہا کہ چار طبقے مستقل بلندی و پستی میں تقسیم شدہ ہو گئے کہ جو برہمن ہے وہ اونچا پھر اُسکے بعد وہ ہے سپر گری کا فن جو جانتا ہے جس کے ہاں سپر گری ہوتی رہی وہ دوسرے درجے پر ہے پھر تیسرے درجے پر وہ ہے جو کھنے پڑھنے کا کام کر رہے ہیں جو تھے درجے پر بیچارے کا شکار، وہ مزدور یہ سب اور مختلف پیشے والے تو ذات کے اعتبار سے بلندی و پستی دو چیزیں۔ تیسری چیز رنگت کے یہ متحدان دنیا یورپ کی دہاں گورے اُپرے ہیں اور کالے نیچے ہیں اور وہ بھی محاورہ ہے گورے کالے کا جو اُنکے ہاں ہے وہ گورا ہے ہمارے ہاں کا گورا کالہ ہے تو وہ جناب وہ گورے اور کالے وہ دنیا کی لاکھ کافرنوں کے باوجود بے دنیا میں۔ یہاں تک کہ ایک ہوٹل میں گورے اور کالے کھانا نہیں کھا سکتے ایک سکول میں کالے اور گورے پڑھ نہیں سکتے یہاں تک کہ وہ جو آبجیکٹ منڈی کا گویا مرکز مانا جاتا ہے امریکہ اور وہاں تھوڑے ہی عرصے کی بات ہے کہ ایک جلا دیا گیا اس لئے کہ وہاں کالے طالب علم داخل ہو گئے تھے تو وہ سکول ہی کی دی گئی وہ ایک صدر بیچارہ حامی حقوق ہو گیا تھا اسے گولی مار دی گئی تو معلم رنگت کے لحاظ سے بلندی و پستی یہ ایک مستقل کسی ملک والوں نے بڑے

اپنے کو کہہ دیا کہ ہم سورج کی اولاد ہیں وہ سورج کی اولاد ہو گئے۔ پٹیل کا فلسفہ بھی یہی تھا کہ ہر من قوم دنیا میں حکومت کرنے کے لئے پیدا ہوئی ہے اس کے علاوہ جتنے اور قومیں بننے کے لئے پیدا ہوئے ہیں خلق ہوئے ہیں تو یہ رنگت کے نسل کے اعتبار سے کوئی رنگت کے اعتبار سے بھی تو کہیں وہ ایک ہو جاتا ہے کہیں دو آتشہ ہو جاتا ہے تو وہ بلندی و پستی تقسیم ہو گئی ان چیزوں میں۔ اب ان سب میں جو مشترک خرابی ہے اس مرض کو دوں۔ مشترک خرابی ان سب میں یہ ہے کہ بلندی و پستی کے معیار انسانی حدود اختیار کے حدود سے باہر مقرر کئے گئے ہیں یعنی جو ان کی ذات میں پیدا ہوا وہ اختیار سے کسی ذات کو منتخب نہیں کر سکتا تھا اس ذات میں پیدا ہونا غیر اختیاری بات تھی جس کی جو رنگت ہے وہ اپنے اختیار کی بات نہیں ہے گورا اپنے اختیار سے اپنے آپ کو کالا نہیں کر سکتا۔ کالا اپنے اختیار سے اپنے کو گورا نہیں بنا سکتا۔ اختیاری نظام بھی دنیا کے ماتحت ہی دست ہر ایک قادر نہیں ہے کہ دولت مند اور غریب کے درمیان بلندی و پستی کے حدود اختیار سے باہر قرار دیتے جاتے ہیں یا اس کا ایک عام فہم لفظ میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ گویا بلندی و پستی فطرت کے جوئے سے پیدا ہو گیا ہو گیا اونچے خاندان میں تو گویا قرعہ فال بلندی پڑا اور پست خاندان میں پیدا ہوا تو قرعہ فال پستی اُس کے اوپر پڑ گیا تو اختیار اب جب بلندی و پستی اختیار نہ رہی تو ایک عقلی چیز یہ ہے کہ اصلاح کے لئے دنیا میں دو چیزیں نہ رہیں ایک پورا بھروسہ کامیابی پر۔ اور ایک پوری یقین دہانی کے طور پر طالب علموں کی زندگی ہے کہ ایک لڑکا ہے بہت اچھا محنتی صاحب صلاحیت ہے مگر کسی وجہ سے اس کو یقین ہو گیا ہے کہ میں بہر حال ذلیل ہو گیا

کسی تعصب کی وجہ سے کچھ ماسٹر صاحب کی ناراضگی کی وجہ سے۔ کچھ دہاں کے ماحول کا ہو جانے سے بہر حال اسے یقین ہو گیا ہے کہ میں بہر حال فیل ہونکا تو اب وہ کیوں کرے۔ وہ سمجھتا ہے کہ محنت کرونگا تب بھی فیل ہونکا محنت نہ کروں گا تب بھی ہوں گا تو اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ راتوں کی نیند بے چین کرے۔ اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ زحمت و مشقت سے کتابوں کو تیار کرے وہ سمجھتا ہے کہ میری قیمت میں ناکام ہی ہونا ہے ایک وہ ہے جسے کسی وجہ سے یقین ہو گیا کہ میں تو کامیاب رہوں گا وہ بھی کچھ ماحول وغیرہ سے اس کا تعلق ہے کچھ اس کی خصوصیت ایسی ہوئی نہیں سکتا کہ یہ فیل ہو جائے یہ بھی محنت کیوں کرے۔ ارے یہ تو اطمینان نیند سوئے تب بھی پاس ہو گا تو کیوں بے چین کرے نیند۔ ایک محنت نہ کرے بلے ضرورت سمجھ کر۔ ایک محنت نہ کرے بلے کار سمجھ کر بس یونہی اگر ملندی دلچسپی کا غیر اختیاری اعتبار سے ہوا تو جو بلند خاندان میں پیدا ہوا یا اس رنگت والا ہے اُدنچا ہے وہ اپنے کو سدھارنے کی کوشش کیوں کرے وہ تو سمجھتا ہے کہ میں چاہتا جیسا ہوں مگر اُدنچا ہوں اور جو نیچی ذات میں پیدا ہوا ہے یا اس رنگت کا ہے وہ سمجھتا ہے کہ میں تو بہر حال ناکام ہوں لہذا وہ اصلاح عمل کی فکر کیوں کرے پڑھے لکھے کیوں ضبط نفس کیوں کرے اپنے کو اچھے اخلاق سے آراستہ کیوں کرے تو کہتا ہے جتنے بھی جتن کروں نیچے ہی رہوں گا اُدنچا نہیں ہو سکتا اسے اطمینان کہ میں اُدنچا ہوں نیچا نہیں ہو سکتا اسے مایوسی کامل ہے کہ میں نیچا ہوں اُدنچا نہیں ہو سکتا لہذا اصلاح عمل کے جذبے دونوں کے ختم ہو گئے اسلام نے کہا کہ ایمان نصفان نصف خوف و نصف ہرجاء۔ ایمان کے برابر کہ

میں خوف اور اُمید۔ یقین کامل کرنا کہ بس ہم نجات پا جائیں گے یہ بھی خدا کو ناپسند ہے۔ اہل ناپسند ہو جانا کہ ہم سوا دوزخ کے کہیں جا ہی نہیں سکتے یہ بھی خدا کو ناپسند۔ اگر کہیں کہ بہر حال جنت ہمارے دم قدم سے لگی ہوئی ہے تو کیوں اعمال صالحہ میں محنت نہ کریں گے کیوں نیند بے چین کر کے صبح کی نماز پڑھے کیوں خواہشات نفس کو روکے اور اللہ کو سطلق العنانی کے ساتھ حاصل نہ کرے۔ اُسے یقین ہے کہ چاہے میں جو کروں، میرے دم قدم کو لگی ہوئی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ تصور کرنا یا کسی شخص کا یہ تصور پیدا کرنا کہ تم بہر حال جنت میں جاؤ گے یہ مقصد الہی کی دشمنی ہے اور وعظ کے معنی عموماً یہ ہیں سمجھتے ہیں کہ اس نے کہنا شروع کیا ارے بیٹی دوزخ ہے۔ یہ تہا ری بد اعمالی دوزخ کے سوا کہیں نہیں لے جا سکتیں تو اگر اس نے روز روز یہ دوزخ ہی کہا اور جمع روز دوزخ کا یقین دلا دیا تو جو نماز پڑھتا تھا وہ بھی چھوڑ دینا کہ پڑھوں تب بھی دوزخ میں جاؤنگا نہ پڑھوں تب بھی دوزخ میں جاؤنگا جتنا کار خیر جو کر بھی رہا تھا وہ چھوڑ دینا کہ فائدہ ہی کیا ہے جب دوزخ یقینی ہو گیا معلوم ہوا کہ وہ بھی دشمنی یہ بھی دشمنی۔ دور سابق کے انبیاء میں بعض میں ایک پہلو نمایاں تھا کیونکہ عبوری دور ہوتا تھا اس کو میں روزمرہ کی مثال میں یوں پیش کرتا ہوں کہ جب بچے کھانا شروع کرتے ہیں تو ان کو تختی کچھ کر دی جاتی ہے کہ ایسا کھو اس میں خوشخطی کے اصول ہیں کسی خوشخطی کے اصول کو بھولتی جاتی ہے اس کو سر مشق کہتے ہیں جس کو دیکھ دیکھ کر وہ شکر میں تو اس اصول ہے کہ الف اتنے نقطوں کا ادب اتنے قد و قامت کی اور جیم کا حلقہ ایسا ہونا چاہیے تو ہر حرف اپنے پورے کمال پر ہے، لیکن جس دقت پر کہ مشق ہو گئی اب کہ پڑھا اب ملا ملا کر حرف کھوانا شروع کئے کہ کھو اب دوزخ میں مل گئے تو

کیا ہو کہ جیم کا سر رہ گیا دھڑ غائب ہو گیا ب کا قدرہ گیا سر غائب ہو گیا۔ اس طرح
یکے کے ق کو ل سے ملا دیا تو ق کا سر رہ گیا پیٹ چلا گیا تو ہر حرف کٹ گیا مگر م
اوپنچا ہو گیا بس ہمیں گزشتہ دور کے انبیاء تھے کہ عبوری دور کے لئے آئے
لئے کسی نے یہ نمونہ پیش کر دیا کہ دیکھو عمر بھر شادی نہیں کرتے یعنی ضبط نفس کی
کامل پیش کردی۔ مگر وہ تعلیم خود بتا رہی ہے کہ یہ ابتدائی دور کی تعلیم ہے یہ
ہے تو عبوری دور کے جو انبیاء تھے ان انبیاء میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ کسی پر وہ
ہے کسی پر یہ۔ حضرت یحییٰ رات دن رو رہے ہیں انہیں خوب الہی کا احساس
کرانا تھا۔ جناب علیؑ بشارت دے رہے ہیں روایت میں ہے کہ دونوں
خالہ زاد بھائی تو تھے ہی۔ تو جناب یحییٰ سے ملاقات ہوئی جناب علیؑ
تو جناب یحییٰ نے ان سے کہا کہ واہ واہ آپ کو تو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ان
دورخ پیدا ہی نہیں کیا انہوں نے کہا جی ہاں اور آپ کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ
نے بہشت نہیں پیدا کی۔ آپ نے دیکھا کہ وہ بھی ایک جزو کی مشق کر رہے ہیں
بھی ایک جزو کی مشق کر رہے ہیں۔ اب جو آیا نظام تعلیم کو اپنا بنانے کے
کے برابر کے دولقب ہو گئے۔ بشیراً و نذیراً۔ بشارت دینے والا اور اندازہ کرنا
بشارت ہے اُمید کا سرا یہ فراہم کرنے کے لئے۔ اندازہ خوف کا محرک پیدا کرنے
لئے تب ایمان کے دونوں جزو حاصل ہونگے نصف خوف و نصف رجاء۔ آدھا
خوف ہے اور آدھا ایمان اُمید ہے یہ امید و بیم یہی کامل ایمان ہے اب کوئی
جو اعتماد کامل پیدا کر دے یا مایوسی کامل پیدا کر دے غلط ہوگی تو اس سب میں
ہے اور پھر عقلی طور پر بھی دیکھئے کہ دولت کو معیار سمجھا بندی کا۔ تو سبب بند

ہے وہ خود آدمی سے اُپنچی ہوتی ہے کسی بڑے باپ کا بیٹا ہونے کا فخر ہی کرتا
تو اس منزل پر نہ ہو وہ یونہی تعارف کراتا ہے کہ فلاں صاحب کا میں بیٹا ہوں
وہ خود کچھ ہو تو یہ تعارف نہ کراتا اب جو شخص اپنے آپ پر فخر کرتا ہے کہ میں صاحب
دولت ہوں یا دوسرے اُسے اُپنچا کہتے ہیں تو یہ بڑا ہے اس لئے کہ صاحب دولت
اس کے معنی یہ ہیں کہ دولت کو انسانیت سے اُپنچی شے سمجھتے ہیں تو اگر دولت
فخر سمجھیں تو اصل دولت تو ہمدات ہیں اسے وہ ٹھوکر دل میں لے والے
کے غار میں وہی حقیقت کے لحاظ سے سونا چاندی اور یا قوت ہیں۔ یہ تو
کے ساز کی بات ہے کہ جیسا رنگ جسے دے دیا ویسی اس کی قیمت ہو گئی تو اگر دولت
اور انی پر کسی نے اپنے آپ کو بلند سمجھا تو اس کے معنی ہیں کہ پتھر دل کے ڈھیر کے
لوہے کو اپنے لئے سبب فضیلت سمجھا تو اسے اسلام نے مٹایا ہے دولت چھینی
مگر دولت کی قدر گھٹا دی اور اس کے لئے بس سیرت رسول کا ایک واقعہ پیش
کے آگے بڑھوں گا کیونکہ ابھی بہت کچھ عرض کرنا ہے کہ حضور جو رسول کا دہار تھا
حال خاص جو بھی آیا بیٹھ گیا اب رئیسوں کی ذہینیت جو ہوتی ہے وہ ہر دور کے
دول کی ہوتی ہے تو نجد میں بہت رئیس ہوتے تھے تو یہ جب آتے تھے تو اب کئی
لئے آگے دیکھتے تھے کہ محفل ہمارے بیٹھنے کے لائق کس وقت ہے اور زیادہ تر
کے قریب پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے لوگ۔ تو اب وہ کہتے ہیں اس وقت
میں ہے ہمارے جانے کا۔ اب ایک وقت اتفاق سے موقع مل گیا دیکھا کہ
کا پہلو غامی ہے کوئی وہاں ایسا آدمی نہیں دیکھا تو وہ سمجھے کہ ہاں یہ وقت بیت
ہے۔ اب پیغمبر کی خدمت میں آکر باتیں کرنے لگے بہت چپکے چپکے جیسے ہم بڑے

مقررین میں ہیں اتنی دیر میں ایک اور صحابی آگیا اب ظاہر ہے ان کے میٹھے سے

بھر تو نہیں گئی تھی وہ اس دربار کا عادی ہے لہذا وہ اگر بلا تکلف اُنکے پہلو میں بیٹھ گیا اب زبان سے تو کچھ نہیں کہا اب نفسیاتی طور پر دیکھئے گا کہ یہ عمل ہوا ہوگا لاشعور پر یا نہیں۔ کہ زبان سے کہا تو کچھ نہیں لیکن اپنے دامن قبضہ کو ذرا سیمیٹ لیا اور رسول کی نگاہ حواخذہ نے اس خفیہ عمل کی گرفت کی۔ ارشاد فرمایا یہ تم نے کیا کیا اب ہاتھ جوڑ کر جی میں نے کیا ہی کیا ہے کچھ نہیں۔ کچھ نہیں میں نے کیا فرمایا نہیں نے محسوس کیا میں نے دیکھا کہ تم نے کیا کیا یہ تم نے دامن اپنا کیوں سیمیٹا۔ کیا اس کے ذریعے سے اس کی عزت تم میں آجاتی اور تمہاری دولت کچھ اُس کے پاس چلی جاتی اب ظاہر ہے اس کا جواب کوئی نہیں تھا تو ممکن ہے واقعی غمخیز شرمندہ ہوا ہوگا حضور خطا ہوئی۔ اب اسکے کفارے میں میں اپنی آدمی دولت اس بھائی کو اپنے دیتا ہوں۔ اب رسول کے چہرے پر آٹا رخصت تھے ایک دم سے لبوں پر تبسم آگیا اب نتیجہ بعد کو بتاؤں گا میں کہتا ہوں دیکھئے یہ ہے خود اختیاری اشتراکیت۔ غیر تحریک سے شریک بناؤ دوسرے کو۔ صلوة۔

اس نے کہا میں اپنی آدمی دولت اسے دیتا ہوں۔ رسول کے لبوں پر تبسم آیا اور اس صحابی کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بھی اُنھوں نے ذرا سا ایک لنگ کر دیا تھا تو وہ شرمندہ نہیں اس پر گویا رسول ان کی طرف سے معذرت کر رہے ہیں، یہ اس پر شرمندہ نہیں اس کے کفارے میں یہ اپنی آدمی دولت تمہیں دے رہے ہیں اس نے کہا حضور کے ساتھ واپس۔ پھر حضرت مسکرائے اور ارشاد فرمایا کیوں میں نے جبر تھوڑی کہا میں نے تو تحریک بھی زبانی نہیں کی ہے وہ خود سے دے رہے ہیں تو انکار کیوں

مقررین میں ہیں اتنی دیر میں ایک اور صحابی آگیا اب ظاہر ہے ان کے میٹھے سے بھر تو نہیں گئی تھی وہ اس دربار کا عادی ہے لہذا وہ اگر بلا تکلف اُنکے پہلو میں بیٹھ گیا اب زبان سے تو کچھ نہیں کہا اب نفسیاتی طور پر دیکھئے گا کہ یہ عمل ہوا ہوگا لاشعور پر یا نہیں۔ کہ زبان سے کہا تو کچھ نہیں لیکن اپنے دامن قبضہ کو ذرا سیمیٹ لیا اور رسول کی نگاہ حواخذہ نے اس خفیہ عمل کی گرفت کی۔ ارشاد فرمایا یہ تم نے کیا کیا اب ہاتھ جوڑ کر جی میں نے کیا ہی کیا ہے کچھ نہیں۔ کچھ نہیں میں نے کیا فرمایا نہیں نے محسوس کیا میں نے دیکھا کہ تم نے کیا کیا یہ تم نے دامن اپنا کیوں سیمیٹا۔ کیا اس کے ذریعے سے اس کی عزت تم میں آجاتی اور تمہاری دولت کچھ اُس کے پاس چلی جاتی اب ظاہر ہے اس کا جواب کوئی نہیں تھا تو ممکن ہے واقعی غمخیز شرمندہ ہوا ہوگا حضور خطا ہوئی۔ اب اسکے کفارے میں میں اپنی آدمی دولت اس بھائی کو اپنے دیتا ہوں۔ اب رسول کے چہرے پر آٹا رخصت تھے ایک دم سے لبوں پر تبسم آگیا اب نتیجہ بعد کو بتاؤں گا میں کہتا ہوں دیکھئے یہ ہے خود اختیاری اشتراکیت۔ غیر تحریک سے شریک بناؤ دوسرے کو۔ صلوة۔

اس نے کہا میں اپنی آدمی دولت اسے دیتا ہوں۔ رسول کے لبوں پر تبسم آیا اور اس صحابی کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ بھی اُنھوں نے ذرا سا ایک لنگ کر دیا تھا تو وہ شرمندہ نہیں اس پر گویا رسول ان کی طرف سے معذرت کر رہے ہیں، یہ اس پر شرمندہ نہیں اس کے کفارے میں یہ اپنی آدمی دولت تمہیں دے رہے ہیں اس نے کہا حضور کے ساتھ واپس۔ پھر حضرت مسکرائے اور ارشاد فرمایا کیوں میں نے جبر تھوڑی کہا میں نے تو تحریک بھی زبانی نہیں کی ہے وہ خود سے دے رہے ہیں تو انکار کیوں

مگر محل کے اعتبار سے اس میں یہ بلندی پیدا نہ ہوتی کہ ملک عرب میں بیچہ کو میں تشریف فرما ہو کر خاندانی عربوں کے احاطے میں رہ کر اور بنی ہاشم اور قریش بھی گرد پیش میں موجود اس مجمع میں اور پھر ایک جزو تہسیدی طور پر عرض کرنا کہ اقلیت کا کوئی تصور ہوتا ہے اسے جناب ہمارے ہاں ایک وقت میں مسلمانوں کا تناسب کہا جاتا تھا فیصدی ۱۴۔ یو۔ پی میں خصوصیت سے فیصدی ۱۴۔ ۱۴ ہے تو کچھ تو ہے لیکن اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ تمام ملک عرب میں ایک عدد سلمان فارسی تمام صحابہ کرام میں روم کا نمائندہ ایک عدد حبشہ حبش کا نمائندہ مثلاً ایک بلال حبشی۔ یہ کوئی اقلیت ہوتی ہے پورے ملک ایک آدمی کو کہیں اقلیت کہتے ہیں وہ شمار ہی میں نہیں آتا۔ اب اتنی بڑی یعنی کل جمہور عرب اور قریش اور ان میں بھی بنی ہاشم ان سب کے مجمع میں اور منبر سے اعلان ہو رہا ہے کہ لا فخر للعربی علی غیر العربی ولا للعربی علی غیر القرشی مگر آدھ آدمی کوئی فخر نہیں ہے عرب کو غیر عربوں سے دنیا بھول جاتی عرب تو یاد رکھتے اسے۔ کہا جا رہا ہے کوئی فخر نہیں کوئی عرب پر اور نہ قریشی کو غیر قریشی پر۔ تم سب آدمی کی اولاد ہوا اور دوسرے اب رنگت کے لئے۔ بعثت الی الاحمر والاسود۔ میرے ہاں یہ تفریق ہے گورے کو لال کہتے تھے اُس سفیدی میں سُرخ ہوتی ہے غالب۔ میں لال کالے سب کی طرف مبعوث ہوا ہوں یعنی یہ رنگت میرے لئے کوئی چیز نہیں آپ نے دیکھا کہ جو غلط اقدار مسادات تھے انکو مٹا کر مسادات قائم کی۔ اب ان کی دُور ہے ایمان اور عمل صالح میں۔ اگر کالا بڑھ جائے تو وہ افضل ہو جائے گا

اللہ ہمارے تودہ افضل ہو جائے گا۔ اگر غیر قریشی بڑھ جائے تو وہ افضل ہو جائے گا۔ ان کو دعوت دی گئی ہے مساوات یہ ہے کہ امتحان داخلہ میں کوئی رنگ وغیرہ کی قید نہیں ہے۔ اب بلندی ہوگی تو امتحان کے بعد ہوگی صلوٰۃ۔ اور اس کو اپنے عمل سے نبھایا اسوں کے اوپر یہ چیز کیا ایسا ہے کہ بار نہیں تھی بار تو تھی کیا کریں اب امتحان رسول اللہ پڑھ دیا ہے اس وقت کیا معلوم تھا کہ یہ سب سہنا پڑے گا اور آجہ قدم قدم پر۔ بلال حبشی کو مؤذن بنا دیتے ہیں۔ خاندانی عربوں پر بہت ہے اب چونکہ بہت دفعہ سن چکے ہیں اس زبان سے کہ گورا کالا کچھ نہیں ہے۔ کہہ سکتے نہیں کہ یہ حبشی ہے یہ کالا ہے سوچ کر گویا رسول کے معیار ذہن کے مطابق اسامت دانی اسی کا نام ہے، ایک وجہ تراشتے ہیں گویا صریح پہلو رسول کو (اسی سے معرفت رسول ظاہر ہے) کہتے ہیں یا رسول اللہ آپ نے بلال کو اپنا دیا ہاں پھر کیا ہوا کیا بُرا ہوا۔ اُن سے کہا حضور وہ تو شین صاف نہیں کہتے محمد رسول اللہ کو اسہد ان محمد رسول اللہ کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں شک ہی کہتے ہو گئے کیونکہ ہمارے ہاں لکھنؤ میں کم سے کم یہ محاذ ہے شین کا شین اور قی صحیح ہے یعنی یہ گویا تمدن اور تہذیب کی بڑی نشانی ہے۔ دیہاتوں میں مومنین میں مساوات ہیں مگر وہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شاہی اور پادشاہی کے اور ایسے ہی قاسم کو قاسم کہیں گے تو بڑی مشکل سے شین اور قی کا نام نہ لیں گے تو وہ ہونڈ کے نکالا تھا کوئی غلط بات نہیں تھی اور پیغمبر نے بھی جھٹلایا کہ میں کہتا کہ نہیں تم غلط کہتے ہو۔ یہ نہیں فرمایا مگر اب کیا کیا جائے کہ یہ بلال شین عند اللہ۔ کہ بلال کا سین اللہ کے ہاں شین ہے۔ بات

اور اس کے بعد سب سے زیادہ پست جماعت اس وقت بھی حال غلام اور کینزوں کی انکو تو اثاث البیت میں داخل سمجھا جاتا تھا حقوق ان کے لئے کچھ تھے ہی نہیں تو جیسے دہاں دولت کو چھینا نہیں مگر دولت گھٹا کر ذہنیت بدلی۔ اسی طرح سے اس وقت کے حالات ایسے نہیں اور کینزی کو ختم نہیں کیا۔ اسباب فراہم کئے کہ زیادہ سے زیادہ آزادی حاصل بلئے اور اس کے ساتھ ذہنیت کی تعمیر کی وہ بٹی جس کی تعظیم کو کھڑے ہو جو اسکو شوہر کے گھر بھیجا تو کوئی فائدہ نہیں تھی لہذا وہ خاتون بنت دین و دنیا وہ اپنے گھر میں خود بھاڑو دیتیں خود کھانا پاکتیں خود چلی بیٹیں اپنے ہاتھوں سے انجام دیتیں کیا رسول کے پہلو میں وہ دل نہ تھا جو ہر باب میں ہوتا ہے ارے اصحاب کبھی ضرورتاً گھر کے اندر آئے ہیں اور سیدہ ابی وہ چلی کو چھوڑ کر ہٹ گئی ہیں تو انہوں نے اس کٹڑی کو چلی کی۔ جسکو پکا کر کھانے کو دیا

روایت نے نہیں بتایا میں تو سمجھتا ہوں کہ مانتھ اپنے دکھا دیئے ہونگے یہی حال بہر حال خواہش پیش کی خواہش ناروا نہیں تھی مگر پیغمبر کو پھر اپنی بیٹی کے ذہن سے بلند معیار پر لے جانا تھا تو جب بیٹی نے خواہش کی تو تب فرمایا بیٹی ہاں تم مطالبہ تمہارا صحیح ہے مگر تم خود بتاؤ کہ کینز لوگی یا ایک تسبیح ایسی سکھا دوں کہ آسمان کو بہت پسند ہے لیجئے ناطہ سمجھیں کہ میں معرض امتحان میں آگئی کہ با بلس تسبیح سکھا دیجئے۔ اب وہ تسبیح وہ تہید کے بعد بتائی ہوگی بہت طویل ہوگی وہ دعا اب بجد اللہ اکثر افراد ہر نماز کے تعقیبات میں پڑھتے ہیں مرتبہ اللہ اکبر تینتیس مرتبہ الحمد للہ تینتیس مرتبہ سبحان اللہ۔ اس لئے اس شیعہ سنی سب کے ہاں تسبیح ناطہ زہر ہے تو یہ تسبیح۔ اب آئیں گھر پر خوش شوہر نے پوچھا کیوں کینز لے آئیں۔ ارے ہمارے کینز تو نہیں اس سے بہتر ایک ہمارا یہ مجھے تعلیم کیا ہے رسول نے۔ حضرت علی بھی جیسے خوش ہو گئے۔ مگر پھر کے بعد اب بلا طلب ناطہ کو ایک کینز عطا فرمائی اور وہ کینز وہ ہے کہ صاحب اقتدار خاقان کا نام ہمیں یاد نہیں مگر اس کینز کا نام ہمارے لوح نقش ہے۔ وہ کون جناب فتنہ اور اپنی لفظوں میں یہ کہتا ہوں کہ جب دنیا سیدہ عالم کے مانتھ میں تو اس کے ساتھ ہدایت فرمائی دیکھو یہ کینز تو میں سپرد کر رہا ہوں مگر گھر کا پورا کام فتنہ پر نہ ڈال دینا۔ اب بھی جب کینز لیا تو گھر کے کام سے تم بے تعلق نہ ہونا گھر کا پورا کام فتنہ پر نہ ڈال دینا۔ اب واقعہ ہے وہ بغیض مجالس آپ کو معلوم ہی ہے ذہن میں آگیا ہوگا لیکن معلوم نہ ہوتا۔ اب یہ ہمارے سامنے چند برس ادھر کی بات ہے جو یہ قاتل

میں ایک دن دوکانیں بند ہوں ہفتے میں ایک دن کارخانے بند ہوں جب پوچھا کہ ہوں ہے کوئی گہرا فلسفہ کسی نے نہیں بیان کیا یہ کہ نوکروں کو ایک دن آرام کا دن ملے اب بالکل کوئی غیر ہو اگر وہ جو واقعہ سے ناواقف ہو وہ فیصلہ کر سکتا ہے اس اس انقلاب کے اس اصلاح کے ہونے کے بعد کسی شیخ سے یہ کہتا کہ دنیا اس برس کے بعد آج یہ احساس ہوا اور ہمارے رسول نے جب کینز دی ہے اس کے سپرد کی ہے تو اسی وقت کہہ دیا تھا کہ دیکھو ہفتے میں کم از کم ایک دن ضرور آرام دینا اگر ہفتے کے ایک دن کی بات ہوتی تو میں غریب پیش کر سکتا تھا چہ جائیکہ میں ایک دن کیسا برابر کی تقسیم فرماتے ہیں دیکھو ایک دن گھر کا کام تم کرنا ایک دن فتنہ سے لینا۔ اس کے معنی ہیں کہ ۱۲ سو برس کی ترقی کے بعد بھی دنیا نے اب ابی پیغمبر کی تعلیم سے بہت درجے نیچے ہے اور اب سیدہ عالم فتنہ کو گھر پر آئیں اور جو رسول نے بتایا اُس کے مطابق عمل۔ اب خانہ عرب میں ہوں ہوتے تھے مگر محاورے کے طور پر کہتا ہوں کہ ایک دن فتنہ اطمینان سے اور فتنہ میں اور محدودہ عالم کھانا تیار کر کے لگا کے کینز کے آگے پیش کرتیں۔ اب ناطہ زہر امصروف عبادت رہتیں اور اس دن فتنہ کھانا پکا کے رکھتیں۔ جانے پہچانے واقعے کی طرف آپ کا ذہن منتقل کروں۔ میں کہتا ہوں اس اصول کے ٹوٹنے کا مجھے علم نہیں۔ یعنی کئی دن مسلسل فتنہ نہ کھانا اس کا ضعیف سے ضعیف روایت میں کوئی ثبوت نہیں لیکن اس طرف اس اصول کے ٹوٹنے کا مجھے علم ہے وہ عمل اتنی دالے تینوں دن فتنہ گھر میں ہر روز روایت ہے جن لوگوں نے روٹیاں دی تھیں ان میں فتنہ بھی ہیں

جن کی شان میں سورۃ حل اتی اُتر ہے ان میں فقر بھی ہیں تو فقر گھر میں موجود ہیں لیکن تینوں دن حضرت فاطمہ کے ہاتھ کی پس میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ وہ بھی روزوں میں شریک ہوئی تھیں تو سیدہ عالم نے کہہ دیا کہ فقیرم روزے سے ہو لہذا تمہارے جھٹے کے دن میں بھی ہم ہی پکا دیں گے۔ میں نے کہا ادھر سے کہیں نہیں

روایت بھی نہیں اور ادھر سے ہمارے سامنے روایت موجود ثبوت موجود۔ اب اصول عرض کر دوں عقلی طور پر کہ جب یہ برابر کی تقسیم ہے تو جس دن کا ذتے ہے اُس دن آرام ان کا حق ہے جس دن کام ان کے ذتے ہے اُس آرام ان کا حق ہے یا درکھئے کہ اگر فقر سے کئی دن لے لئے جائیں تو یہ دو

کے حق پر قبضہ ہے وہ غلام ہوتا ہے اور خود کئی دن کام کر دیا یہ اپنے حق کا ہے وہ عین ایثار ہے اور یہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے قبر کے ساتھ۔ قبر کو لئے ہوئے بازار میں جاتے ہیں دو پیراہن خریدتے ایک ۵ درہم کا ایک ۵ درہم کا۔ فرق ہی کیا تھا دو درہم میں پھر بھی کہ ہے جو ۵ درہم کا پیراہن ہے وہ قبر کو دیتے ہیں جو ۵ درہم کا ہے وہ

جسم فرماتے ہیں۔ قبر عرض کرتے ہیں کہ مولادہ ذرا بہتر ہے وہ آپ

رکھتے تو میں مشترک جلسوں میں کہا کرتا ہوں میں غیر مسلم بھی ہوں کہ کوئی آدمی ایک تو ایسا کرتا ہی کیوں اور اگر کوئی لیڈر قسم کا آدمی ایسا کرتا ہی

قبر نے سوال کیا تھا وہ اپنی مصلیٰ حقیقت پر لپکھ دے دیتا وہ کہتا ہے میں چاہتا ہوں کہ غلامی کے معیار کو اونچا کروں میں چاہتا ہوں فقر کی

حالا نہ مقصود امیر المومنین کا یہی تھا لیکن قبر کے جواب میں یہ تقریر کر دیا

باب میں خود عدم مساوات مضر تھی قبر کو احساس غلامی ہو جاتا اس لئے کہ جواب میں یہ نہیں کہا ویسا کہا جو اپنے بچوں سے کہا جاتا ہے ارے تم فخر

اور اپنی رسول کے نائب اور اپنی علی کے وارث حضرت امام حسینؑ وہ مال کے جگر گوشہ تھے انھوں نے جو غلاموں کے ساتھ باپ کا عمل تھا اُس کی مثال قائم کی اور جو کینز کے ساتھ ہدایت رسول کے ماتحت مال کا کردار تھا اُسے

نظر رکھا حالانکہ پریشانی کے وقت آدمی کو روزمرہ کے فرائض کا لحاظ نہیں ہے کہ بلا کی خصوصیت ہے کہ بلا فقط مرقع مصیبت نہیں ہے جو ہمیں ایک کی دعوت دیتا ہو یہ کہ بلا ایک مدرسہ تعلیمات اسلامی بھی ہے اسلام کا اصول

ہے کہ ہمارے لئے دنیا سے دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں تو اب کہ بلا کا ایسا ہنگام تین

ہائی ہائی بند اور جو لوگ بھلائی زیارات سے مشرف ہوئے ہیں ان کو معلوم ہوگا کہ اسے قتل کتنی دُور ہے تو مجاہد ہوتا تھا وہاں جہاں مززع ہے قتل گاہ ہے

تو تھے خیمہ گاہ کے دروازے پر کتنا فاصلہ ہے جو گرتا تھا پکارتا تھا کوئی ہے

اس لئے پکارا ہوا اور حسینؑ اُسکے سر ہانے نہ گئے ہوں حالانکہ اگر کسی کے لئے

میتے کسی کے لئے علی اکبر کو بھیج دیتے تو اس کے فخر کے لئے وہ بھی کافی

لئے کیوں ممکن ہے کہ حبیب کے سر ہانے خود جائیں اور جو غلام

کو بھیج دیں اور غلام ترکی کے لئے کسی اور کو بھیج دیں نہیں جو

نے کی جو مسلم بن عوسجہ کے سر ہانے گیا وہی جون کے

کاب تین دن کی جھوک پیاس میں اتنی دفعہ جانا اور اتنی دفعہ آنا

اس میں عطش کس سیلابی رفتار سے بڑھ رہی ہے مگر مولا کو تو حقوق انسانی یاد دلانے کے لئے مولا کو مسادات اسلامی کو برقرار رکھنا ہے اور بس ارباب عزا میں بھولا نہیں کے ہاں آج شیبہ برآمد ہوتی ہے اب میں قریب آ رہا ہوں کہ دیکھئے وہ ماں کا تھا اُسے کیسے سخت وقت میں مولا نے نبھایا ہے جس وقت بہتر داغ اُٹھا اور زیادہ پھیلا کے عرض نہیں کرنا ہے سب سے سخت بات کہہ دوں کہ ابھی ابھی ایک ننھی سی قبر بنا کے آئے ہیں اور اب رخصت آخر کے لئے آئے ہیں اس وقت کی واردات قلبی دیکھئے سب کو بے آس بے دارت سامنے صحرے کے بعد کا منظر ہے اور وہ اکیلا چھوڑ کر اب رخصت ہو کر جا رہا ہے قیامت خیز وقت میں حقوق انسانی کا لحاظ مسادات اسلامی کا تحفظ۔ غصے کے کون ہے جو حسین سے عمر میں چھوٹا نہ ہو اور ہر حیثیت سے چھوٹا نہ ہو مگر نہیں میں حقوق کی تقسیم میں چھوٹے بڑے کا سوال نہیں حسین دروازے پر کھڑے ہیں کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا زَيْنَبُ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اُمِّ صَلَوَاتُہُ ارسے زینب تمہیں سلام ہو۔ اے اُمّ کلثوم تمہیں سلام ہو یہ بہنوں کو سلام اس کے بعد فرماتے ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا لیلیٰ یا ہر باب۔ اے لیلیٰ تمہیں بھی سلام ہو یہ بیویوں کو سلام ہو گیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا سکینہ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا فاطمہ۔ یہ بیٹیوں کو سلام ہو گیا اور اس کے بعد السَّلَامُ عَلَی اللّٰہِ قتلِ اہلِ دامنِ داج فی نصرتی۔ سلام ہو ان خواتین پر جن کے شوہر جن کی اولاد میری نصرت شہید ہوئے۔ لیجئے مادرِ عمر دینِ جنادہ کو سلام ہو گیا ام وہب کو سلام ہو گیا اُس کے بعد ارباب عزا مولا کیا کہتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا فَتْمَہُ۔ اے فتیمہ

اس میں مددگار زندگی تھیں بھی میرا سلام ہو بس اہل عزا مصائب تو ذہنی عرض کو گناہ سے تعلق رکھتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب سُن لیتے ہم تو ہمارے رہے مگر روایت بتاتی ہے کہ سید سجاد کے لئے سید سجاد سے گفتگو کی تو فرمایا جب قید میں رہے تو مدینہ کر مدینے جانا تو ہمارے شیعوں کو ہمارا سلام کہہ دینا۔ ماشاء اللہ۔ بس رخصت ہو کر مولا میدان میں گئے میں قیامت خیز شہادت میں نہ رہتا۔ سخت مصائب میں نہیں پڑھتا۔ اب مجھے جو عرض کرنا ہے وہیں کے سلسلے میں ہے جو آنے والی ہے یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ہمارا دامن ہے کہ ہم نے کربلا کے انسانوں ہی کی یادگار نہیں قائم رکھی۔ جانور بھی اگر ہمارے کام آیا تو اس کی یادگار ہم نے قائم رکھی ہے یہ امام کا اسپر باوفا جس کی ہم کو اب ہم ذوالجناح کہتے ہیں۔ اس اسپر باوفا نے کیا مولا کے ساتھ رفاقت کی ان ہر میں جتنے پھیرے کئے ہیں سب اس کی پشت پر کئے ہیں تو اب اس کی پشت کی انتہا۔ اب ارباب عزا وہ وقت آیا جب پشت را کب دوش رسول سے اٹھائی تو عرب میں فرس کی فراست مشہور ہے نام اس کا فرس ذہانت ہی کی وجہ سے جانیکہ وہ فرس جو جہاد کربلا کے لئے منتخب ہوا اب جب اُس نے اپنی کمر بستہ خدمت نہیں کر سکتا تو اس نے ادھر دیکھا ادھر دیکھا۔ اس نے تو جاکر اُن سے اشارہ کرتا۔ اگر علی اکبر ہوتے تو ان سے اشارہ کرتے تو زمین گرم پڑ پڑے ہوئے ہیں ایک روایت آپ سُنئے رہتے ہو گئے تھے کہ میں نے اُسے قبول بھی نہیں کیا ہے بی بی کوئی میدان میں نہیں تھی بیویوں کو

مجلس ہفتم

دین اسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا سَلَامٌ

دین حقیقی اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے میں نے کہا اسلام کا مطلب ہے اللہ کی مرکزیت اور اسی مرکزیت کے ماتحت توحید ہے لا الہ الا اللہ کی آواز اس توحید کا ظہر ہے صحیح طور سے ایک مسلمان کا نظام تمدن بھی اسی لا الہ الا اللہ کے تحت اس ہے اور نظام سیاست بھی۔ جو صحیح نظام سیاست ہے وہ اسی لا الہ الا اللہ کے ماتحت ہے اب ظاہر ہے کہ صرف آج کی ایک مجلس باقی ہے اس سلسلہ بیان کی اور یہ باتیں میں نے جو پیش کیں ان کے لئے ہر ایک کے واسطے ایک مجلس درکار تھی مگر اس کی تو گنجائش نہیں ہے لہذا مختصر طور سے نظام تمدن۔ تمدن کے معنی ہیں اس میں مل جل کر رہنا اور تعلقات انسانی کو نبھانا عقلی طور پر انسان سے سب سے زیادہ نزدیک اس کی ذات ہے لہذا اصل مرکز محبت تو خود اپنی ہی ذات ہوگی پھر اپنی ذات سے رشتے چلیں گے تو قریب کے جو رشتے قائم ہوئے وہ یہ کہ یہ ہماری ذات ہے ہمارا باپ۔ اس میں بیچ میں کوئی فاصلہ نہیں آیا۔ پس اپنی ذات سے جو

جہاں حسین بٹھا گئے تھے وہاں سب بیٹھی تھیں اور اگر کوئی بی بی میدان میں ہوتی تو کو درخیمہ پر جانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور جب کچھ نظر نہ آیا گیا کرے تو پیشانی خون حسین سے رنگین کی اور سیدھا دروازے پر نیچے کے گیا اور ایک صدا اپنے بلند کی اب یہ روایت بھی آپ سنتے رہتے ہیں آگئی، لیکن پھر بھی دروازے پر معطرہ نہیں آئی سیکندہ درخیمہ پر آئیں دیکھا کہ باگیں کٹی ہوئی زین ڈھلا ہوا ہے پیوست۔ اب خیمے کے اندر گئیں کہنے لگیں اے بیبیوں میرے باپ شہید ذوالجناح کیلا آیا ہے میرے باپ نہیں ہیں۔ پس اہل عزایہ قیامت غیر ہوں پھر بھی گھبرا کر بیبیاں نہیں نکلیں یہاں تک کہ خیموں میں آگ لگی۔

jabir.abbas@yahoo.com

141

اور جب اپنی ذات سے خط کھینچ کر اس ذات کی طرف چلا گیا تو اب رشتے میں
مُس کے لحاظ سے قائم ہو رہے ہیں تو اب اپنے دوست اور دشمن کی بھی کوئی تفریق
نہ ہوگی حقوق انسانی میں۔ کیونکہ وہ میرا دشمن سہی مگر میرے خدا کا مخلوق ہے لہذا اس
حقوق عامہ میں دوست اور دشمن کی تفریق نہ کرے گا اور ابھی تو ابتدائے بیان ہے
مصائب نہیں پڑھنا ہیں مگر یہ کہ بلا دادوں آپ کو کہ دشمن کے لئے سب سے
لفظ ہمارے پاس قاتل کی ہے جب کسی کو بہت زیادہ دشمن کہنا ہو تو یہی کہیں
ارے وہ تو میرا قاتل ہے۔ اب جہاں یہ مجاز حقیقت بنا ہوا ہو واقعی قاتل ہے
اس زیر سایہ توحید تمدن کا جو علمبردار ہے وہ جب کاسہ شیرخودش فرماتا ہے
فدراُس کا دل اپنے قاتل کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ جیسا دودھ میرے لئے
ہو دیا ہی میرے قاتل کے لئے لاؤ۔ بس اب اس وقت اس سے زیادہ نہیں

مُلک کھنڈے سے ایک رسالہ چھپ گیا ہے۔ اسلامی نظام تمدن تو اس میں تفصیل سے اسکو
دیکھ لیا گیا ہے اب آگے میں نے کہا کہ اسی کا اَللّٰہُ اَکْبَرُ - اسی اللہ کی مرکزیت
ہے۔ اور میں کہتا ہوں اسلام کے جو لفظی مفہوم ہیں اس کے تحت میں اسلامی صحیح سیت
ہے میں نے کہا تھا اسلام کے دو معنی ہیں ایک سرسہداون بطاعت۔ اطاعت کے
لئے سر جھکا دینا اور دوسرے اسی کا کامل درجہ ہے اپنے کو بالکل سپرد کر دینا۔
اب انسان اگر واقعی مسلم ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ سر جھکاٹے ہوئے ہے اللہ کے
سامنے اور دوسرے معنی سے اپنے کو سپرد رکھنے ہوئے ہے اللہ کے۔ تو اب اللہ
کے مقابلے میں نہ اسکی انفرادی رائے کچھ ہوگی نہ اجتماعی۔ جب یہ اس بالا دست
طاقت کے سامنے سر جھکاٹے ہوئے ہے تو اب اُس کے احکام کے مقابلے میں
اپنی رائے سے کام نہیں لے گا کہ میری رائے تو یہ ہے اسکے معنی ہیں کہ اس نے
اپنے کو سپرد نہیں کیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اپنی اطاعت کے لئے سر نہیں
جھکایا۔ اور اب اگر ایک فرد ایسا کرے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایک فرد حقیقت
اسلام سے دُور ہے اور پوری جماعت مل کے شوری کرے اس کے خلاف تو اس کے
معنی یہ ہیں کہ پوری جماعت اس حقیقت اسلام سے دُور ہے یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ
کا لفظ زبان پر ہے مگر ذہن کے اندر نہیں ہے اب پیغمبر خدا نے جو کہا تھا کہ اَلَا اَللّٰہُ
اکبر اس کے معنی یہ تھوڑی تھکے کہ تم کسی وقت کھڑے ہو کر نہ لغو لگایا کرو تم کسی
عالم وقت کے در کر لیا کرو اَلَا اَللّٰہُ اکبر۔ نماز کے تعقیبات تھوڑی
لگائے جا رہے تھے کہ تم ہر نماز کے بعد اَلَا اَللّٰہُ اکبر کا وظیفہ پڑھو نہیں یہ جو کہا
جا رہا تھا کہ اَلَا اَللّٰہُ اکبر یہ کہو نہیں تھا۔ یہ ویسے ہے جیسے آپ کہتے ہیں اے

تو قول یہ ہے یعنی یہ نصب العین ہے یہ لائحہ عمل ہے۔ یہ ہدف نگاہ ہے کہ کوئی خدا نہیں سوائے اللہ کے۔ تو جب کوئی خدا نہیں ہے سوائے اللہ کے تو اس کے احکام کے سوا کوئی حکم نہیں اور قرآن مجید نے صاف اعلان کر دیا کہ وہاں کے مومنوں والا مومنہ اذا انقضی اللہ وہی سولہ امرا ان یکون لہم الخیر من امرہم کسی صاحب ایمان مرد اور کسی صاحب ایمان عورت کو یہ حق نہیں ہے جب اللہ کا رسول کوئی فیصلہ کر دے تو خود اس کو اپنے معاملے میں کوئی اختیار ہے معاملہ اپنا ہے مگر یہ کہ اختیار ان کو نہیں ہے جب اللہ و رسول کا فیصلہ ہو گیا حقیقت میں تو اللہ کا فیصلہ ہے جس کے ترجمان رسول ہیں کہ جب ادھر سے فیصلہ ہو گیا تو اب اس کے بعد ان کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اب اکیلے اکیلے بھی اختیار نہیں مل جل کے بھی اختیار نہیں اس کو ابتدائی حساب کے طالب علموں کی زبان میں کہہ سکتا ہوں کہ میں کہتا ہوں یہ فی ہے اپنا اختیار کچھ نہیں۔ اختیار کچھ نہیں تو میں کہتا ہوں جتنے ہزار جمع ہو جائیں جتنے لاکھ جمع ہو جائیں صفر جتنے بھی جمع ہوں اس سے کوئی عدد نہیں بنتا تو جمع کی کثرت دیکھنا کیا ہے یہ دیکھنا ہے کہ جو جمع ہوئے ہیں چاہے کتنے لاکھ ہوں ان میں سے ہر ایک صاحب اختیار ہے کہ نہیں۔ اگر ہر ایک غیر صاحب اختیار ہے تو بے اختیار آدمیوں کے جمع سے اختیار کہاں سے بنے گا اور اس کی بناء پر چونکہ

اللہ کے احکام رسول کی زبانی دُنیا تک پہنچے ہیں اس لئے قرآن مجید نے اعلان کیا اللہی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم۔ نبی کو مؤمنین پر خود ان کے نفوس سے زیادہ اختیار حاصل ہے یہ اعلان عام کر دیا اور اسی سے رسول نے شروع ہی سے کام لینا بھی شروع کر دیا۔ اسے ابھی تو بعثت ہوئی ہے اعلان عام ہوا بھی نہیں ہے

مکمل آیا دانہ عیشیہ تک الاقربین۔ اب اپنے قریبی رشتہ داروں کو پیغام حق پہنچائیے اس کے لئے وہ دعوت عیشیہ ہوئی، جمع کئے گئے، کہتے کہ اعلان رسالت کے لئے میں تمہیں بلاتا ہوں تو کون آتا۔ نہیں کھانے کے لئے بلایا۔ اب دُنیا کو اختیار ہے تفسیر کہہ لے۔ کارڈ میں یہی ہے کہ مثلاً عشاء یہ ہے تشریف لائیں۔ اب جتنے ہیں سب کھانے کی دعوت پر آگئے مگر کسی دعوت میں یہ شرط تو نہیں ہوتی کہ سوا کھانے کے کوئی اور بات نہیں ہوگی۔ اسے کھانا نہ کھلاتے تو وعدہ خلافی تھی، لیکن جب کھانا کھلا دیا تو اب بلانے والا جو اُسے کہتا ہے اگر کچھ تو وہ کہتا بھی ہے گفتگو بھی کرتا ہے وہ تو انگریزی میں بھی میز پر کی گفتگو اس کا ایک نام ہے تو وہ جناب اب جب کھانا کھا چکے تو اب ان کو جس مقصد کے لئے واقعی آپ نے بلایا تھا وہ پیغام پہنچایا مگر اس وقت پوری بات نہیں سنی کھانا تو کھا ہی چکے تھے مطلب نکل گیا تھا لہذا پوری بات سننے جوئے اٹھ گئے چلے گئے دوسرے دن پھر آپ نے دعوت کی مقصد تو آج پورا نہیں ہوا تھا مگر معلوم تھا کھانے کا ذوق ایسا تھا کہ پھر بھی آئے اور اب تو تجربہ کر کے آئے تھے لہذا اپنے دل کو تول کے آئے تھے کہ بھئی آج سُننا بھی ہے۔ اب تو دودغہ کا حق نمک ہے لہذا اسٹیں گے آج کہ پوری بات کیا کہتے ہیں لہذا آج منتشر نہیں جوئے بیٹھے رہے۔ اب وہی کھانا ہو چکا جب تو پھر وہی بات شروع کی گئی مجھے اللہ نے رسول بنایا ہے اور تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا ہے میرے پیش نظر ایک مہم ہے۔ اس کی طرف سے۔ اب یہاں کیونکہ یہ واقعات اسلامی کا ایک جزو ہے لہذا جزو تاریخ ہے چونکہ ایک ارشاد رسول اس کے تحت میں آیا ہے لہذا جزو حدیث ہے چونکہ ایک آیت قرآن کی تعمیل میں ہوا ہے لہذا جزو تفسیر ہے۔ مفسر بھی لکھتے ہیں محدث بھی

لکھتے ہیں مؤرخ بھی لکھتے ہیں اور اب جو لفظ میں کہوں گا وہ پورے مطالعے کی ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہر جگہ وہی الفاظ ہوں گے نہ اس میں ایک لفظ کی کمی ہوگی نہ ایک لفظ کی زیادتی ہوگی۔ وہ کیا کہ آپ نے فرمایا جب اپنے عہدے کا اعلان فرمایا تھا جو اصل پیغام تھا وہ پہنچا چکے اور اب یہ دیکھ لیا کہ وہاں مجمع میں اتنی سہار ہو گئی کہ بہر حال اتنا اُس نے صبر کیا۔ تو اب یہ سوال ہے کہ ایتھہ یوا ذرئی فی ہذا الامور تم میں سے کون اس ہم میں میرا ساتھ دیتا ہے سوال اتنے پر ختم نہیں ہوا نتیجہ اس ساتھ ساتھ موجود ہے تم میں سے کون اس ہم میں میرا ساتھ دیتا ہے حتیٰ یکم وصیٰ و وزیر و خلیفہ۔ تاکہ میرا وصی ہو میرا وزیر ہو میرا خلیفہ ہو تاکہ تین لفظ میں مسلسل اب آج کے ہر روشن خیال، ہر قانون دان، کسی بھی مکتب فکر کا مسلمان ہو اس سے میں پوچھوں کہ جس بات کا حق جمہور کو ہوا اس کے متعلق رسول کو معاہدے کا حق کیا ہے۔ پیغمبر خدا اعلان فرما رہے ہیں اور مجمع میں سے ایک ہی بیوقوف سیاست دان نہیں ہے جو یہ کہے کہ جناب دالا یہ آپ کے بعد کی بات ہے اس وقت کیوں۔ جب وہ منزل آئے گی تو پچائیت کریں گے جو بیچ بخوڑ کر دیں وہ ہوجا گا یہ آپ اس وقت یہ معاہدہ کیوں کر رہے ہیں مگر نہیں کوئی نہیں بولتا اس کے ساتھ ہیں کافر میں مگر نبوت کا نام تو سنتے رہے ہیں یہ جانتے ہیں مانتے نہ ہوں چاہے مگر جانتے ہیں کہ نبی کا وصی بھی ہمیشہ وہی مقرر کرتا ہے جو نبی کو مقرر کرے۔ تو حضور فرما رہے ہیں کہ کون میرا ساتھ دے گا۔ اب یہاں ماشاء اللہ انگریزی والے طالب علم تو خود ان کتابوں کو براہ راست دیکھے ہوتے ہونگے انگریز مؤرخین نے یہ موقع دیا ہے بڑی مصوری کے ساتھ اپنے انداز تحریر میں کہ وہ ایک ۱۳ برس کا بچہ کھڑا

اس نے کہا اگرچہ میری عمر کم ہے اگرچہ میرا قد چھوٹا ہے اگرچہ میری ٹانگیں تپلی ہیں مگر اب آپ کا ساتھ دوں گا اب ماشاء اللہ قانون دان حضرات ایک پہلو پر غور کریں۔ قانون دان بھی اپنی عقل سے کہ رسول نیچے کا تو پہلے اعلان فرما چکے کہ کون میرا ساتھ دے گا۔ اب ایک نے کھڑے ہو کر کہہ دیا میں ساتھ دوں گا، تو اگر رسول اس میں سے نہیں تو معاہدہ مکمل۔ دھندلی نگاہ والوں کے لئے ذرا صاف کرنا ہوتا ہے کہ اس میں رہتے تو کام چل جاتا مگر نہیں اب کہاں تو کھلتے تھا جو میرا ساتھ دے اور اب انہوں نے کھڑے ہو کر کہا میں، تو اب کندھے پر ہاتھ رکھ دیا کہا ہذا وصی و وزیر و خلیفہ۔ اچھا اب تم سب کو معلوم ہو کہ یہ میرا وصی ہے یہ میرا وزیر ہے یہ میرا خلیفہ ہے۔ سب وہی لفظیں یہاں طے کر دیں۔ میں کہتا ہوں رسول سب اس کے چکے ہیں اب کوئی الیکشن کرانا ہو تو کوئی نئی لفظ تلاش کیجئے گا ورنہ جتنے عہدے وہ سب تو ایک کو مل گئے جگہ ہی خالی نہیں ہے تو الیکشن کا ہے کا ہو گا۔ خدا اور انسان نے اپنا اختیار صرف کر دیا۔ اب قرآن کہتا ہے جب اللہ اور رسول صرف اللہ کا اختیار تو پھر نہ کسی مومن کو حق رہ جاتا ہے نہ کسی مومنہ کو۔ اب ایسی کافر نہ کیجئے کہ میں نہ کوئی مومن ہوں نہ کوئی مومنہ۔

میں کہتا ہوں کہ مجمع میں سے سب ہیں۔ جتنے عشرۃ الاقرین ہیں سب ہیں رسول ان فرماتے ہیں اور یہ ہوتا ہے معاملہ علی اقرار کرتے ہیں اور رسول اعلان کر

تے ہیں کہ علی، یہ میرا وصی، میرا وزیر، میرا خلیفہ، یہ ہو گئی بات۔ اب ایک جز

اس میں اور ملتا ہے اور وہ یہ کہ مجمع اب اٹھا ہنستا ہوا اور گنجائش پیدا کی جناب

الاب سے مذاق کرنے کی کہنے لگے کہ لیجئے اپنے صما جزا دے کی اعلانت کیجئے۔

jabir.abbas@yahoo.com

ہے ہیں۔ باہر خالق بھی انتظار کر رہا ہے کہ حج کے تمام مناسک ختم ہو جائیں اگر بھی تبلیغ
کا حکم آئے تو لوگوں کے اشتغال الگ الگ ہیں کوئی کہے گا ہم منیٰ میں تھے کوئی کہے گا
ہم مقام ابراہیم میں تھے فرض یہاں
ہم میں بھولنے کے لہذا خالق نے انتظار کیا کہ حج تمام کر کے فرصت کے ساتھ نکل
آؤ اور اب جلدی ہو گھر دل تک پہنچنے کا اب جس مقصد کے لئے سفر کھڑا کیا جائے گا
لوگوں کو روکا جائے وہ بھول نہیں سکتے۔ خاص طور پر بھلاؤ وہ اور بات ہے درنظر
اور سے بھول نہیں سکتے اور اب جلدی ایسی ہے کہ قافلے کے کچھ لوگ آگے جا چکے
ہیں کچھ پیچھے ہیں اور اب حکم الہی آتا ہے کہ ذرا بٹھر جائیے اور جو حکم ہو رہا ہے پہلے
آجیائے اس کی تبلیغ فرما دیجئے اور اب اگر ایسا نہ کیا تو کچھ کیا ہی نہیں۔ اس کو تفصیل
ہے نہیں عرض کرنا ہے درنہ جو مستقل بیان ہے اور بھی انشاء اللہ عید غدیر قریب
ہوگا اور اس زمانے میں آنا ہوا تو تفصیل سے عرض کیا جائیگا تو جو حضور والا۔ اب اعلان
ہوتا ہے رسول اتر پڑتے ہیں اعلان ہوتا ہے کہ جو آگے بڑھ گئے ہیں وہ پیچھے آئیں جو
پہلے آئے ہیں وہ آگے بڑھیں یہ ضرورتاً اکٹھا کئے جا رہے ہیں مگر اس اعلان میں
کی حقیقت منہر ہے کہ یہ وہ نقطہ حق ہے جس سے آگے بڑھ کر بھی گمراہ ہوتا ہے۔
کہہ رہے ہیں کہ اب جناب سب رک گئے سب اکٹھا ہو گئے گری کا وقت ڈیڑھ
گھنٹہ پہلے ہی میں ہے کہ زمین اتنی گرم کہ عجائیں لپیٹ لپیٹ کر بیروں میں لوگ بیٹھے
ہے عرب کا سورج وہ تیار رہا ہے اور یہاں۔ اب وہاں کوہ صفا تھا یہاں صفا
ہیں لہذا پالان شتر کا منبر بنایا جاتا ہے اور اب خطبے کے لئے جاتے ہیں وہ
خطبہ سنوڑی ہیں وہ بڑا سیدھا خطبہ تھا مگر لوگوں نے اس کے کچھ اجزا نقل کئے۔

میں کہتا ہوں کافر سہی مگر یہ سمجھتے ہیں نکتہ رس ہیں کہ یہ آج کے اعلان میں مفسرین لکھا
ہونا منہر ہے کہ یہ اطاعت واجب ہو جاتی ہے اب اس کے بعد ایک تاریخی
حدیثی۔ تاریخ زیادہ تر توحید پرست کے اوپر بنیاد قائم کرتے ہیں کہ حضور والا میں
ہوں کہ آخر مجمع میں تو ابولہب بھی تھا۔ اب عباس بھی تھا، تھے اب وہ بعد میں
ہو گئے ہیں تو ابولہب بھی تھا عباس بھی تھے اور چٹنے رشتہ دار ہیں سب تھے
جناب ابولہب ہی سے کیوں مذاق کیا اور جناب ابولہب نے بھی مذاق کو سہرا
بگڑے یہ نہیں بولے کہ مجھ سے کیوں کہتے ہو۔ یہ نہیں کہا کہ مجھ سے کیوں کہتے ہو
ہو تا ہے کہ کافر سہی مگر ان سے مذاق نہیں کرتے کہ وہ تو ہمیں میں سے ہیں۔ مذاق
سے کرتے ہیں جانتے ہیں کہ یہ تو شامل ہو چکے ہیں اس جماعت میں۔

اب جناب یہ اعلان ہوا محدود مجمع میں، عتیقہ الاقرین تھے بعد میں کچھ لوگ
سے مر گئے کچھ سن رسیدہ لوگ جو تھے وہ بعد میں رہے نہیں۔ دوسرے لوگ وہ
کو یاد رہا ہو نہ یاد رہا ہو۔ اب بار بار پیغمبر اسلام مختلف انداز میں اسی کی تہ
فرماتے رہے کبھی یہ کہ دیکھو رکوع میں کس نے انگوٹھی دی ہے، مگر وہ بھی
افراد نے دیکھا ہاں کہ کس نے انگوٹھی دی ہے انہوں نے کچھ دوسرے لوگوں
کر دیا لیکن اب وہ وقت آیا کہ جب رسول حج آخر کر کے مدینے جا رہے ہیں
علم الہی میں یہ ہے کہ اب پیغمبر دنیا میں دو تین ہینے سے زیادہ تشریف
رہیں گے اور یہ تو علم الہی میں ہے اور یہ حقیقت تاریخی ہر آدمی سمجھ سکتا
بڑا مجمع رسول کو نہ اس سے پہلے کبھی بلا ہے نہ اس کے بعد کبھی مل سکتا ہے
مسلمانوں کا مجمع جو اس حج میں شریک ہوا تھا حضرت کے ساتھ۔ اب وہ کل

کچھ اجزاء درج کئے تو بس اصل جملہ جو ہے وہ تو متفق علیہ ہے، لیکن اور باقی اجزاء کیا فرمایا۔ آپ نے خدمات بیان کئے اور بہت طولانی بسیط خطبہ تھا مگر وہ خطبہ پڑھ رہے ہیں آج ایک نئی بات کی کہ ایک ہستی کو منبر پر اپنے بٹھالیا ہے اب آپ تو خطبہ پڑھ رہے ہیں اور لوگ بار بار اس صورت کو دیکھ رہے ہیں کہ یہ کیا بات یہ کیا بات ہے اور دل میں آ رہا ہے کہ ہونہ ہوا آخر میں کچھ ان کی نسبت۔ اب اجزاء خطبہ چاہے نہ سنے ہوں یہ جملہ تو ضرور سنیں گے۔ صورت خود بتا رہی بار بار ادھر دیکھ رہے ہیں یہ آج ان کو کیوں لاکے بٹھالیا ہے منبر کے نیچے بار بار دیکھ رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں بڑے خلوص دل سے آج یہ عبادت ہو رہی ہے اب وہ محل آیا جو اصل میں رسول کو کہنا تھا تو ابھی کچھ کہتے نہیں۔ جیسے جب اہل رسالت کا کیا تو پہلے کچھ نہیں کہا پہلے سوال کیا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ سے پیچھے سے لشکر آ رہا ہے تو مانو گے یا نہیں انداز بتا رہا ہے کہ اگر مجمع کھدے کہ میں مانیں گے تو آگے نہیں کہا جائے گا کچھ مگر مجمع نے جب اقرار کر لیا کہ ہم ضرور مانیں گے تب جو کہنا تھا کہا۔ دیئے ہی آج ابھی کچھ نہیں کہتے۔ بس یہ پوچھتے ہیں اس بکھمنہ انفس کو۔ کیا میں تم سب سے تمہارے نفوس پر زیادہ حق نہیں رکھتا ہوں۔ تم سب سے زیادہ اختیار کیا تمہارے نفوس پر میں نہیں رکھتا ہوں۔ رسالت نے سیاست کو کیسے شکنجے پر کسا ہے قرآن نے پہلے ہی صاف کہہ دیا بنی مومنین پر ان کے نفوس سے زیادہ اختیار رکھتا ہے اب اس اصول کو تو کرنا نہیں ہے کام بس یہ کیا ہے کہ رسول کی جگہ میں کہہ دیا ہے اور مومنین کی تم کہہ دیا۔ قرآن نے کہا رسول مومنین پر ان کے نفوس سے زیادہ حق رکھتا ہے

یہ پوچھ رہے ہیں کہ کیا میں تم پر تمہارے نفوس سے زیادہ حق رکھتا ہوں یا نہیں مطلب کیا ہوا۔ مطلب یہ ہوا کہ بتاؤ میں رسول اور تم مومن ہو یا نہیں۔

اب بڑے سے بڑے دین میں جمہوریت کو صرف کرنے والے افراد مگر کریں کیا کہیں کہ آپ رسول نہیں تو اسلام جائے کہیں کہ ہم مومن نہیں تو اقرار کفر ہو۔ لہذا مجمع چیخ اٹھا ہلی۔ کیوں نہیں کیوں نہیں یعنی یقیناً آپ کو ہم پر ہمارے نفوس سے زیادہ اختیار ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس پورے مجمع نے بالا جماع طے کر دیا کہ رسول کو اختیار ہے ہمیں نہیں ہے۔ اب اصولی جمہوریت کے مطابق بھی جب تک اتنا ہی بڑا مجمع کیوں نہ ہو وہ آج کا فیصلہ مسترد نہیں کر سکتا۔ بس ماشاء اللہ اب تو آپ کے دل ایسے لگے ہوئے ہیں کہ رات گزر جائے حالانکہ دن بھر کے آج آپ تھکے ہوئے تھے مگر یہ آپ کا ذوق ایمانی ہے کہ بحمد اللہ۔ تو ایک پہلو کی طرف اور ایک جزو اور آپ کے سامنے پیش کر دوں گا اس کے بعد آگے بڑھوں گا کہ حضور والا بس جب اصل مسئلہ آیا جو کہنا ہے مجمع نے کہہ دیا کہ ضرور آپ کو ہم پر ہم سے زیادہ اختیار ہے اب جب یہ اقرار لے لیا تو وہ جس لئے بٹھالیا تھا پہلو میں۔

اس کو دونوں ہاتھوں میں لے کر اب اُدنچا کیا بحمد اللہ فرزند ان اسلام ہیں میں کہتا ہوں کہ یہ پیغمبر اسلام کی طاقت ہے کہ جس نے خیر کو ہاتھ پر اٹھایا یہ اُسے اٹھائے اور جس نے اب میں کہتا ہوں ذرا جہنم تصور سے دیکھئے اور عقل سے تصور کیجئے کہ اس نے کو آدمی اپنے سامنے لے تو بچے کا قد چھوٹا انسان کا جسم بڑا لہذا بس تھوڑا سا جسم چھپے گا لیکن پورا انسان، پورے انسان کو اپنے سامنے ہاتھوں پر لے لے تو کیا اب وہ ذات جس نے اٹھایا ہے وہ نظر آئے گی؟ میں کہتا ہوں رسول

لفظیں الگ کہیں گے اور اپنے عمل سے الگ ثابت کر رہے ہیں کہ جب میں جہاں جاؤں تو یہ ہیں۔

بظاہر تو میں فضائل کی اس منزل پر ہوں جہاں مصائب بہت دور ہیں مگر ان فضائل و مصائب ایسے دست و گریبان ہیں کہ مجھے کبھی فاصلہ نظر نہیں آتا کہ آج ہاں فضائل میں رسولؐ نے ایک علیؑ کو ہاتھوں پر بلند کیا اور کربلا میں حسینؑ نے ایک علیؑ کو ہاتھوں پر بلند کیا اب عشرہ محرم کی مجلس ہوتی تو یہیں مصائب عرض کر دیتا کہ کہہ دیجئے تو آخری تاریخ ہے چہلم کی تو اس لئے میں کہتا ہوں کہ ایک علیؑ غدیر میں رسولؐ کو ہاتھوں کے اوپر ایک علیؑ کربلا میں حسینؑ کے ہاتھوں پر اور ایک علیؑ ہاتھوں میں ہاتھوں پر یوں میں بڑیاں گلے میں طوق خار دار اس عالم سے جا رہا ہے اور اہل عزا و عطر میں ایک دن بیان کر چکا کہ جو ساتویں سے پیاس شروع ہوئی تھی وہ ختم نہیں ہوئی براطینان آیا ہی نہیں پانی جو پیاس بجھے ملتا رہا پانی نگر پیاس جاتی تھوڑی اور پھر سامنے اب ایک منزل ہے کہ زندان شام میں ایک دن حضرت سیدالساہدینؑ حضرت زینب کبریٰؑ کو دیکھا کہ بیٹھ کر نماز شب پڑھ رہی ہیں تو پوچھا کہ چھوٹی یہ آگ آپ نماز شب بیٹھ کر کیوں پڑھ رہی ہیں فرمایا جانے دد کیا کہ دگے پوچھ کر عرض کیا کہ نہیں میں سمجھنا چاہتا ہوں جانتا چاہتا ہوں دیسے وہ علم امامت الگ ہوتا ہے مگر ہمیشہ سوالات ہوتے ہیں دریافت کیا جاتا ہے۔ بتائیے کہتی ہیں پوچھتے ہیں سنو کہ یزید کے ہاں سے کھانا پانی اتنا کم آتا ہے کہ وہ میرے بھائی کے بچوں کے لئے کافی نہیں ہوتا، لہذا اکثر میں اپنے جھٹے کا بھی بچوں کو کھلا دیتی ہوں تو اب اتنی طاقت نہیں رہی ہے کہ ہر نماز کھڑے ہو کر ادا کروں دیکھا آپ نے کہ پیاس مسل

م ہے۔ مگر اب وہ منزل آتی ہے اس ایک جگہ کو یاد دلاؤں گا پیاس مسل تمام ہے وہ منزل آتی ہے کہ یزید کو احساس شکست ہوا۔ کوئی نیک بیتی سے رہا تھوڑی کیا گئی یہ جذبہ انسانیت سے تھوڑی رہا کیا تھا نہیں سیاسی شکست کا احساس دیکھا کہ ایک میں شعلہ بھڑک رہے ہیں مخالفت کے مسلمانوں کا ضمیر بیدار ہو رہا ہے ناقابلِ طاقت ہو گئی بات تو اب بلایا آدمی بھیجا کہ لے آؤ زین العابدینؑ کو۔ اور اہل عزا و عطر کی طرف توجہ دلاؤں کہ یہ شاید پہلا موقع تھا کہ سید سجادؑ آئے اور زینبؑ نہیں آئیں۔ تو اب دیکھئے اتنی دیر زینب پر کیا گزری۔ بہر حال اب وہاں تشریف لے گئے اس نے کہا کہ جو کچھ کیا ابن مرجانہ نے کیا۔ یعنی ابن زیاد اس کو گالی کے طور پر اس ابن مرجانہ کہا کہ جو کچھ کیا وہ ابن مرجانہ نے کیا براہ راست مجھ سے ساتھ حسینؑ کا ہاتھوں میں نہ کرتا یہ سب سیاسی باتیں۔ جو کچھ کیا وہ اس نے کیا ادا اسکے ساتھ ہونے سے متفقہ کتابوں میں جس کو انجکل صفائی میں پیش کیا جاتا ہے خدا لعنت کرے ابن مرجانہ پر کہ اس نے مسلمانوں کو مجھ سے متنفر کر دیا یہ جملہ ہے بس یہاں میں نتیجہ نکالتا ہوں اور اس کے بعد آگے بڑھوں گا کہ میں کہوں گا کہ یزید اسے تو بعد میں ملے کریں کہ اصل قاتل کون ہے، مگر یہ تو ملے ہو گیا کہ جو قاتل حسینؑ ہے وہ مستحق لعنت ہے۔ حال اس نے کہا کہ اب ہم تمہیں رہا کرتے ہیں اور تمہیں اختیار ہے چاہے یہیں رہو عزت کے ساتھ اور چاہے مدینے واپس جاؤ۔ اب دیکھئے خاندانِ نبوتؑ کے ساتھ کیا ہوا۔ جب غیموں میں آگ لگی تھی تو زینبؑ نے کہا تھا کہ بغیر امامِ دقت سے کچھ ہوئے کچھ نہیں کہہ سکتی اور اب زینبؑ کی عظمت وہ ہے کہ امامِ دقت اسے کہہ کر بغیر چھو بھی سے پوچھے میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ تو بار پہلے سے بلایا گیا

تھا اور وہ ہتھکڑیاں اور پٹریاں اور طوق گر انباز وہ سب لگے گئے اور سید سجاد
کہا کہ اچھا جا کر پھوچی سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔ اب آئے تو روایت نے چاہے نہ بتایا
میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ زینب کو در زندان پر پایا۔ خیر پہلی ہی نگاہ میں تبدیلی تو محسوس
کہہ لی کہ اب وہ ہتھکڑیاں پٹریاں نہیں ہیں مگر ذرا تفصیل پوچھی کہ یہ کہو کیا بات
بیٹا کیوں گئے۔ کہا ہمیں رہا کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ مجھے بتاؤ کہ تم یہاں رہنا چاہتے
یا مرنے جانا چاہتے ہو۔ بس زینب نے گھبرا کر کہا پھر تم نے کیا کہا فرمایا میں اپنے آپ
سے پوچھے کیا کہہ سکتا ہوں میں نے کہا کہ جب تک پھوپھی سے نہ پوچھ لوں میں کہہ
کہہ سکتا اب دیکھئے میں کہہ چکا ہوں کہ پانی ابھی تک دل کھول کے نہیں آیا مگر زینب
کی فرمائش سے پتہ چلے گا کہ زینب پانی کی اتنی پیاسی رہتیں جتنی آنسوؤں کی پیاسی تھیں
یہ نہیں کہا کہ اسے رہا کیا ہے تو ہمارے بچوں کے لئے کھانا پانی تو ذرا فراوانی کے
بھیج دے بلکہ کہا کہ اسے بیٹا جب تم نے مجھ پر چھوڑا ہے تو میری طرف سے جا کر کہو
کہ ابھی تو ہمیں کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا ہم ابھی بتا ہی نہیں سکتے کہ یہاں رہیں گے
مدینے جائیں گے ابھی تو ہم اپنے وارثوں کو روئے نہیں ہیں۔ حضرت علی کی بیٹی ہیں
دنیا کہتی ہے سیاست نہیں جانتے تھے باپ کو یہی کہتے ہیں۔ دیکھئے کیا سیاست
کو بے بس کیا ہے زینب سمجھتی ہیں کہ یہ کوئی مہربانی سے تھوڑی رہا کیا ہے۔ یہاں
انقلاب سے رہا کیا ہے تو اب یہ مجبور ہے ہماری خاطر داری پر۔

فرماتی ہیں کہ ابھی تو ہم نے اپنے وارثوں کا ماتم نہیں کیا ہے۔ لہذا ایک مکان
کو ادے کہ ہم اپنے وارثوں کا جی کھول کے ماتم کر لیں یعنی وہی ہوا۔ جو دفتر علی کا تھا
تھا اس نے کہا ہاں ہاں مکان خالی کر دیتا ہوں۔ اب یہ دشمن وہ جگہ ہے جہاں رہا

اور واقف رکھا گیا آل رسول سے۔ ان میں سے بہت سے جانتے ہی نہیں کہ یہ شخصیتیں
میں کون ادراہ مکان خالی ہو گیا بہت سے قبیلہ قریش اور بنی ہاشم کے لوگ بھی
دشمن میں دارالسلطنت تھا، تو وہ بسے ہوئے تھے، لیکن آج تک کوئی تعزیت کے
لئے نہیں آیا تھا۔ ارے قیدیوں کے پاس کون آتا ہے اب جو معلوم ہوا کہ بادشاہ کے
مکم سے عراجین برپا ہوئی ہے تو اشرف دمشق کی عورتیں سیاہ کپڑے رنگوارا آنی
شروع ہوئیں تعزیت کے لئے پر سادیئے کے لئے آنا شروع کیا پس چند جگہ ہیں
مصائب کے ماشاء اللہ آپ مشاب ہوئے ہیں میں کہتا ہوں کہ عورتوں کی ایک
ظہرت ہوتی ہے مرد مختصر طور سے بات کرتے ہیں عورتوں سے گفتگو کا انداز یہ ہوتا
ہے کہ تفصیلات کچھ میان کرتی ہیں وہ تفصیلات کچھ پوچھتی ہیں۔ اب جو لوگ تعزیت
کے لئے آنا شروع ہوئے تو میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی پہنچ گئی بیوہ حسنہ پاس تو اس نے
کہا ارے بی بی میرا بچہ تو وہ تھا کہ دشمن کے ایک سپاہی نے کہا چاند کا ٹکڑا نکل آیا
اب اس پر کیا اثر ہوا اور ہاں اہل عزا اگر کوئی لیلی کے پاس آگئی انہوں نے کہا ارے
بی بی میرا بچہ تو ہو بہو رسول اللہ کی تصویر تھا اور ان ظالموں نے کیا کیا اس کے ٹکڑے
کر ڈالے اور بس جناب اس جیلے پر ختم کر دوں گا کہ اگر کوئی رباب کے پاس آگئی تو
رباب نے کہا ارے بی بی علی اکبر تو توارے کر گئے تھے ارے قاسم بھی نیچا لے
گئے تھے عباس بھی نیرہ لے کے گئے تھے میرے بچے کے پاس کون ہتھیار تھا
وہ تو بس ایک زبان خشک تھی مگر اس کو بھی۔

مَحْتِ خُدا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

طلب یعنی وہ اپنی کوتاہیوں کا، اپنی بد اعمالیوں کا خدا کے سامنے یہ عذر نہ پیش کر سکیں
کہ اگر کوئی راہنما ہی نہ تھا ہمیں کسی نے راستہ ہی نہیں بتایا ہمارے لئے کوئی گمراہی
پہانے والا نہیں تھا تو اگر ہم نہ بھیجے مرسلیں کہ تو خلق خدا کی حجت ہمارے مقابلے
میں ہوتی کیونکہ مرسلیں کو ہم نے بھیجا تو خلق خدا کی حجت تمام نہیں ہوتی یہی نہیں کہ
یہ حجت خلق خدا پر تمام ہو گئی کہ ہمیں مزا کیوں دی جا رہی ہے اب خالق کی طرف
اللہ کے سامنے یہ دلیل پیش کی جا سکتی ہے کہ ہم نے تمہاری طرف راہنما بھیجے ہم
تمہاری طرف راستہ بتانے والے بھیجے کہ یہ تم نے عمل نہ کیا تو تم مستوجب سزا
و اس طرف کے راہنما جو پیغمبر تھے وہ اس لئے آئے تھے کہ اللہ کی حجت خلق کے
مقابلے میں تمام ہو اور کیونکہ وہ شے جو ذریعہ ہوتی ہے دلیل میں غلبہ حاصل کرنے
و حجت کہتے ہیں لہذا اس ہستی کو جس کی بدولت اللہ کی حجت تمام ہو حجت

گرمیوں کا ذرا سوچنے اور سمجھنے کی ایک بات ہے کہ خالق کہہ رہا ہے کہ پیغمبر
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حجت تمام ہو یعنی بغیر اسکے کچھ ہوئے خلق کی حجت اللہ کے
پاس تمام ہوتی۔ مگر یہ خلق کی حجت کا تمام ہونا جس کو قرآن کہہ رہا ہے کہ اگر
چاہتے تو انکے پاس حجت ہوتی یہ کس بنیاد پر ہے اگر عدل کے قائل نہ ہوں
تو یہ ہے کہ خالق ظلم نہیں کرتا۔ عدل کے معنی یہ ہیں کہ خالق کوئی ایسی بات
نہ کرے کہ ضرر دیک غلط ہو۔ عدل کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کوئی نامناسب
کتاب نہ لکھے اور نہ ہی وہ جماعت جو عدل کی منکر ہے وہ تو کہتی ہے کہ اللہ

اب خالق پیغمبروں کے بھیجنے کا سبب یہ بتا رہا ہے کہ ہم نے یہ رسول بھیجے تاکہ لوگوں کے پاس اللہ کے سامنے پیش کرنے کے لئے کوئی حجت ہو۔

ومن ذریعتی۔

اب ایک حقیقت کی طرف توجہ دلائل کہ نبوت شروع ہوئی حضرت آدم رسالت میں نے کہا شروع ہوئی حضرت نوح سے۔ امامت شروع ہو رہی ہے۔ ابراہیم سے۔ تو کیا حضرت ابراہیم سے امامت شروع ہوئی اور یہیں ختم ہو گئی شروع جو ہوتا ہے نقطہ دہاں پر ختم تو نہیں ہوتا اور اب اسی سے آپ منصب بندی دیکھئے کہ نبوت کا آغاز آدم سے ہوا جہاں ترک ادلی کا امکان ہوا تو انھیں ہوتا چلا اور رسالت شروع ہوئی نوح سے وہ آگے بڑھی تو امامت کا استہلال پیدا ہوا۔ اب امامت شروع ہوئی ہے اس سے جو نبی بھی ہے اور خلیل بنی ہے۔ اب اس سے امامت شروع ہوئی ہے اور جب امامت دی گئی تو خالق نے کہ امتحان ہم نے لیا فَاْتَمَّهَتْ۔ اس کا محمل جواب طلب علموں کی زبان میں۔ امتحان کے پرچے میں کون ممتحن ۱۰۰ میں سے ۱۰۰ دے دیتا ہے ریاضی میں دیتے ہیں اور کہیں کچھ نہ کچھ تو ضرور کم کر لیتے ہیں مگر خالق کہہ رہا ہے فَاْتَمَّهَتْ خالق جو کہہ رہا ہے اس میں مبالغہ کا تصور ہے جو نقطہ حقیقت ہے مثال کے طور پر کہہ دلا۔ ذرہ بھر بھی کمی ہو وہ تمامیت کی سنگیوں دے گا۔ اب وہ کہہ رہا ہے کہ پورا پورا یعنی ذرہ بھر بھی کمی نہیں معلوم ہوا کہ نبوت میں ترک ادلی کا رسالت تک ترک ادلی کی گنجائش اور امامت جہاں سے شروع ہوئی وہاں ۱۰۰ از کامیابی ترک ادلی کی بھی گنجائش نہیں۔ اب جو ذات حضرت ابراہیم بھی بالا تر ہوا اور کوئی جانتا ہو یا نہ جانتا ہو مگر بہت سے مسلمان مجددات اس کو جانتے ہیں جو حضرت ابراہیم سے بالاتر ہے اور میں کہتا ہوں وہ ان کے

ظاہر ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ بڑی رفعت ہے بڑی بلندی ہے اللہ کا دوست اللہ اور القاب جتنے ہیں انبیاء کے ان میں خالق اور مخلوق کا فرق نمایاں ہے مثلاً حضرت آدم صنی اللہ۔ یعنی اللہ کے چنے ہوئے وہ چنے والا ان کی بلندی یہ کہ ان کو اس نے چنا۔ حضرت نوح نوحی اللہ۔ اللہ کے نجات دیئے ہوئے۔ تو وہ نجات دینے والا اور یہ نجات پانے والے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ۔ اس سے ہمکلام ہونے والا۔ تو ظاہر ہے ان کا شرف یہ کہ اس سے ہمکلام ہو رہے ہیں لیکن خلیل اللہ۔ خلیل اللہ کلیم اللہ کے دوست۔ یاد رکھئے کہ دوست کا رشتہ برابر کا ہے۔ یہ اس کا دوست ہے تو وہ اس کا دوست ہی ہے۔ تو اب بندے کی اس سے بڑھ کر بلندی کیا ہوگی کہ اللہ تمام لفظ میں سہی مگر اسے اپنے برابر کی سطح دے دے۔ یہ اس کا دوست وہ اس کا دوست تو اب یہ رفعت حضرت ابراہیم کی نمایاں ہے۔ مگر حضرت ابراہیم سے بالاتر ذات وہ حبیب اللہ۔ کوئی کہے کیا ہوا درجہ اونچا تو نہیں ہوا لفظ بدل کر میں کہتا ہوں یہ اُردو زبان کی کوتاہی ہے۔ ہمارے ہاں خلیل اللہ کا ترجمہ بھی اللہ کا دوست اور حبیب اللہ کا ترجمہ بھی اللہ کا دوست مگر خلیل میں مضمع ہے طالب فنا اور حبیب میں مضمع ہے مطلوب ہونا۔ یعنی خلیل وہ ہے جو دوسرے کو چاہے اور حبیب وہ ہے جو دوسرا چاہے اور دوست جب ایسے ہوں۔ ایک ہو طالب ایک ہو دوست تو بڑا فرق ہو جاتا ہے۔ دونوں دوستوں میں برتاؤ میں بھی فرق ہو جاتا ہے دوستی کے تقاضوں سے کون واقف نہیں۔ کوئی ایسا ہو آپ اس سے تعلقات قائم کرنا چاہتے ہوں تو اس سے برتاؤ اور ہوگا اور کوئی وہ ہو جو آپ سے محبت بڑھانا چاہتا ہو اس سے برتاؤ اور ہوگا مثال کے طور پر آپ نے ماشاء اللہ کوئی مکان

تعمیر فرمایا ہے۔ ایک غریب کے لئے اس کا بھونپڑا اتنا ہی مسرت کا باعث ہوتا ہے جتنا ایک امیر کے لئے اس کا عالی شان محل۔ بہر حال حسبِ حیثیت جیسا چاہے ایک مکان بنوایا۔ کوئی ایسا بلا کہ جس سے آپ محبت بڑھانا چاہتے ہیں تو آپ کو بلا کہ میں نے مکان بنوایا ہے دل چاہتا ہے آپ بھی دیکھیں یہ آپ نے مکان بنوایا ہے اور دل چاہتا ہے کہ وہ دیکھ لیں اور وہ کہتے ہیں کہ مجھے فرصت نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں جس وقت فرمائیے میں سواری بھیج دوں گا۔ سواری پر آجائیے گا۔ یہ ہوگا برتاؤ اس سے جس سے آپ تعلقات محبت بڑھانے کے طلب گار ہوں اور کوئی ایسا ہے جو آپ سے محبت کے تقاضے کو بڑھانا چاہتا ہے خواہ کسی وجہ سے۔ خواہ الیکشن کا موقع قریب آنے والا ہے۔ اس کی بنا پر آپ سے وہ محبت بڑھانا چاہتا ہے تو مکان آپ نے بنوایا ہے اب وہ کہے گا کہ میں نے ماشاء اللہ ایک مکان آپ نے تعمیر فرمایا ہے دل چاہتا ہے ہم بھی دیکھیں اب ان کا دل چاہنے لگا اور اب آپ کہتے ہیں کہ میں تو مکان پر کم رہتا ہوں اب وہ کہتے ہیں جس وقت کہیں اس وقت میں حاضر ہو جاؤں آپ نے بددلی سے کہا دیا کہ اچھا صاحب فلاں وقت آجائیے گا اب وہ آئے تو جیسے آپ بھول گئے کہا کیسے آئے۔ کہنے لگے آپ کا مکان میں دیکھنا چاہتا ہوں اور آپ نے مکان کھول دیا فرض کیجئے کئی طبقے ہیں اور انہوں نے ادھر ادھر سے دیکھا آپ نے کہا میں لیا آپ نے۔ تشریف لے چلتے یہ وہ دوست ہے جو طلب گار ہے اور وہ پہلا دوست جو مطلوب تھا آپ نے کہا تھا وقت پر سواری بھیج دوں گا۔ اب وقت معین ہو گیا موجود۔ نامزدہ موجود۔ وہ ہیں کہ جیسے سوئے ہوئے ہیں۔ کوئی طالب ہو تو بھلاسا

تعمیر فرمایا ہے۔ ایک غریب کے لئے اس کا بھونپڑا اتنا ہی مسرت کا باعث ہوتا ہے جتنا ایک امیر کے لئے اس کا عالی شان محل۔ بہر حال حسبِ حیثیت جیسا چاہے ایک مکان بنوایا۔ کوئی ایسا بلا کہ جس سے آپ محبت بڑھانا چاہتے ہیں تو آپ کو بلا کہ میں نے مکان بنوایا ہے دل چاہتا ہے آپ بھی دیکھیں یہ آپ نے مکان بنوایا ہے اور دل چاہتا ہے کہ وہ دیکھ لیں اور وہ کہتے ہیں کہ مجھے فرصت نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں جس وقت فرمائیے میں سواری بھیج دوں گا۔ سواری پر آجائیے گا۔ یہ ہوگا برتاؤ اس سے جس سے آپ تعلقات محبت بڑھانے کے طلب گار ہوں اور کوئی ایسا ہے جو آپ سے محبت کے تقاضے کو بڑھانا چاہتا ہے خواہ کسی وجہ سے۔ خواہ الیکشن کا موقع قریب آنے والا ہے۔ اس کی بنا پر آپ سے وہ محبت بڑھانا چاہتا ہے تو مکان آپ نے بنوایا ہے اب وہ کہے گا کہ میں نے ماشاء اللہ ایک مکان آپ نے تعمیر فرمایا ہے دل چاہتا ہے ہم بھی دیکھیں اب ان کا دل چاہنے لگا اور اب آپ کہتے ہیں کہ میں تو مکان پر کم رہتا ہوں اب وہ کہتے ہیں جس وقت کہیں اس وقت میں حاضر ہو جاؤں آپ نے بددلی سے کہا دیا کہ اچھا صاحب فلاں وقت آجائیے گا اب وہ آئے تو جیسے آپ بھول گئے کہا کیسے آئے۔ کہنے لگے آپ کا مکان میں دیکھنا چاہتا ہوں اور آپ نے مکان کھول دیا فرض کیجئے کئی طبقے ہیں اور انہوں نے ادھر ادھر سے دیکھا آپ نے کہا میں لیا آپ نے۔ تشریف لے چلتے یہ وہ دوست ہے جو طلب گار ہے اور وہ پہلا دوست جو مطلوب تھا آپ نے کہا تھا وقت پر سواری بھیج دوں گا۔ اب وقت معین ہو گیا موجود۔ نامزدہ موجود۔ وہ ہیں کہ جیسے سوئے ہوئے ہیں۔ کوئی طالب ہو تو بھلاسا

تعمیر فرمایا ہے۔ ایک غریب کے لئے اس کا بھونپڑا اتنا ہی مسرت کا باعث ہوتا ہے جتنا ایک امیر کے لئے اس کا عالی شان محل۔ بہر حال حسبِ حیثیت جیسا چاہے ایک مکان بنوایا۔ کوئی ایسا بلا کہ جس سے آپ محبت بڑھانا چاہتے ہیں تو آپ کو بلا کہ میں نے مکان بنوایا ہے دل چاہتا ہے آپ بھی دیکھیں یہ آپ نے مکان بنوایا ہے اور دل چاہتا ہے کہ وہ دیکھ لیں اور وہ کہتے ہیں کہ مجھے فرصت نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں جس وقت فرمائیے میں سواری بھیج دوں گا۔ سواری پر آجائیے گا۔ یہ ہوگا برتاؤ اس سے جس سے آپ تعلقات محبت بڑھانے کے طلب گار ہوں اور کوئی ایسا ہے جو آپ سے محبت کے تقاضے کو بڑھانا چاہتا ہے خواہ کسی وجہ سے۔ خواہ الیکشن کا موقع قریب آنے والا ہے۔ اس کی بنا پر آپ سے وہ محبت بڑھانا چاہتا ہے تو مکان آپ نے بنوایا ہے اب وہ کہے گا کہ میں نے ماشاء اللہ ایک مکان آپ نے تعمیر فرمایا ہے دل چاہتا ہے ہم بھی دیکھیں اب ان کا دل چاہنے لگا اور اب آپ کہتے ہیں کہ میں تو مکان پر کم رہتا ہوں اب وہ کہتے ہیں جس وقت کہیں اس وقت میں حاضر ہو جاؤں آپ نے بددلی سے کہا دیا کہ اچھا صاحب فلاں وقت آجائیے گا اب وہ آئے تو جیسے آپ بھول گئے کہا کیسے آئے۔ کہنے لگے آپ کا مکان میں دیکھنا چاہتا ہوں اور آپ نے مکان کھول دیا فرض کیجئے کئی طبقے ہیں اور انہوں نے ادھر ادھر سے دیکھا آپ نے کہا میں لیا آپ نے۔ تشریف لے چلتے یہ وہ دوست ہے جو طلب گار ہے اور وہ پہلا دوست جو مطلوب تھا آپ نے کہا تھا وقت پر سواری بھیج دوں گا۔ اب وقت معین ہو گیا موجود۔ نامزدہ موجود۔ وہ ہیں کہ جیسے سوئے ہوئے ہیں۔ کوئی طالب ہو تو بھلاسا

اے دیکھنا چاہتے ہو مردے کیونکر زندہ ہوتے ہیں تو مشکل کیا ہے

کہ بعد باقی رہیں۔ کیوں نہیں قائم رہے کیا اس لئے کہ آدمی اس لائق نہیں رہے نہیں آدمی وہی ہیں جو اس وقت تھے، لیکن کام ختم ہو گیا۔ اس لئے وہاں اس پوسٹ پر کوئی نہیں ہوگا۔ بس یونہی بنی میں نے کہا کام یہ ختم ہونے والا جب تک ایک خبر بھی ملے گی کہ نبی کی ضرورت لہذا نبی کا عہدہ ختم ہو گیا تو نبوت میں کوئی جانشین نہیں ہوگا اور جانشین نبوت میں ہوتا تو نبی ہی کہلاتا۔ اس لئے کہ جب صاحب جائیں تو ایک کے لئے بھی اس کرسی پر کوئی نائب بیٹھے تو وہ صاحب ہی کہلائے گا۔

والس چانسٹر جائیں اور پروڈالس چانسٹر قائم مقام کے طور پر کام کریں تو اب وہ پروڈالس چانسٹر نہیں کہا جائے گا۔ پروڈالس چانسٹر کھٹان کی توہین ہوگا۔ تو قائم مقام ہو اس کا لقب وہی ہوگا جو اس کا ہے جس کا وہ قائم مقام ہے۔ تو نبی جانشین اگر نبوت میں ہوتا تو نبی ہوتا۔ رسول کا جانشین اگر رسالت میں ہوتا تو رسول ہوتا۔ چونکہ نبوت کی جگہ ختم ہو گئی۔ رسالت کی جگہ ختم ہو گئی لہذا اب کوئی جانشین نہیں رکھا جائے گا نبوت میں۔ کوئی جانشین نہیں رکھا جائے گا رسالت میں مگر وہ امت کا منصب وہ تاقیامت رہنے والا ہے لہذا اب جو جانشین ہوگا وہ امام کہلائے گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ موضوع جو رکھا گیا ہے تحت خدا وہ لفظ میں لے لیا آدم سے لے کر ہر ایک پر منطبق ہے مگر ذہن میں موضوع رکھنے والوں کے وہ اپنا دور ہوگا لہذا میں سلسلہ بیان کو قاعدے کے مطابق اس نقطے تک لے گیا۔ امانت منزل تک اب اس کے بعد بحمد اللہ ایک منزل اور ہے لہذا وہ اصل مقصد جو ہے وہ کل آپ کے سامنے پیش ہوگا یہیں چونکہ مجلس ہے تقریر تو ہے نہیں کہ اب بات پر ختم ہو جائے تو جناب میرے لئے کوئی فضائل سے مصائب کی منزل ہو

ارے نہیں طلبکار ہوئے تھے اور یہ سوتے سے اٹھا کر لے گیا کیوں دل چاہتا ہے لَنْبِرِيكَ مِنْ اَيْلَتِكَ تاکہ اپنی نشانیاں دکھلائیں۔ ماشاء اللہ ارباب ہنرمند سے سُن رہے ہیں ایک جملہ کہہ کر آگے بڑھوں گا کہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے صحابہ کرام مدّتوں سے منتظر تھا کہ کوئی دیدہ و رائے۔ تو معلوم ہوا کہ خود القاب سے ان کی مدّت ثابت۔ وہ خلیل اللہ۔ یہ حبیب اللہ لہذا ان کی منزل حضرت ابراہیم سے اُونچی ہے اب اگر فقط نبی اور رسول یہ ہوں اور امام نہ ہوں۔ اس کے معنی ہیں کہ خلیل کو ہر جگہ ختمی وہ ان کو نہ ملی۔ لہذا یہ نقصانے افضلیت ہر مسلمان کو ماننا پڑے گا کہ جیسے وہ اور رسول کے ساتھ امام بھی تھے دیے ہی یہ بھی نبی اور رسول کے ساتھ امام بھی یعنی یہ نبی بھی ہیں، رسول بھی ہیں امام بھی ہیں کیونکہ نبوت اور رسالت ان پر ہم رہی ہے اس لئے بار بار ان کو نبی اور رسول کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے اب ان کے بعد کوئی نہیں مخاطب ہوگا۔ مگر یہ ہیں نبی اور رسول بلکہ اس کے ساتھ امام ہیں۔ اب مختلف حالات میں کچھ ہنگامی جگہیں کچھ ہنگامی پوسٹیں مقرر ہوتی ہیں خدا خواستہ جنگ ہو جائے تو زمانہ جنگ میں کچھ خاص ایسے محکمے قائم ہو جائیں جو عام حالات میں نہیں ہوتے۔ یا ہمارے ہاں ایمر جنسی لاگو ہوتی تھی وہاں کی بات میں بات کر رہا ہوں ایمر جنسی لاگو ہوتی تھی تو اس موقع کے اوپر بہت سے محکمے ایسے تھے جو اب ایمر جنسی ختم ہونے کے بعد نہیں رہے کیوں نہیں رہے اس لئے کہ کام ختم ہو گیا۔ جب کام ختم ہو گیا تو اب کوئی جانشین نہیں رکھا جاوے اسے پوسٹ ہی نہیں رہی تو جانشین کا کیا سوال۔ آپ کے ہاں فوجی حکومت تو فوجی حکومت کے تقاضوں سے کچھ محکمے ہوں گے جو شاید جمہوریت قائم ہو

jabir.abbas@yahoo.com

نہیں ہوتی۔ لہذا وہ سب دست و گریباں ہے میں کہتا ہوں نبوت سے بالاتر اور رسالت سے بالاتر امامت۔ نبوت میں ہمارے سامنے قرآن کی نظیر ہے کہ گوارے کا پتہ کہتا ہے اِنی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیاً میں کہتا ہوں کہ نبی کا بندہ ہوں۔ حضرت عیسیٰ کی آواز گوارے سے ہے۔ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس کتاب دی ہے اور مجھے اس نے نبی بنایا ہے۔ بنائے گا نہیں۔ صیغہ ماضی جملہ نبیاء۔ مجھے اس نے نبی بنایا ہے تو حضور اگر گوارے کا پتہ کہے کہ مجھے نبی بنا دیا ہے تو اب سچھ لیجئے کہ اللہ کے بنائے ہوئے عہدوں میں عمر کی قید نہیں ہوتی اگر ۴۔ ۵ برس کے بچوں کے لئے رسول فرمادیں اِنِّیْ هٰذَا نَبِیٌّ مِّنْ اِمَمِّیْنَ اَوْ تَعْدَا۔ یہ میرے دونوں بیٹے امام ہیں چاہے کھڑے ہوں اور چاہے بیٹھے ہوں تو قرآن کے کسی ماننے والے کو تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ ۴۔ ۵ برس کے بچے امام کیسے ہونگے۔ اب تمام امت کی زبان میں بات کروں کہ اگر گذشتہ امت گوارے کا پتہ نبی ہو سکتا ہے تو خیر الامم میں ۴۔ ۵ برس کے بچے امام کیوں ہو سکتے۔ سلوۃ۔ تو امام کہنے میں کوئی حیرت نہیں۔ مگر مجھے۔ اگر اس وقت میں رہتا ہوں تو ایک جملے کے معنی میری سمجھ میں نہ آتے بات ختم ہو جاتی ہے کہ میرے بچے امام ہیں مکمل ہو گیا جملہ۔ یہ اس میں کیا اضافہ کہ چاہے کھڑے ہوں یا بیٹھے حالات میں کبھی کھڑا ہوتا ہے کبھی بیٹھا ہے۔ کبھی جاگتا ہے کبھی سوتا ہے اس کو میں کیا دخل۔ مگر جب مستقبل نے پردہ ہٹایا۔ ماضی بن گیا تو میری اب سمجھ میں آئی کہ رسول نے جب فرمایا ہے تو اللہ کے دیئے ہوئے علم سے ماضی کے نقشے میں مستقبل کا نقشہ نظر آ رہا تھا۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ میرے ان دونوں بچوں

۱۔ صلح نامہ ہی نگاہوں میں مختلف ہوگا ایک صلح کر کے بیٹھ جائے گا ایک تلوار لے کر کھڑا ہو جائے گا کچھ لوگ اس کی صلح پر معترض ہوں گے۔ کچھ لوگ اس کی جنگ پر معترض ہوں گے اس لئے رسول نے فرمادیا میرے دونوں بیٹے امام ہیں چاہے کھڑے ہوں چاہے بیٹھے ہوں یعنی حسن صلح کر کے بیٹھ جائے تو اعتراض نہ کرنا۔ حسین تلوار لے کر کھڑا ہو جائے تو اعتراض نہ کرنا تو اٹھنا بھی حکم خدا سے ہے یہ بیٹھنا بھی حکم خدا سے ہے وہ بھی امامت کا ایک انداز ہے یہ بھی امامت کا ایک شیوہ ہے۔

۲۔ پرمیگنڈے سے دنیا واقف ہے۔ حکومت کا ایک پرمیگنڈہ تھا یعنی ائمہ کی طرف کا کہ دونوں بھائیوں کے مزاج میں پہلے سے بہت اختلاف تھا وہ بھائی صلح پسند تھے کہ باپ کو بھی جنگ عین میں روکتے تھے کہ خونریزی نہ کیجئے اور یہ ائمہ جنگ پسند تھے کہ بھائی کی صلح کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ یہ کرتب ہوتے ہیں سیاست کے کہ بھائیوں میں اختلاف دکھلایا جائے میں کہتا ہوں ذرا غور کیجئے اور دنیا جو کہتی ہے کہ امام حسن صلح پسند تھے اور امام حسین جنگ پسند تھے تو کیا حضرت امام حسین نے کوشش صلح نہیں کی تھی یہ تو فراقِ مخالف کا طرزِ عمل ہے اس نے ان کی شرطیں سب مسترد کر دیں وہاں صورت حال یہ ہے کہ اُدھر سے سادہ کاغذ آگیا تھا کہ جو شرطیں چاہے کچھ دیجئے ہمیں منظور ہیں اور یہاں یہ شرطیں لکھ رہے ہیں اور اُدھر سے مسترد ہو رہی ہیں اب جیسے ۱۲۔ ۲۲ کا مجموعہ ۴۴ ہے اس لئے میں پوچھتا ہوں کہ اگر شرطیں اُدھر سے منظور ہو جاتیں تو تاریخ اسلام پر ختم ہوتی یا جنگ پر۔ تو اب کسی کو کیا حق ہے کہ ان کو شہزادہ امن کہے اور کہ ان کو شہزادہ جنگ کہا جائے۔ نہیں دونوں شہزادہ امن ہیں

jabir.abbas@yahoo.com

اور فرق کا احساس ہے تو دونوں شہزادہ جنگ ہیں۔ وقت کے تقاضے دیکھئے اور رسول نے توحید بیہ میں صلح کی تھی اس وقت پورا موضوع نہیں عرض کرنا ہے۔ ہوسے شرائط پر کہ جو وہ کہہ رہے تھے وہ مان رہا تھا اور انہوں نے جو صلح کی ہے کیسی شاندار پہلی شرط یہ ہے کہ امیر شام کو کتاب و سنت پر عمل کرنا ہوگا۔ ماشاء اللہ مجمع میں قانون دان حضرات بھی ہوں گے میں کہتا ہوں کہ یہ شرط رکھ کر ایک طرف حسن مجتبیٰ نے یہ بات صاف کر دی کہ ہماری نزاع حکومت شام سے نہ خاندانی نہ قبائلی۔ ہماری نزاع اصولی ہے لہذا اگر کبھی جنگ بھی ہو جائے تو اسے خاندانی نہ کہنا دوسری بات یہ کہ حضرت امام حسن نے یہ شرط رکھی اور گویا اقرار لے لیا کہ اس تک جو ہو رہا ہے وہ کتاب و سنت کے خلاف ہے اب سینکڑوں دلیل کتاب میں دیں صناعی میں کہ ان کی خلافت شعل خلافت راشدہ تھی۔ میں کہتا ہوں۔

انہوں نے خود مان لیا کہ اب تک جو ہوتا رہا ہے وہ کتاب و سنت کے خلاف ہے کوئی کہے اس کا کیا ثبوت ہے کہ انہوں نے مانا۔ اس کا ثبوت یہ کہ انہوں نے کہا تھا جو شرطیں لکھے وہ مجھے منظور۔ اور یہ کہ مانا اس کا ثبوت یہ کہ صلح ہو گئی اگر بنا ہوتا تو صلح نہ ہوتی۔ تو اب انہوں نے تو ایسی شاندار صلح کی اور حضرت امام حسین کے سامنے کیا موقف تھا۔ حضرت امام حسین کے سامنے یہ موقف تھا کہ یہ شرطیں بیعت ہے۔ بیعت اطاعت کا غیر مشروط اقرار۔ تو اب تمام عالم اسلام میں یہ شخصیت بہت مافی ہوئی ہے، لیکن یہاں اس ملک میں تو بہت ہی اہمیت رکھتی ہے شخصیت ڈاکٹر اقبال کی تو ڈاکٹر اقبال کی زبان میں۔

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید ایں دو قوت از حیات آمد پدید

اس کے معنی ہیں کہ یہ دنیا میں آئے تو تھے ہجرت کے تین چار سال گزرنے کے بعد۔ لیکن آدم کے وقت اول سے لے کر جنگ حسین اور یزید کی قائم تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ اقبال کی زبان میں ہر دور کا حق پرست رمزی طور پر حسین ہے اور ہر دور کا اہل پرست رمزی طور پر یزید ہے تو اب اس اصطلاح اقبال کو سامنے رکھ کر جو میں کہ رہا ہوں اس پر غور کیجئے کہ میں کہتا ہوں کہ ان کے پہلے کسی دور کے حسین نے کسی بلا کی بیعت نہیں کی۔ موسیٰ نے فرعون کا کہا مان لیا ہوتا تو جلاوطن کیوں ہوتے ابراہیم نے مردود کا کہا مان لیا ہوتا تو آگ میں کیوں پھینکے جاتے اور ہمارے رسول نے ابو جہل اور ابولہب وغیرہ کا کہا مان لیا ہوتا تو ۱۳ برس حرم مبارک پر پتھر کیوں کھاتے تو پھر کہوں گا کہ کسی دور کے حسین نے کسی دور کے یزید کی بیعت نہیں کی تو ماشاء اللہ صاحبان ہم اس اب یہاں میں کہتا ہوں کہ آج کا موسیٰ۔ آج کا ابراہیم۔ آج کا محمد مصطفیٰ اپنے وقت کے فرعون و مردود و ابو جہل کی بیعت کیوں کرے گا۔

تو میں کہتا ہوں کہ امام حسین نے کوئی نیا کام نہیں کیا۔ انہوں نے وہی کیا جو انکے بزرگ انکے اسلاف ہمیشہ کرتے آئے تھے۔ مگر اس کے ساتھ ایک اور بات کہتا ہوں میں کہتا ہوں کہ واقعہ کربلا کی مثال نہ ادلین میں ہے اور نہ آخر میں میں تو کوئی کہے گا کہ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے سے منکر الگ ہیں۔ ابھی تو یہ کہا کہ کوئی نیا کام نہیں کیا وہی انکے اسلاف نے کیا اور اب کہا جا رہا ہے کہ اس کی مثال نہ ادلین میں ہے نہ ادلین میں۔ میں کہتا ہوں بالکل میں نے دونوں باتیں سمجھ کر کہی ہیں۔ انہوں نے کیا وہی ہمیشہ انکے آباؤ اجداد نے۔ اسلاف نے کیا تھا مگر ہوا انکے ساتھ جو وہ کبھی نہیں ادا تھا۔ اور اسکیوں میں عرض کرتا ہوں کہ ہمیشہ ظلم کے دل میں کچھ حسرت رہ گئی اور

jabir.abbas@yahoo.com

صابر کے متعلق کچھ غلط فہمی دنیا کو باقی رہ گئی۔ ظلم کے دل میں حسرت یہ کہ اتنا ہم نے کیا اتنا اور کرتے۔ تو انہیں راہ حق سے ہٹا دیتے یہ تو ظلم کی حسرت رہ گئی۔ صابر کے متعلق یہ غلط فہمی رہ گئی کہ ہم نے اتنا کیا تو برداشت کر گئے۔ اگر اتنا اور کرتے تو پھر آدمی تھے بشر تھے پھر برداشت نہ کر سکتے یہ حجت حسین نے کر بلا میں ختم کر دی اب ظالم سوچ نہیں سکتا کہ ہم یہ کرتے اور صابر کے متعلق غلط فہمی نہیں ہو سکتی کہ یہ پوتا تو نہ سہہ سکتے میں کہتا ہوں کہ کیا رہ گیا جو اور کرتے اور کیا باقی رہا جسے یہ نہ سہہ سکتے اس یہ باب مصائب ہے عموماً مصائب میں ایسی چیزیں خلاف اصولِ ذاکر کی بھی جاتی ہیں جس میں ذہن کو ذرا الجھا یا جائے مگر میرا طرز یہی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ دماغ کو بھی متوجہ رکھئے جو حقیقت ہے اسے بھی سمجھئے اور پھر دل کو بھی جواڑنا تھا ہے وہ کیجئے میں کہتا ہوں کہ اگر جنگ مغلوبہ ہوتی اور سب ایک ساتھ شہید ہو جاتے تو یہ جو ہر اختیارِ صبرِ نمودار نہ ہوتا۔ اصحاب سب چلے گئے عزیز ابھی سب ہیں اب بھی حسین اقرار بیعت کر کے عباس کی جوانی کو بچا سکتے ہیں۔ اب بھی حسین اقرار بیعت کر کے علی اکبر کے شباب کو محفوظ رکھ سکتے ہیں مگر کر بلا میں حضرت امام حسین نے دکھلا دیا کہ نہیں جس راہ میں حبیب کی پیری گئی تھی اسی راہ میں علی اکبر کا شباب جلتے گا۔ مگر اجر کو الی اللہ۔ بس چند بجلے اور ذرا غور کیجئے کیا عرض کر رہا ہوں حضور کر بلا میں حضرت امام حسین کے لئے بہت آسان تھا کہ صبح عاشور میں دل جاتے اور جنگ کر کے اپنا سر راہِ خلا میں دے دیتے، لیکن اگر ایسا کرتے تو ان کا منزل یحییٰ ابن زکریا سے آگے نہ بڑھتی۔ جناب یحییٰ کا بھی سر قلم ہو گیا تھا یہ میرا اپنا قلم کرا لیتے تو اس منزل سے ان کی منزل آگے نہ بڑھتی۔ کر بلا میں حسین کا

یہ نہیں کہ سر دے دیا۔ کا نام یہ ہے کہ جب تک ایک بھی رہا نہ دیا۔ اب میں اسے اپنے اردو زبان میں کہہ دوں کہ کر بلا میں مرنا اتنا مشکل نہ تھا جتنا جینا مشکل تھا اور اس لئے پیغمبرِ خدا کا اصولِ جنگ جو تھا ہنج البلاغہ میں امیر المومنین نے کہا ہے کہ ہمیشہ بزدل کو آگے رکھتے تھے اصحاب کو پیچھے رکھتے تھے کیا معاذ اللہ حسین اپنے عائدانی اصولِ جنگ کو نہیں جانتے تھے۔ اپنے نانا کی سیرت سے واقف نہ تھے مگر کر بلا میں الٹ کیا یہ۔ اصحاب آگے رکھے گئے عزیز بعد کر رکھے گئے یہ کیا۔ بات یہ ہے کہ ہر جنگ میں یقین ہوتا تھا کہ کچھ شہید ہو جائیں گے کچھ بچ جائیں گے وہاں اگر اصحاب کو آگے رکھیں تو اس کے معنی یہ کہ عزیز دل کو گھونٹنا ہے اپنوں کو بچوانا ہے، لیکن کر بلا میں یہ تو طے شدہ تھا کہ شہید ہونا سب کو ہے امکاناتِ حیات تو شبِ عاشور کو طے سے ختم کئے جا چکے ہیں۔ اب یہ تو طے ہے کہ سب جان دیں گے لیکن صورتِ الامر یہ ہے کہ جو پہلے چلا گیا اس کی مسافتِ مصیبت مختصر ہو گئی ارے سب مصیبتیں اس طرف پیاس ہی کو لیجئے جہاں ساتویں سے پانی بند ہو۔ آفتاب کی تمازت کے ساتھ طوفانِ عطش کا سیلابی رفتار سے بڑھ رہا ہے۔ اب یہاں جو سب سے پہلے آئے ادھر کا نو دارِ دہ ابھی جائے گا کیونکہ جب تشنہ ہو کر آیا تھا جب تو پانی لایا تھا اب دوست ہو کے آیا تو ایک جرعه آب نہیں کہ ہمان کی ضیانت لائے اگر پانی پلا نہیں سکتے تو پیاس بھی کیوں رکھیں کہا جاؤ ہاں پہلے چلے جاؤ آخر خاص اس اصحاب وہ دوپہر تک باقی رہیں۔ حبیب دوپہر تک ہیں۔ ابو تمامہ دوپہر تک اس اصحاب میں سے بھی جب تک ایک ہے کوئی عزیز نہ جائے۔ ممکن ہے کہ اس آگے آپ نے سنا ہو، لیکن جہاں تک میرا مطالعہ ہے۔ یہ نہیں ہے کہ

مجلس یازدہم

حُجَّتِ خُدا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رُسُلًا مَّبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِّئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ
پچھلے پارے کی آیت ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے کہ پیغمبر میں ہم نے بھیجے ہیں مبشر اور
منذر یعنی خوشخبری دینے والے اور عذاب سے ڈرانے والے تاکہ لوگوں کے پاس اللہ
کے سامنے اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہے۔ اگر یہ نہ بھیجے جاتے تو لوگوں کے
پاس بوقت ہوتی۔ اب یہ بھیج دیئے گئے تو اب اللہ کے پاس حجت ہو گئی اور اس
لئے ان ہستیوں کو حجتِ خدا کہتے ہیں۔ حجتِ خدا وہ ہے جو خالق کی طرف سے ہری
کے لئے مقرر ہو پہلے اس کا نام نبی ہوا۔ وہ حجتِ خدا بنام نبی رہا۔ پھر اس کا نام رسول
اور حجتِ خدا بنام رسول رہا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم سے اس کا نام ان کے ساتھ
رسول ہوا یعنی نبی بھی تھا، رسول بھی تھا اور اب امام ہوا اور یہیں یہ جزو کل میں
رسول کیا تھا کہ نبی ہوئے ہیں ایسے جو کسی ایک ہستی کے لئے نبی ہیں۔ نبی ہوئے ہیں۔
ایسے جو کسی ایک قوم کے لئے نبی ہیں۔ رسول ہوئے ہیں ایسے جو محدود رسالت جن
کا ہے کسی ایک دائرے میں مثلاً حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے لئے ہے

عزیزوں نے جانا چاہا ہوا اصحاب نے قدموں پر سر رکھ دیئے ہوں کہ ہم اپنی زندگی میں نہیں
جانے دیں گے۔ کربلا کے اقدامات تکلفات کے ماتحت نہیں ہو رہے تھے فرائض کے
ماتحت ہو رہے تھے۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ حسینؑ نے حکماً روکا حکماً منع کیا کہ جب تک
اصحاب میں سے ایک بھی ہے کوئی عزیز ضرور نہ جائے۔ اے علی اکبر تمہیں کیا حق
ہے کہ کوثر پر جا کر سیراب ہو جاؤ اور صیب پیاسا رہے اے قاسم تم کم سن ہوئی ہو
کیا حق ہے کہ تم اپنی پیاس ختم کر دو اور میرے اصحاب تشنہ لب رہیں جب میرا
کی باری آئی تو دور کے عزیز پہلے چلے جائیں۔ فرزند ان بعض چلے جائیں فرزند ان
چلے جائیں۔ برابر کا بھائی بعد کو رہے جوان بیٹا بعد کو رہے یعنی جس کی وقت بڑا
کا امتحان زیادہ لینا ہے اسے آخر تک کے لئے رکھا ہے بس اس مجھے کے بعد ختم
کردوں گا مجلس کہ مولائے خود عرض کردوں گا کہ مولایہاں تک میری نطق نے ساتھ
دیا یہاں تک میرے فلسفے نے مدد کی، مگر مولایہاں نطق اور فلسفہ ہتھیار ڈالتا ہے
یہ عباس کے بھی بعد یہ علی اکبر کے بھی بعد یہ چھ ہمیں کی جان۔ یہ شاہزادہ علی اصغر
بس مولائے بس اپنا پیش خیمہ رکھا۔

jabir.abbas@yahoo.com

حالانکہ وہ اولوالعزم رسول ہیں مگر تحقیق یہ ہے کہ ان کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے دائرے میں تھی۔ بنی اسرائیل کے لئے وہ رسول تھے اس دائرے کے باہر ان کی رسالت نہیں تھی اور اسی لئے حضرت خضران کے دائرہ رسالت سے باہر تھے ان کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی تو نبی جنات کے لئے ہوئے ہیں۔ رسول وہ کسی ایک قوم کے لئے کسی ایک قبیلہ کے لئے ہوئے ہیں امامت جہاں سے شروع ہوئی تو اَوْحٰی جَاءَکَ لِلنَّبَاِ مِنْ اَمَامَاۗہُمْ میں ہمیں تمام انسانوں کا امام بنانا ہوا اب انسان کسی بھی خطہ ارض پر ہوں کسی بھی زمین پر ہوں بلکہ کسی بھی جہاں میں انسان جلتے ہوں تو ان سب کے لئے امام ہو اور جب امامت آگے بڑھ کر خاتم المرسلین تک پہنچی تو اب للنباس کے لفظ میں ارتقاء ہوا دلائل تھا للنباس اور انہیں کیا کہا رحمة للعالمین۔ یہ رحمت ہیں تمام عالمین کے لئے۔ اب یہ عالمین کا دائرہ کتنا وسیع ہے۔ اسے اس سے سمجھ لیجئے کہ اپنی ربوبیت کے حدود جب بتائے تو یہی کہا الحمد للہ ہم رب العالمین۔ حمد ہے اللہ کے لئے جو تمام عالمین کا رب ہے اور ان کو کہا وما انا سئلنا الا رحمة للعالمین اس کا مطلب ہے جہاں تک خدا کی خلائی دیاں تک ان کی بیعت رسول ہو گی اب حضرت ابراہیم تک اور تک کیا انہی سے تو آغاز ہوا تھا۔ دلائل پر اس نقطہ میں امامت للنباس تھی تو ان کے براہ راست جو نائب ہوئے وہ نائب بھی للنباس ہوئے انسانوں کے لئے ہوئے صرف اور جب امامت بڑھ کر للعالمین کے دائرے تک پہنچ گئی تو اب جو نائب ہوں گے وہ سب عالمین کے لئے ہونگے۔ اب میں نے عرض کیا کل یہاں تک بات پہنچی تھی کہ نبوت ختم ہو جانے والی شے ہے اس لئے نبوت میں جانثین کو

ہیں ہوگا۔ رسالت ختم ہو جانے والی چیز لہذا رسالت میں کوئی نہیں ہوگا جانثین اب معلوم نہیں دنیا کس بات میں جانثین کی تلاش میں ہے۔ رسول کا جانثین ڈھونڈ رہی ہے۔ نبی کا جانثین ڈھونڈ رہی ہے تو جو جگہ ختم ہو گئی کیا اس کا ایکشن ہوتا ہے۔ نبوت کی جانثین کے کوئی معنی نہیں۔ رسالت کی جانثین کے کوئی معنی نہیں ہاں امامت ہے کہ جو برقرار ہے لہذا امامت میں جو جانثین ہوگا وہ امام کہلائے گا اب تمام مسلمان متفق ہیں کہ ہمارے رسول آئے تو سب کے بعد۔ لیکن سر نبی ہر رسول اپنے دور میں ان کی اطلاع دیتا رہا۔ آدم سے لے کر اور ہمارے رسول کے قبل تک بلکہ اب اور کابوہما وہ آخری رسول کے آنے کی اطلاع دیتا رہا۔ خبر دیتا رہا اور خبر ہی نہیں دیتا رہا بلکہ قرآن کہہ رہا ہے کہ وہ اپنی امتوں سے عہد و پیمان لیتے رہے کہ اس آخری رسول کو مانو گے۔ اس آخری رسول کو تم تسلیم کر دو گے تو یہ ہے ہر نبی، اس آخری رسول کی خبر دیتا رہا تو اب پیغمبر خدا اب انکے بعد وحی کا دروازہ بند ہے لہذا جو کچھ اس کے پیغام ہوں وہ انہیں پہنچانا ہیں لہذا اب ان کو اپنے بعد تک کا سب کا تعارف کو دینا چاہیے کہ میرے بعد کون لوگ ہوں گے اور اب یہاں علم غیب کی بحث نہیں آسکتی اس لئے کہ گذشتہ دور کے انبیاء علم غیب اگر نہیں رکھتے تھے تو آخری رسول کی خبر کیوں کر دے رہے تھے۔ تو ان سے افضل جو ذات ہے وہ اگر قیامت تک کے رہنماؤں کی اطلاع دیدے! صلوة۔

آدم واقف ہو سکتے ہیں محمد مصطفیٰ کے نام سے۔ نوح ان کے نام سے واقف ہو سکتے ہیں عیسیٰ واقف ہو سکتے ہیں۔ قرآن میں موجود ہے۔ انی مہشراہ رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

انہوں نے کہا بشارت دیتا ہوں ایک ایسے رسول کی جس کا نام احمد ہوگا۔ اسی میں احمد کے ساتھ غلام کی لفظ نہیں ہے کہ احمدی ہے صلوٰۃ۔ تو عیسیٰ نام جانتے تھے تو فریضہ عیسیٰ ہو جو حضرت ابراہیم کا فرزند ہو۔ کوئی کہے یہ تو آل ابراہیم میں سے ہیں تو ابراہیم کا فرزند کس طرح ہو سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں ابراہیم بھی تو اولاد آدم میں سے ہیں اگر وہ ابراہیم آدم کی اولاد کا فرزند ہو گئے تو یہ آل ابراہیم کا فرزند ہوں تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ جو ان سے سب سے افضل و برتر ہے وہ اگر بعد کے افراد کا نام بتا دے سب کا نام بہ نام تصریح کرنے تو اس میں کسی کو قرآن کے ماننے والے کو۔ اسے اپنے رسول کی رسالت کو ماننے والے کو کیونکہ ان کی خبر تو ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء نے دی تھی اگر ان سب کو مان لیا تو اگر یہ اپنے بعد والے افراد کے نام بتا دیں تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے میں کہتا ہوں آدم سے لے کر ان کے پہلے تک جتنے تھے وہ محمد کا نام بتاتے رہے اور جو پہلا محمد آیا وہ اپنے آخری ہم نام کی اطلاع دیتا ہوا۔ اب یہ حدیث بغیر نام کی صرف گنتی والی تو بالکل متفق علیہ صحاح ستہ میں بھی ہے اور غیر صحاح ستہ کتنی مستند معتبر کتابوں میں بھی ہے کہ پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد بارہ سردار ہوں گے کہیں بارہ سردار کہیں بارہ جانشین۔ اثنا عشر خلیفہ میرے بعد بارہ جانشین یہ بھی الفاظ ہیں۔ ایک عیسائی نے صحاح و سنن کے تمام کی طرف مرتب کی ہے یورپ میں۔ اس میں اثنا عشر کی لفظ کے تحت میں اس نے ان حدیثوں کے حوالے اس عیسائی نے درج کر دیئے ہیں جس میں کہیں بارہ سردار کہیں بارہ خلیفہ یہ ہے حضرت نے اطلاع دی، حدیث یہ متفق علیہ۔ اب اس کے بعد کہیں ہے کالہم من قریش۔ وہ سب قریش میں سے ہوں گے اور میری اطلاع

کے ذرا ہے کہ آپ نے فرمایا کالہم من دین فاطمہ۔ وہ سب فاطمہ کے ذریعہ سے تعلق رکھتے ہوں گے بہر حال وہ بارہ جانشین تو سب کے نزدیک متفق ہیں اور اب کوئی زیادہ مطالعہ کرے تو اسے بائبل میں بھی بارہ سردار ملیں گے۔ اولاد اسماعیل میں سے۔ قرآن کہہ رہا ہے قرآن نے بتایا ہے کہ بنی اسرائیل میں بارہ سردار تھے اور ان کی بائبل بتا رہی ہے کہ اسماعیل کی اولاد میں ۱۲ سردار ہوں گے۔ اسماعیل کی اولاد وہ بنی اسرائیل سے الگ ہے وہ تو ہمارے رسول سے شروع ہوئے ہیں اسماعیل کی اولاد کے وہ افراد جس سے دنیا متعارف ہے وہ تو ہمارے رسول سے ان کا سلسلہ شروع ہوا ہے تو وہاں ہے بارہ سردار۔ بائبل میں بھی ہے بارہ سردار اس کی اولاد میں سے یعنی اسماعیل کی اولاد میں سے مقرر کر دیں گا اور اب ہمارے رسول فرما رہے ہیں کہ ۱۲ سردار ہوں گے یا بارہ جانشین میرے ہوں گے۔ انہوں نے جو فرشتے مقرر کی ہیں یعنی اکثریت مسلمانوں کی اسے ہم جہود کہتے ہیں تو ان نے جو فرشتے مرتب کیے تو ایک حد بندی کی راہدہ کی کہ تو وہ چار سے لے کر دس بڑھے۔ راشد غیر راشد کو ملا لیا تو درجنوں ہو گئے عرض اکثریت کو بارہ سردار کے علاوہ باقی تھے۔ بارہ کسی طرح نہیں ہوتے یا چار ہی ہوتے ہیں اور یا بہت ہوتے ہیں۔ بارہ تو ایک درجن ہوتا ہے میں نے تو کہا بہت درجن تو اب یہ بارہ کہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے کی پہلی کڑی ہی ہاتھ سے چلی گئی ہے تو وہ کہاں سے ملے۔ اب مجد اللہ ہم کو معلوم ہے یعنی دنیا کو اب میں تو کہتا ہوں انسان ماننا چاہیے اس جماعت کا جو کوئی سے بارہ پیش کر سکے رسول کی سچائی کی ثبوت کے لئے صلوٰۃ۔

بھلا اللہ وہ افراد جنہیں ہم جانتے ہیں اور پہچانتے ہیں۔ پہچانتے ہیں بقدر امکان ان کو ایمان لانے کے لئے ضروری ہے۔ درنہ دنیا خدا کو کب پہچانتی ہے پھر بھی خدا کو ماننے سے پہلے رسول کو ان کے حقیقی مرتبے کے ساتھ کون پہچانتا ہے۔ پھر بھی مانتا ہے تو اگر کون پہچانتا شرط ایمان ہو تو کوئی خدا پر ہی ایمان نہیں رکھتا اس لئے کہ مکمل معرفت اس کس کو ہے اور ہم آپ کیا جس نے ہم کو ایمان کی بھیک دی وہ کہتا ہوا دنیا سے مَعَاذَ فَتَاکَ حَقِّ مَعْرِفَتِکَ۔ ہم نے تجھے جو معرفت کا حق ہے نہیں پہچانا تو معرفت الگ ہوتا ہے اور معرفت بقدر امکان وہ الگ ہوتی ہے۔ اس کو میں کبھی سیرت کے جلسوں میں مشترک سیرت کے جلسوں میں یحییٰ بن علی بن ابی طالب کے جلسوں میں کو پیچھے نہ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اگر کوئی کو سمندر کے اندر ڈال دیتے تو سمندر سوئی کے ٹالکے میں سمائے گا نہیں لیکن بقدر ظرف تو یہ لے لے گی۔ ویسے ہی دریا نے معرفت محمد و آل محمد میں اپنے ذہن کی کشتی کو ڈال دیا پھر جتنا ظرف میں صلاحیت ہوگی اُچھائے گا۔ تو اب وہ جملہ کیونکہ وہ لفظ جو ہم زبان سے نکل گئی تھی کہ جنہیں ہم جانتے اور پہچانتے ہیں یہ پہچانتے ہیں بڑی بات کا جملہ تھا اس لئے مجھے اتنا کہنا پڑا تو بقدر ظرف جتنا جانتے اور پہچانتے ہیں تو میں سے بھونکنا گیارہ فرویں تو دنیا کی آنکھوں کے سامنے رہیں اور بھلا اللہ ہماری کتابوں میں ان کے حالات نہیں ہیں بلکہ دنیا کی کتابوں میں علماء کی کتابوں میں ہیں ان کے حالات موجود ہیں اور ان کی بعض کتابوں میں تو مستقل ان کے حالات میں لکھی ہیں یہ چیزیں دہرائی جانا چاہئیں اتحاد میں المسلمین کے لئے فائدہ مند ہیں کہ علماء اہل سنت نے جو کتابیں خاص ائمہ اہلبیت کے بارے میں لکھی ہیں ان کے

کھنے والے کا عقیدہ کتنا نمایاں ہوتا ہے۔ جو میرے قریب ہیں انہی سے شروع کروں یہاں ماشاء اللہ لکھنے کے بہت حضرات ہونگے فرنگی محل سے کون واقف نہیں وہ مرکز علماء کا رہا ہے تو ہمارے فرنگی محل کے قدیم عالم مولانا محمد حسین ان کی کتاب شرح مسلم منطق کے کورس میں بھی ایک وقت تو پڑھائی جاتی تھی اب بھی مطالعہ تو ضرور کرتے ہیں جو ذوق مطالعہ رکھتے ہیں شرح مسلم مختصر طور سے تو ملا میں ہی کہلاتی تھی وہ ملا میں ہوگئی جیسے ملا میں ویسے ملا میں فرنگی علی وہ فارسی زبان میں کتاب لکھتے ہیں جسے منشی نول کشور نے اپنے مجمع میں چھاپ دیا تھا یعنی مطبع بالکل غیر جانبدار ہے۔ وہ کتاب چھپی تھی وہ اب بھی کتب خانوں میں محفوظ ہے اس کا نام دیکھتے انہی ائمہ کے حالات میں ہے اور نام اس کا کیا ہے وسیلۃ النجات۔ نجات کا وسیلہ اب دنیا چینی کرے۔ یہ نام ہی خود شرک ہے مگر وہ اسے شرک سمجھتے تو یہ نام کیوں رکھتے وسیلۃ النجات۔ نجات کا وسیلہ۔ یہ حنفی عالم ہیں ہمارے فرنگی محل کے علماء ہیں انہوں نے یہ کتاب لکھی انہی حضرات کے حالات میں علامہ عبد القادر شافعی مین کے عالم انہوں نے کتاب لکھی ذخیرۃ المال فی مناقب اہل مال۔ اس کا بھی نام مال یعنی انجام کار کا ذخیرہ مطلب وہی ہوا وسیلۃ النجات کا جو مطلب تھا وہی اس کا مطلب ہوا کہ مال کے لئے انجام کے لئے یہ ذخیرہ ہے اور اب کتاب میں جو ہیں وہ دنیا کے لئے ہیں یہ آخرت کے لئے ہے اور جتنا کمال الدین ابن طلحہ شافعی وہ کتاب لکھتے ہیں مطالب السؤل فی مناقب آل رسول اور حفظ اب الدین طبری حافظ یہ قرآن کے یاد رکھنے والے کا نام نہیں جو زبان یاد کریں۔ علم حدیث کی اصطلاح تھی لکھا ایک لاکھ حدیثیں مع متن و سند یاد رکھتا تھا اسکو

حافظ کہتے تھے تو یہ حافظ محب الدین علمائے اسلام میں ۱۴ سو برس میں علمائے اہل سنت میں آٹھ، دس ہیں صرف جن کو حافظ کہا جاتا ہے حافظ ابن حجر۔ حافظ جلال الدین سیوطی۔ بس چند آدمی ہیں جو حافظ کہے جاتے ہیں تو وہ لکھتے ہیں جناب حافظ محب الدین طبری۔ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ۔ یعنی عقیدہ بھی ظاہر کرے مودرت کی تعریف بھی نام سے ظاہر۔ ذخائر العقبیٰ عقبیٰ کے لئے ذخیرہ فی مناقب ذوی القربیٰ۔ تو تمام علم ہر دور میں کتابیں لکھتے رہے تو ان کے حالات میں دیکھ لے جو کوئی بہاں صنفی آئے ہیں وہ اور بے شمار۔ یہ تو اتنی کتابیں وہ میں نے کہیں جو مستقل اسی میں لکھی گئیں ورنہ علامہ ابن حجر مکی نے جو کتاب شیعوں کی رد میں لکھی صواعق محرقة میں بھی ان حضرات کے حالات۔ صواعق محرقة میں بھی اور اسی طرح سے اور علماء اور اہل علم نے جو درمیان زمین اپنی کتابوں کے لکھے ہیں ابن خلدون نے دنیاویات الاعیان میں حالات لکھے ہیں تو جو عرض کر رہا ہوں وہ یہ کہ جو کوئی کسی ایک کتاب میں خواہ لکھے حالات میں لکھی گئی ہو، خواہ ضمناً حالات آئے ہوں تو ہر امام کے حالات دیکھنے تو لکھنے والے متفق کہ ان کے دور میں ان سے بڑھ کر عابد نہ تھا۔ اپنے دور میں ان سے بڑھ کر عالم کوئی نہیں تھا۔ اپنے دور میں ان سے زیادہ زاہد کوئی نہیں تھا یعنی جتنے صفات ہوتے ہیں نبوت کے۔ وہ تمام صفات ہر دور میں ہر امام کے لئے دنیا متفق۔ جتنی صفات ہیں کمالات رسالت کی انہیں سے ہر ایک میں کہہ رہے ہیں کہ اپنے زمانے میں سب سے بڑے عالم اپنے زمانے میں سب سے بڑے زاہد۔ اپنے زمانے میں سب سے بڑے متقی۔ اپنے زمانے میں سب سے بڑے عابد۔ ان تمام

صفات پر دنیا متفق ہے گیارہ امام تک۔ وہ تو آنکھوں کے سامنے رہے حالانکہ اس فطرت انسانی کو گواہ کرتا ہوں جتنے تاریخ کے عالم ہوں اسے دیکھ لیجئے کہ ایک نسل میں پانچ درجے تک کمالات کیساں نہیں آتے۔ بیٹا نمایاں ہوا۔ پوتا اس سے کم ہوا پھر پڑوتا بڑھ گیا پھر اس کے بعد کسی ہو گئی۔ یہ کیساں کمالات ۵ پشتوں تک نہیں آتے چکر جائیکہ آنکھوں کے سامنے ان تک رسول کی سچائی ثابت ہو گئی کہ ہر دور کا وہ انسان جو ایک جماعت جسے امام کہہ رہی ہے وہ انہی صفات کا حامل ہے جو امام میں ہونا چاہیئے ہر ایک ان صفات پر متفق گیارہ تک آنکھوں کے سامنے۔ اس میں کہتا ہوں گیارہ تک آنکھوں کے سامنے آگئے اب صرف ایک فرد کے لئے اس سچے کی سچائی کو مشکوک کر دو گے۔ مگر حقیقی منطق اور فلسفے کی بحثیں میں وہ سب آخری فرد میں آجائیں گی وہی حقیقت میں موضوع رکھنے والوں کی مراد ہے حجت خدا سے۔ سب بحثیں وہیں پر آجائیں گی حالانکہ وہ تو سلسلے کی آخری کڑی ہے مجھے یہاں نام لے دینا چاہیئے انصاف کا قاعدہ یہ ہے کہ جس کی جو بات ہو۔ جس کی جو بات ہو وہ اس کا حوالہ دیکر بیان کی جائے کہ ایک عالم آئے تھے نجف اشرف سے ۲۵۔ ۳۰ برس بلکہ زیادہ ہوئے ہوئے جب ڈاکٹر اقبال زندہ تھے وہ شیخ اسد اللہ زنجانی کھنڈ میں راجہ صاحب محمود آباد کے مہمان ہوئے تھے اس وقت آپ کا پاکستان نہیں بنا تھا وہ دیں تھے قیصر باغ میں اُنکے یہاں ہوئے تھے اور وہ یہاں لاہور بھی آئے تھے ان کے عصمت انبیاء کے موضوع پر تبادلہ خیال ہوئے اور وہ مطمئن ہوئے چنانچہ ان کی کتاب نجف اشرف میں چھپی ہے اس میں اس گفتگو کا حال ہے جو ڈاکٹر اقبال سے ہوئی تھی تو ان کا یہ جملہ ہے کہ

jabir.abbas@yahoo.com

یہ ایک مناظرے کا اصول ہے کہ اصل مسئلہ امامت پر تو بحث نہیں کرتے اور آج کل کے
 باوصیوں امام پر کہ صاحب سمجھا دیجئے ہم کو یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہر چیز کا اصول یہ ہے کہ
 بنیاد ہو اس کی دلائل سے مانئے۔ خدا کو آپ نہیں مانتے اور رسول پر بحث کیجئے
 معنی اس کے نہیں ہیں رسول ہی کا کوئی قائل نہیں ہے ایمان پر بحث کیجئے تو کوئی
 ہی نہیں ہیں وہ پورا سلسلہ چھوڑ کر آخری فرد پر آپ بحث کر رہے ہیں تو یہ بحث
 اصول ہے تو جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے مسکرا کر کہا شاہ زہدہ راقبول کیا
 از شامی خواہیم کہ آپ ان گیارہ ہی کو مان لیجئے بارہویں کو معاف کر دیں گے ہم
 مانئے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ یہ اصول جب مان لے گا کہ جس کی وجہ سے گیارہ مانا
 تو وہ لازماً کشاکش کشان مان لے گا اس بارہویں کو۔ مگر پورے سلسلے کو چھوڑ کر
 اس نقطے پر اگر گفتگو کیجئے گا تو بات الجھ جائے گی تو حضور ۱۱ فریض آٹھوں کے
 رہیں۔ اب اس فرد کے بارے میں گفتگو ہے۔ کیوں گفتگو ہے اس لئے کہ غائب
 آٹھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ میں کہتا ہوں کہ پورے قرآن کے حافظ نہ ہو
 سورہ بقرہ ہی کو یاد کر لیجئے۔ اسے سورہ بقرہ پورا بہت مشکل ہے۔ آپ اس کی
 آیت یاد کر لیجئے تو کیا کہا جا رہا ہے ہدی للمہتقین الذین یومنون بالغیب
 بالغیب۔ یہ ہدایت ہے ان پر بہتر گاروں کے لئے کون پر بہتر گار۔ وہ ہر
 پر بہتر گار وہ ہوتے ہیں جو غیب پر ایمان لائیں۔ معلوم ہوتا ہے کتنا ہی افعال
 اعمال پر بہتر گار نہ رکھئے۔ جب تک غیب پر ایمان نہیں ہوگا قرآن بھی دامن
 لے گا۔ کوئی منطقی اعتراض نہیں کوئی عقلی اعتراض نہیں پس یہ کہ آٹھوں سے نہیں
 سکتے کیونکہ مانیں۔ میں کہتا ہوں آپ نے اصول دین میں سے کون سی چیز

دیکھ کر مانی ہے یا دیکھتے جب تک غیب پر ایمان نہ لائیے دین کا کوئی ستون قائم
 نہیں ہو سکتا دین کی بنیاد ہی قائم نہیں ہو سکتی ارے ایمان لائیے سب سے پہلے اللہ
 کا نام اللہ کو آنکھ سے دیکھ کر مانا؟ میرے نزدیک تو آنکھ سے دیکھ لیتے تو اللہ ہی نہ ہوتا
 ہر کسی کو خود نہ دیکھا ہو کسی نے تو دیکھا ہوگا۔ یہاں وہ ذات ہے جس کو کسی اس
 طرف دعوت دینے والے نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں نے دیکھا۔ کسی کو بیداری
 میں نہ دیکھا ہو خواب میں تو دیکھا ہو مگر اس کو میں کہتا ہوں کہ خواب میں بھی نہیں دیکھ
 سکتے۔ ایک عقلی اصول عرض کرتا ہوں کہ خواب میں بھی دہی چیز دیکھی جا سکتی ہے جو
 بیداری میں دیکھی جا سکے۔ خوشبو خواب میں بھی سونگھی جائے گی، دیکھی نہیں جائے گی
 اور خواب میں بھی سنی جائے گی، دیکھی نہیں جائے گی۔ نرمی سختی خواب میں بھی چھوئے
 معلوم ہوگی دیکھی نہیں جائے گی نوعیت حادثہ نہیں بدلتی صرف عالم حادثہ بدل
 جاتا ہے۔ سو گھنے کی چیز خواب میں بھی سونگھی ہی جاتی ہے اور سنے کی چیز خواب میں بھی
 سنی ہی جاتی ہے اور جو سنے کی چیز ہونہ دیکھنے کی چیز ہو وہ خواب میں کیونکر دکھائی دے
 گا اور میں کہتا ہوں کہ اگر دیکھا ہو تو کسی اور کو دیکھا ہوگا مجھے معلوم ہیں ایسے دعویٰ کرنے والوں
 نے دیکھا کہا کہ ہم نے خواب میں دیکھا۔ خواب میں دیکھنے کے دعویٰ ہر مجھے معلوم ہیں
 خواب میں میں نے پڑھا ہے۔ وہی ہمارے اور وہ اب بھی ہمارے ملک کے رہے
 ملک میں جو نبی پیدا ہوئے پڑھارے کے بعد بھی وہ ہماری قبرت میں گئے۔
 وہ ہمارے ملکی نبی انکی کتاب میں میں نے خود پڑھا ہے کہ میں نے اللہ سبحانہ
 کو خواب میں دیکھا۔ خواب میں جو دیکھا تو دوات و قلم دکھا بھیج دیا۔ بڑھا دیا۔ خیر
 اللہ سبحانہ کے سامنے دوات و قلم بڑھا دیا یہی بہت بڑی بات ہے مگر اپنے مطلب

کی بات کھوانا تھی اس لئے بڑھا دیا اگر خطرہ ہوتا کہ ہمارے خلاف لکھیں گے تو کم نہ بڑھاتے۔ دوات و قلم آگے بڑھا دیا کہ جو دعویٰ کرنا تھا اس پر روانہ کچھ دیجئے، نبوت کا پر دانہ، تحریک کر کے لکھوا رہے ہیں۔ یہ لکھ دیجئے کہ ہم نے بلا تکلف قلم اٹھایا اب بیچ بیچ میں تبصرے کے جو الفاظ ہوں گے وہ میرے ہر مضمون انکا ہے کہ بعض اوقات آپ نے دیکھا ہوگا کہ قلم میں روشنائی زیادہ آہل ہے تو کیا کرتے ہیں جھٹکتے ہیں۔ فادائیں پین دلے بھی بعض اوقات جھٹکتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ نب کو روشنائی میں ڈلو یا تو ایسے بے شکل پن سے کہ روشنائی زیادہ آگئی اس کے بعد جھٹکا تو ایسی تیز داری سے کہ چھینٹے پڑے۔ آنکھ کھل گئی۔ اب نہ جو ہے وہ میری لفظوں میں سنئے کہ پروانہ تو نہ تھا دامن پر دھتے موجود تھے۔ اب وہ جناب وہ کرتا موجود تھا جس پر نشان ہیں روشنائی کے اور وہ ہر سال دواں زیادہ ہوتی تھی اس کی، اس ملک میں اب یہاں پھر دواں ہونے لگی ہوگی جو اس کے پہلے مرکز تھا۔ تو وہ ہر سال زیارت ہوتی تھی ایسے دھبوں کی جو نہیں معلوم کس نے ڈالے تھے تو حضور پھر وہ اصل بات یہ ہے کہ میں نے کہا کہ خواب میں بھی عقلاً ناممکن ہے دیکھنا تو ایسا غیب اور اسے مان رہے ہیں جب تک نہ مانیں مسلمان ہی نہیں ہو گئے اس کے بعد لوگ کہیں گے اصل بیچ سے چھوڑ دی نہیں جسے سب مانتے ہیں اس فہرست کو کہہ رہا ہوں کہ جناب خدا سے جب آگے بڑھے تو رسالت۔ تو رسالت کو آنکھ سے دیکھ کر مانا ہے۔ آنکھ سے دیکھ کر مانا ہے۔ ارے ہم نے تو کسی کو نہیں دیکھا جب دیکھا جس نے دیکھا کیا واقعی رسالت کو آنکھ سے دیکھ کر مانا۔ ارے صاحب سامنے تو چہرہ مبارک ہے سامنے تو گیسوئے مبارک ہیں۔ سامنے تو دندان مبارک

کیاں۔ مشاہدات تو یہ ہیں مگر ایمان کیا اس گیسو پر لانا ہے۔ ایمان اس چہرے پر لانا ہے۔ ایمان اس دندان مقدس پر لانا ہے ایمان لانا ہے رسالت پر۔ رسالت کے معنی بھیجنا۔ جب بھیجنے والے کو نہیں دیکھا تو بھیجنا کہاں دیکھیں گے تو رسالت وہ جو ہر دایمان ہے وہ غیب کی چیز ہے جبرئیل امین کو آتے نہیں دیکھا اور محفوظ سے قرآن کو اترتے نہیں دیکھا وہ سب غیب کی باتیں ہیں اس کے بعد آخر میں پہنچ جائیے تین جلیں ہیں شریک کہ تو حید کے بعد رسالت، رسالت کے بعد قیامت۔ قیامت کو آنکھ سے دیکھ کر مانا۔ دیکھ لیتے قیامت ہو ہی نہ جاتی۔ تو قیامت کو بے دیکھے مانا اور قیامت کے ساتھ کارخانہ مانا غیب کا، صراط کو مانا، میزان کو مانا، نامہ اعمال کو مانا، جنت کو مانا، دوزخ کو مانا، ایک دنیا کافی غیب کی ہر مسلمان نے مانی۔ اب میں کہتا ہوں جس کے کہنے سے اتنے غیب مان لئے۔ ایک غیب کی خاطر اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالتے ہو۔ اب اس کے بعد ان کے ارشادات قرآن کی آیتیں لے لیجئے۔ تو یہ حضور قرآن کیا کہہ رہا ہے کو نوا مع الصادقین۔ صادقین کے ساتھ رہو۔ مکمل صادق سوا معصوم کے کوئی ہو نہیں سکتا۔ تو کہا جا رہا ہے صادقین کے ساتھ رہو کہ ایک صادق کبھی ہوا تھا اب تم ڈھونڈ ڈھونڈ کر اس کے اقوال پر عمل کیا کرو۔ تو میں کہتا ہوں صادقین کی کیا ضرورت ہے ایک صادق تو تھا ہی جسے مشرکین بھی صادق کہتے ہیں تو یہ صادقین کی کیا ضرورت ہے جب اسی رسول کی زبانی کہا گیا کہ صادقین کے ساتھ رہو تو معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ تو ایک سلسلہ ہے جو اسی معیار کے صادقین کا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تک وہ افراد باقی ہیں جن سے کہا جا رہا ہے وہ پوری اُمت مسلمہ ہے جب تک مسلمان اُمت کا وجود ہے۔ تب تک صادقین کا بھی وجود ہے گا۔ اب اس پر

ابھی مزید تبصرہ کروں گا یہ قرآن نے کہا اس کا بھی تقاضا یہ کہ قیامت تک رہیں گے رسول نے فرمایا کہ اِنی تارکُ فیکم الثقلین۔ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑتا ہوں۔ اللہ کی کتاب دوسری میری عترت جو میرے اہل بیت ہیں متفق علیہ حدیث ہے۔ ما ان تمسکتم بہما۔ جب تک ان دونوں سے تمسک رکھو گے لن تضلوا بعدی میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ داہمہما لن یفترقا اور یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے۔ اب مسلمانوں سے سوال ہے کہ اس وقت قرآن ہے کون کہے گا نہیں ہے قرآن ہے۔ میں کہوں گا جو قرآن کے ساتھ تھے ان میں سے کوئی ہے اگر کہے نہیں ہے تو ہمارے آپ کے رسول نے کہا تھا کہ رہے گا۔ انہوں نے کہا تھا جدا نہیں ہوں گے جدا ہو گئے اور اب میں کوئی سخت جملہ کہنے کا عادی نہیں ہوں بس میں یہ کہتا ہوں کہ یہ رسول وہ ہے جسے مشرک بھی صادق کہہ رہے تھے اب مسلمان ہو کر آپ کو اختیار ہے جو چاہے کہتے۔ الحمد للہ پورا بیان ہو گا یہ تو اپنے ہاتھ کی بات ہے یہی موضوع پانچ دن میں بیان ہو سکتا تھا یہی ایک دن میں بیان ہو گیا۔ اب میں کہتا ہوں قرآن نے بھی کہا قیامت تک صادقین کا سلسلہ رہے گا۔ انہوں نے بھی کہا کہ کبھی نہیں جدا ہوں گے۔ اگر کہے کہ نہیں ہیں تو جدا ہو گئے رسول کی سچائی ختم ہو گئی بلکہ قرآن کی صداقت ختم ہو گئی اور اگر کہے کہ میں تو میں کہوں گا آنکھ سے دکھائیے کہ کہاں ہیں اگر آنکھ سے نہ دکھا سکے تو ماننا ہے کہ مانتے کیونکہ ماشاء اللہ صاحبانِ نہم ہیں جو کچھ عرض کر رہا ہوں آپ کے لئے جملہ کافی ہیں مختصر کہ غیب وہ نہیں ہے جو ہو ہی نہ۔ غیب وہ نہیں ہے جو آنکھوں کے سامنے ہو غیب ایک ثبوت اور ایک نفی سے مل کر بنتا ہے یعنی ہو اور آنکھوں کے سامنے نہ ہو۔ تو میں کہتا ہوں ہونا تو سچے خدا اور رسول اُن کے کہنے سے ثابت اور سامنے نہ

آنکھوں سے ثابت۔ اب غیب کا کون جزو محتاج ثبوت رہا بس اب دنیا یہ کہتی ہے اب غیب خیر ہاں غیب کو تو مانتے ہیں، غیب کو تو مانتے ہیں بغیر غیب کے ماننے تو نہ خدا کو مان سکتے ہیں یہ سب باتیں بالکل ٹھیک ہیں مگر آدمی بشر اتنے دنوں تک زندہ رہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کسی کو ہم نے اتنے دن زندہ رہتے نہیں دیکھا۔ میں کہوں گا کہ دنیا میں بیشک کسی کو میں نے بھی زندہ رہتے نہیں دیکھا۔ دنیا میں کسی کو میں نے بھی زندہ رہتے اتنے دن تک نہیں دیکھا مگر مجھے دنیا سے کیا کام۔ جس سلسلے کے بارے میں میری گفتگو ہے اس میں سے کسی ایک کو مرے میں نے نہیں دیکھا۔ کوئی ایک تو اپنے موت سے دنیا سے گیا ہوتا۔ میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی مرتے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ خارجی حربے اپنا کام کرتے تھے یا زہر یا تلوار اب میری لفظیں صاحبانِ علم محفوظ رکھ سکتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تقاضا بقا ہر ایک کی ذات میں تھا یہ مانع خارجی تھا جو اس مقضی کو اثر کرنے سے روکتا تھا بس جسے اللہ کو باقی رکھنا ہے اس کے سلسلے میں کوئی کام اسے نہیں کرنا ہے فقط حروبوں کی زد سے الگ رکھنا ہے۔ اب دنیا کہتی ہے کہ غائب ہونے سے بڑی مصیبت ہو گئی مصیبت نہ ہوتی تو ہم کیوں روتے ہم کیوں بار بار فریادیں کرتے، استغاثے کرتے، عریضے کیوں بھیجتے۔ کوئی ہمیں پسند ہے غیبت مان کر کیا کریں جن کے باعث یہ غیبت ہوئی وہ کہہ رہے ہیں کیوں غیبت ہوئی۔ میں کہتا ہوں دنیا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر کیوں نہیں دیکھتی۔ گیارہ کے ساتھ کیا کیا ہو کہتے ہو۔ بارہواں کیوں غائب ہوا۔ میں تو دیکھتا ہوں جیسے خالق اور مخلوق میں جنگ ہو گئی تھی وہ کہہ رہا تھا صادقین کے ساتھ رہو۔ یعنی قیامت تک سچے رہیں گے۔ دنیا والوں نے کہا رہتے دنیا تو ہمارا کام ہے۔ ہم رہتے ہی نہیں

jabir.abbas@yahoo.com

دیں گے تو کیونکر رہیں گے۔ اب جو الفاظ کہتا ہوں اُسے محفوظ رکھئے۔ جب تک فراغتِ محنتِ باری میں صادقین کا ذخیرہ رہا۔ اُس نے عربوں کو کام کرنے دیا۔ اچھا نہیں ابھی دوسرا ہمارے پاس ہے چاہے کسی عمر کا ہو اس سے طلب نہیں کیونکہ صادقین میں عمر کی کوئی قید نہیں یہ سب اہلے ہی میں رسول نے دکھا دیا صلوة اسے تم نے نہیں رہنے دیا۔ کوئی بات نہیں۔ ابھی ہے ہمارے پاس۔ اچھا اسے بھی نہیں رہنے دیا۔ اچھا نہ سہی اور ہے مگر اب جب مقصد الہی کا ایک فرد میں انحصار ہو گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا اور مخلوق کی جنگ۔ اس کا آخری نتیجہ فتح و شکست کا ایک فرد کی بقا و فنا میں ہو گیا کہ اگر یہ رہتا ہے تو خدا کی بات پوری اور اگر یہ بھی ختم ہو جاتا ہے تو دنیا کا میاب اور اللہ ناکام۔ اور اب دنیا بتائے کہ کیا تو مطلق عاجز بندوں کے مقابلے میں اپنی شکست مان لیتا۔ اب دنیا کو ختم کرنا ہو گا تو بھیج دے گا یہ طے کر کے کہ یہ نہیں تو اب کچھ نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ دنیا نے کہ بلا میں کوئی کمی اٹھا رکھی تھی اس سلسلے کو ختم کرنے کی۔ وہ تو خالق نے اپنے مقصد کے تحفظ کے لئے وہاں بھی غیبت سے کام لیا ذرا باریک بات ہے مگر ماشاء اللہ آپ تو جہ سے سُن رہے ہیں وہاں بھی غیبت سے کام لیا۔ غیبت کے معنی تو یہ ہیں کہ ہم انہیں دیکھ نہیں رہے۔ اس نے غیبت یوں طاری کی کہ دن بھر انہیں غش میں رکھا کیونکہ اگر غش میں نہ ہوں تو نصرت باپ کی واجب ہو جائے۔ اگر نصرت نہ کریں تو کردارِ امامت کے خلاف ہو پھر علی اکبر سے ان کی منزل پیچھے رہ جائے۔ امام کیسا جو اپنا فرض نہ ادا کرے درنہ میرا ایمان ہے کہ ان حضرات کو غش بے ہوش نہیں بنا سکتا۔ مرض بے ہوش نہیں کر سکتا۔ یہ شہادتِ ربانی ہے مصلحتِ کردگار ہے کہ دن بھر بے ہوش رہے اور اس کا ثبوت میں برپا

واقعات عرض کر دوں گا کہ دن بھر بے ہوش رہے جب تک فریضہ جہاد ادا ہو رہا تھا تب تک بے ہوش رہے اب یہ بیان مصائب ہے بس اس پورے دن میں چند دفعہ مجھے ملتا ہے کہ ہوش میں آئے پہلی منزل ہے وہ جب واضح غلام ترکی امام کی خدمت میں آیا کہ مجھے اجازت دیکھئے جیسے جون غلام ابوذر تھا ویسے ہی یہ ظاہر ہے کہ جون بھی اپنے کو غلام امام کہنے میں کوئی عذر نہیں رکھتے تھے مگر یہ ان کی حق شناسی ہے کہ ۴۰ برس گزر گئے ابوذر کو لیکن اب بھی انہیں اپنا غلام نہیں کہتے۔ ان کے نام کا جزو ہے غلام ابوذر ہے۔ بس یہ ان کو پناہ دینے ہوئے ہیں اور ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ان کی ضروریاتِ زندگی پوری کر رہے ہیں اور نام ان کا ہے غلام ابوذر۔ اس طرح سے یہ ظاہر ہے کہ امام کے غلام تھے امام حسین کے اس میں کیا شک مگر آپ نے ان کی نسبت دے دی تھی سید سجاد کی طرف۔ حضرت زین العابدین کی طرف تو یہ سید ساجدین کے غلام تھے۔ اب جب روزِ قریانی آیا اور مجاہدین راہِ خدا جان دینے لگے تو یہ بھی حاضر ہوئے اور خاندانِ رسالت میں رہ کر یہ غلام کیا ہو جاتے تھے تو یہ حافظِ قرآن ہیں۔ میں نے تذکرہ حفاظِ شیعہ میں جو دو جلدوں میں ہے ان کا ذکر کیا ہے حافظِ قرآن۔ امام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا مولا مجھے اجازت دیجئے میں بھی جان دوں کہاتم کو میں کیونکر اجازت دوں تم تو زین العابدین کے غلام ہو۔ یہ دیکھئے حفظِ حقوق ہے یعنی زین العابدین سے اجازت لو میں کیونکر اجازت دوں لیجئے آئے درخیمہ پر کہلوا یا کہ مجھے اپنے آقا سے کچھ عرض کرنا ہے۔ بی بیان سمجھیں کہ کوئی خاص بات ہے درنہ اس عمل پر جب کہ معلوم ہے کہ بے ہوش ہیں یہ حالتِ ناسازیِ مزاج کی ہے تو کیوں آئے ہیں۔ کوئی اہم بات ہے موقع دیا

jabir.abbas@yahoo.com

بس میدان میں جے رہنا ہے غازی یا شہید ہونا اپنے اختیار کے بس میں نہیں اگر اس کا وار چل گیا تو شہید ہو گئے اپنا وار چل گیا تو غازی ہو گئے لہذا نہ غازی ہونے کا حکم ہو سکتا ہے نہ شہید ہونے کا حکم ہو سکتا ہے بس میدان میں آؤ تو ثابت قدم رہو۔ اب غازی ہو یا شہید تیسری قسم پھر میدان میں آنے کے بعد نہیں ہے قرآن مجید میں دیکھتے دو نول قسمیں ہیں اس کے علاوہ نہیں إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنْ لَّهُمُ الْجَنَّةَ وَاللَّهُ نَبِذَهُمْ مِنْهُمْ سِوَىٰ أَنْ كُنْفُسًا دَامُوا فِي الْأَرْضِ لَكُمْ فِيهَا حَرْبٌ لَكُمْ فَفِيهَا تَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - اللہ کی راہ میں وہ جان لیا مقابلہ کرتے ہیں۔ قتل کے بھی معنی ہیں جان لیا۔ مقابلہ کرتے ہیں تو قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہو بھی جلتے ہیں کبھی قتل کرتے ہیں کبھی قتل ہوتے ہیں کہ اب اس کے بعد کوئی اور قسم یہ قرآن میں کہیں نہیں ہے اس بنا پر میدان میں آنے کے بعد تکلیف شرعی تو بس یہ ہے کہ ثبات قدم رہے اس کے بعد غازی ہوتے ہو یا شہید ہونے بس کی بات نہیں ہے تو اب قتال میں وہ بحث نہیں ہے لہذا انکار کرنا یہ غلط ہے ہاں یہ دیکھئے کہ اسلام میں کن صورتوں میں قتال کی اجازت دی ہے یا قتال کا حکم دیا ہے۔ ترتیب کچھ بھی ہو اس وقت قرآن مجید کی اس لئے کہ یہ متفق علیہ بات ہے کہ ترتیب مطابق تنزیل نہیں ہے سب کے نزدیک پہلا سورہ اعراف تھا وہ اب کہاں ہے اور آخری سورہ جو سب کے نزدیک مادہ تھا وہ اب کہاں پر ہے تو اس لئے جب ترتیب مطابق تنزیل نہیں تو ہم یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ کون آیت پہلے ہے اور کون آیت اس وقت بعد میں ہے مگر ایک آیت ہے جس کا مضمون اول رہا ہے کہ یہ سلسلہ جہاد میں سب سے

پہلی آیت ہے وہ کون وہ یہ آیت ہے۔ اذن للذين يقاتلون بأنهم ظلموا وإن الله على نصرهم لقدير۔ اجازت دی جاتی ہے انہیں بس یہیں صاحبان فہم غور کریں کہ اگر کہا جاتا کہ حکم دیا جاتا ہے انہیں تو یہ معنی ہوتے کہ اس کے پہلے حکم ہوا تھا ممکن ہے اجازت ہو، لیکن جب یہ کہا جا رہا ہے کہ اب اجازت دی جا رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پہلے ممانعت تھی، اجازت مقابل میں ممانعت کے ہوتی ہے تو اب یہ اجازت جن شرائط کے ساتھ مشروط ہو وہ شرط اگر نہیں ہے تو ممانعت کا حکم سابق بحال اس لئے جہاد کے سلسلے میں کہتا ہوں یہ بنیادی آیت ہے اذن۔ عدم اذن کے معنی ممانعت کے ہیں تو جائز ہی نہیں تو اب یہ دیکھئے اب یہ اجازت کن شرائط کے ساتھ ہے کہا جا رہا ہے اجازت دی جاتی ہے ان کی۔ ذرا سی عربی گرائمر پڑھنے کی ضرورت ہے کہ اگر ہوتا یُقاتِلُونَ تکرر کے ساتھ تو معنی ہوتے انہیں اجازت دی جا رہی ہے جو جنگ کر رہے ہیں مگر کسی بھی دور کے قرآن مجید میں دیکھ لیجئے یقاتلون نہیں ہے اب ذرات کو اٹھایا اذن للذين یقاتلون۔ اجازت انہیں دی جا رہی ہے جن سے جنگ کی جا رہی ہے تو کیا مطلب ہوا کہ حملہ آور ہونے کی اجازت نہیں کہا جا رہا ہے کہ انہیں اجازت دی گئی ہے جن سے جنگ کی جا رہی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ جنگ کرنے کا فعل دوسرے کی طرف سے شروع ہوا۔ تو اب حملہ آور ہوا دوسرا اب انہیں جن پر حملہ ہے کہا جا رہا ہے کہ اب اجازت دی جا رہی ہے با نھم ظلموا۔ کیوں اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا۔ جن سے جنگ کی جا رہی ہے انہیں اجازت دی جا رہی ہے با نھم ظلموا۔

اس بنا پر کہ ان پر ظلم ہوا اور اب جب اُدھر سے اقدام جنگ ہو گیا عملہ ہو گیا تو اب تمہیں اجازت ہے یہ اجازت ایک ایسی لفظ ہے جس میں وجوب بھی داخل ہے استعجاب بھی داخل ہے اجازت خواہ وہ وجوبی ہو، خواہ استعجابی ہو اس وقت میں ہے جب ابتداء اُدھر سے ہو جائے اور وہ اس لئے ہے کہ ظلم ہے اور اگر اس طرف سے ابتداء ہو جائے تو پھر یہ نہ سوچو کہ ہمارے پاس تعداد کتنی ہے ہمارے پاس کتنا ہے ان اللہ علی نصرہم لقل یبذلہ اللہ ان کی مدد پر قادر ہے یہ حدیث نہیں ہے جس میں ضعیف دقوی کا سوال ہو، حدیث نہیں ہے جس میں یہ سوال ہو کہ مصنف کون تھا جس نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں درج کیا قرآن کی آیت ہے جو کم از کم مسلمانوں کے درمیان تو متفق علیہ حیثیت رکھتا ہے اس میں اختلاف کی گنجائش الفاظ اور اس کے تحت لفظی ترجمے میں تو ہے ہی نہیں۔ ہاں تشریحات اگر الگ سے کی جائیں تو میں تو کہتا ہوں تشریح کا یہاں کوئی سوال نہیں خود لفظ کا ترجمہ اگر کوئی صحیح کرے تو یہی ہوگا جو میں کہہ رہا ہوں کہ ان کو اجازت دی جا رہی ہے جن سے جنگ کی جا رہی ہے اس لئے کہ وہ مظلوم ہیں یعنی غیر کا اقدام کرنا ظلم ہے کیونکہ ظلم کا مرتکب دوسرا ہے اس لئے اب اس مظلوم کو اجازت دی جا رہی ہے اور اب یہ مشورہ دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ تمہارے پاس اسلحہ نہیں ہے۔ اور کوئی مددگار نہ ہوا اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ بنیادی آیت ہے اس میں یہ قید لگا دی گئی ہے ظلم اُدھر سے ہے اور یَقَاتِلُوْا جَنگ اُدھر سے ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ اصول قائم ہو گیا اس پہلی ہی آیت سے کہ ابتداء جنگ

ہمارے نہیں۔ اپنی طرف سے آغاز جنگ کرنا درست نہیں ہے اور بین الاقوامی مجبوں میں جو مشترک اجتماعات ہوں میں اس پر زور دیتا ہوں اس وقت تو ضمتنا عرض کر رہا ہوں کہ اگر دنیا کے تمام ممالک اس ایک قرآنی تعلیم پر عمل کر لیں کہ ہم ابتداء جنگ نہ کریں گے تو جنگ ہو ہی نہیں۔ اجتماع ہوتے ہیں مستقل مجلس قائم کی جاتی ہیں مگر اس سب کی کوئی ضرورت نہیں ہے جلی حرفوں میں یہ لکھ دیا جائے کہ مجھے اجازت ہے کہ ابتداء جنگ نہ کرنا۔ دنیا طے کرے صدق دل سے سیاسی طور پر نہیں واقعی یہ طے کرے کہ ہم ابتداء جنگ نہ کریں گے تو پھر جنگ غیر ممکن پھر جنگ وقوع میں آ ہی نہیں سکتی۔ تو یہ ایک آیت قرآن کی ایک اصول اسلام کا۔ قیام امن عالم کا دئمہ دار ہے اور اب پیغمبر اسلام کی سیرت دُنیا اسی معیار پر چلے۔ ۴۰ برس تک کی زندگی مظالم تو اس وقت بھی ہو رہے تھے مگر جنگ جس کا نام ہے اس کی ابتداء اُدھر سے نہیں ہوتی تھی تو ظلم برداشت کئے گئے مگر تلوار نہیں اٹھائی گئی بس یہاں ایک پہلو پر توجہ دلاؤں کہ بعثت کے بعد ۱۳ برس تک کی زندگی ۱۰ برس مدینہ کی زندگی تو اس ۱۳ برس میں حکم مبارک پر پتھر برسائے جا رہے ہیں، اس ۱۳ برس میں سر مبارک پر نش و خاشاک پھینکا جا رہا ہے۔ سیرت رسول کے وہ بدیہات ہیں جو ہر ایک کو معلوم ہیں۔ ہر ایک سے پوچھتا ہوں ہر مسلمان سے، ہر مکتب خیال کے مسلمان سے کہ اس ۱۳ برس میں جو ہو رہا ہے وہ ٹھیک ہے کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ ٹھیک ہے مگر پھر بھی تلوار نہیں کھینچی جاتی اب اگر ۱۳ برس تک تلوار نہیں کھینچی گئی تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سب ٹھیک ہے۔ تو اگر کبھی ۲۵ برس تک تلوار نہ کھینچی جائے تو یہ نہ سمجھو کہ سب ٹھیک ہے معلوم ہو کہ

مظلوم ہونا اور چیز ہے ابتداء جنگ ہونا اور چیز ہے جب ابتداء جنگ ہو تو
کی طرف سے تب جنگ کی اجازت ہے اور اس کے بعد ۱۳ برس کے بعد جو نہ ہو
کوئی کہے کہ اس ۱۳ برس میں اسلئے تلوار نہیں کھینچی کہ مددگار نہیں تھے حالانکہ میں کہتا
ہوں کہ جو اس کے بعد دیکھے ہوئے ہو وہ تصور ہی نہیں کر سکتا کہ اس لئے تلوار نہیں
کھینچی کہ مددگار کوئی نہ تھا ارے کوئی نہیں ہو ایک وہ موجود تھا جس نے بعد میں
ایکے جنگ کر کے دکھلا دی لہذا کسی کو یہ پوچھنے کا کیا حق ہے کہ کیونکہ مددگار نہیں تھے
اس لئے تلوار نہیں کھینچی۔ اچھا مان لیجئے لیکن اب ہجرت ہو گئی اب تو تاریخ کی زبان
میں بھی انصار مل گئے تو اس جماعت کا نام ہی انصار اب تو انصار فراہم ہو گئے
لیکن ہجرت کے بعد مدینہ آنے کے بعد بھی تلوار نہیں کھینچی کوئی کہے کہ ہاں تلوار
ابھی کیسے کھینچے۔ تیاری جنگ کی بھی تو ضروری ہے مگر میں کہتا ہوں کہ حضور ھیک
مگر مدینہ آنے کے بعد جنگ کی تیاری ہی شروع کر دیتے۔ حالانکہ تعمیری کام کئے
ہو گئے دود و مسجدیں بڑی بن گئیں مسجد مدینہ اور مسجد قبا۔ یہ دونوں پہلے ہی
سال تعمیر ہو گئیں اور مہاجرین کے قیام کے لئے مکانات بن گئے حالانکہ اس
وقت کی حکومتوں کے لئے جب ذرائع اتنے زیادہ ہیں بحالیات کا مسئلہ طویل ہوا
منصوبوں کا متقاضی ہوتا ہے مگر وہاں وہ مسئلہ کوئی مسئلہ ہی ثابت نہیں ہوا
سال کے اندر مہاجرین کے قیام کے لئے جگہیں فراہم ہو گئیں ہر ایک کے لئے
مکان ہو گیا۔ احکام دیوانی و فوجداری کے نافذ ہونے لگے۔ ہمیں معلوم ہے یہ سال
اول میں حکم شریعت نافذ ہوا۔ یہ سال دوم میں نافذ ہوا اور ہرم دنیا کا سب
سے اہم یعنی پیغمبر خدا کی وہ عزیز اور معزز بیٹی جس کی تعظیم کو کھڑے ہوتے

میں نے دو فطیں صرف کیں۔ عزیز تو ہر ایک کو اپنی بیٹی ہوتی ہے لیکن وہ فقط عزیز
بیٹی نہ تھی معزز بیٹی تھی۔ ہر ایک کو بیٹی عزیز مگر کوئی باپ بیٹی کی تعظیم کو تو نہیں کھڑا
ہوتا معلوم ہوا وہ فقط عزیز بیٹی نہیں ہے معزز بیٹی ہے۔ تو ایسی بیٹی اور اس کی شادی
وہ ہو گئی تعمیری کام اتنے ہو گئے مگر جنگ کی تیاری کتنی ہوئی وہ تو اس وقت سنہ
آٹھ کی اگر جنگ ہو جائے تو سب کے نزدیک پہلی جنگ جو ہے بدر ہے تو میں کہتا
ہوں کہ اگر جنگ کی تیاری ہوئی ہوتی تو ایک سال گزرنے کے بعد دوسرے سال ہجری
میں بدر کی لڑائی ہوئی ہے وہ جنگ کی تیاری ہمارے سامنے آئی تو متفق علی تاریخ
گواہ کہ جنگ بدر میں سامان کیا ہے ۳۱۳ سپاہی اب جنگ ہو گئی اس لئے سپاہی
کہہ لیجئے اس ۳۱۳ میں ۱۳ عدد تلواریں یعنی لیس اکائیاں جو ہیں وہ مسل ہیں اور سینکڑے
چھتے ہیں وہ سب غیر مسلج۔ وہ بچتے کے ہتھیار ہوتے ہیں کسی نے درخت فرما کر شاخ
لے لی کسی نے کوئی لکڑی لے لی ہے جو ہتھ آدھی ہوتا ہے جو ہتھ ہے وہ ہاتھ میں لے
لیتا ہے اب ۳۰۰ آدمی ایسے ہیں اور ۱۳ تلواروں والے ہیں اور پوری فوج میں
دو عدد گھوڑے۔ عرب میں جنگ کی سواری ہے گھوڑا اور زمانہ صلح کی سواری ہے
شتر۔ اونٹ زمانہ جنگ کی سواری نہیں ہے پوری جماعت میں صرف دو اونٹ
میں کہتا ہوں کسی مذہب و ملت کا آدمی ہو اگر صاحب عقل ہے تو میں اس سے
کہوں گا کہ جو اس سامان کے ساتھ کئی ہزار مسلح فوج کے مقابلے کے لئے نکلے وہ
انہ کو نکالا ہے یا مرنے کو نکلا ہے۔ تو اس بحث کا صاحب عقل فیصلہ کر سکتا ہے
کہ جس کے پاس یہ سامان ہو وہ کیا خود سے جنگ شروع کرے گا۔ یہ سامان خود
سار ہے کہ جنگ کر نہیں رہے ہیں جنگ کرنا پڑ گئی ہے۔ اس کے بعد اب

نتیجہ دیکھئے کہ فتح ہوئی۔ اس جماعت کو اب فتح ہوئی تو خالق نے کہا کہ ہم نے فرشتے بھیجے۔ اب جو غیب پر یقین نہیں رکھتا وہ خود بتائے کہ کیونکر فتح ہوئی۔ فرشتوں کی فوجیں آئیں انہوں نے جنگ میں شرکت کی۔ جو نہ مانے تو خدا کو نہیں مانتے تو فرشتوں کو کیا مائیں گے۔ تو حضور والا وہ بتائیں کیونکر فتح ہوئی۔ ہاں ماشاء اللہ صاحب فہم جمع ہے۔ میں کہتا ہوں اس پہلی جنگ میں قرآن بھی کہہ رہا ہے لتطمئن قلوبکم۔ تاکہ تمہارے دلوں کو اطمینان رہے یعنی مسلمانوں کے دلوں کو ڈھارس پیدا کرنے کے لئے فرشتے بھیج گئے تاکہ اپنی قلت تعداد سے گھبراہٹ میں نہیں۔ خدا چاہے تو فرشتے بھیج دے گا تمہاری مدد کے لئے۔ تمہیں تو اپنا فرض ادا کرنا ہے اپنی کمی سے نہ گھبرانا دیکھو فرشتے آگئے ہیں۔ یہ دلوں کو ڈھارس دینے کے لئے یقیناً بہت سے دلوں کو ڈھارس ہوگئی ہوگی۔ مگر میں کہتا ہوں جو حقیقی شجاع تھا جو حقیقی مجاہد اسلام تھا اس کے دل پر جیسے ایک بار پڑ گیا کہ میرے ہوتے ہوئے اور فرشتے آگئے تو اچھا جمید میں تو یہ نہیں ہے مگر روایتیں ہیں کہ قدرت نے اُنکے دل کے ہار کو ہٹا کر اُنکے لئے خود بڑا انتظام کیا کہ فرشتے بھی جو آئے وہ انہی کی شکل میں آئے یعنی یہ مسلمانوں کو بتایا گیا کہ فرشتے آئے تھے اور کام فرمایا اس نے ایک ہی کا نام لیا وہ تو یہ ہے کہ تھے کہ اسی ایک نے ہمارے سب سوراؤں کو تہ خاک کر دیا۔ اب چاہے خدا

عنا داس سے ان کا اور بڑھا ہو مگر خالق کو تو اپنے مقصد کا تحفظ کرنا ہے کسی کا نام بڑھے اپنا ہی بگاڑے گا۔ اللہ کا نقصان کیا کرے گا۔ تو جناب والا جو ہے وہ جانتا ہے قاتل انہی کو۔ اور حقیقت میں آدھوں کے تو قاتل ہیں اور آدھوں میں مسلمان اور فرشتے سب مل کر شمشیر ہیں بہر حال اُن کے علم میں تو سب یہی ہیں اور

تو جانتے تھے کہ قرآن نے کہہ دیا ہے۔ رسول نے بتا دیا ہے کہ فرشتے آئے تو بجائے غش ہونے کے ان کو ذرا ملال جیسے ہو گیا کہ میرے ہوتے ہوئے اور فرشتے آئے اگرچہ فرشتے انہی کی صورت میں آئے۔ یہاں بس ایک جملہ ہے ماشاء اللہ صاحبان نظر ہیں "یعنی حقیقی شجاعت کو اس ذات سے اختصاص ایسا پیدا ہوا ہے کہ فرشتے بھی لباس مجاز پہنتا ہے تو انہی کا پہنتا ہے" ان کی طبیعت یقیناً مضمل ہے کہ میرے ہوتے ہوئے یہ فرشتے آئے کیوں۔ لہذا خالق نے بھی اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ

گمراہوں کے دلوں کو اطمینان کے لئے ہم نے فرشتے بھیجے تھے اچھا اب تمہیں ملال ہے تو اب نہیں بھیجیں گے۔ چاہے میدان سادہ ہو جائے مگر اب فرشتے نہیں آئیں گے اور یہ ایک اکیلا میدان سر کر کے دکھائے گا اور فرشتے بھی آئے گا۔ تو بعد میں تعریف کرتا ہوا اور حوالہ دیدوں۔ شاہ عبدالحق دہلوی بہت ہی ہندو انکی فارسی زبان میں کتاب ہے مدارج النبوة اور ہمارے لکھنؤ میں منشی نول کشور نے پھاپ دی ہے مطبع بالکل غیر جانبدار ہے تو جناب اس مدارج النبوة میں انہوں نے تحریر کیا ہے کہ جب صفحہ میدان سادہ ہو گیا بہت سے لوگ متوقع ہو گئے کہ میں اب تفصیلات بیان کروں گا مجھے کبھی کہی کہ دار کے تاریک مرقعوں کو پیش کرنے میں کوئی لطف نہیں آتا۔ ایک ہی کے بیان سے مجھے فرصت نہیں ہے کہ جب صفحہ میدان سادہ ہو گیا۔ اب مضمون ہے مدارج النبوة کا وہ محدث دہلوی کا بیان کروں گا کہ وہ ایک آواز بھی آگئی کہ قاتل محمدؐ حضرت کا نام لے کر کسی نے کہہ دیا کہ شہید ہو گئے کچھ لوگ جو نتیجے کے انتظار میں کہیں دودھ دور پھڑکے ہوئے تھے وہ اس آواز کو سن کر رخصت ہو گئے کہ وہ بے ہی نہیں تو پھر کہہ کر کیا کریں گے

jabir.abbas@yahoo.com

میں کہتا ہوں ایک ہی دوا ہوتی ہے ایک ہی چیز ہوتی ہے مزاج کے بدلنے سے اثر بدلتا ہے۔ یہ آواز جو آئی لوگ کہتے ہیں شیطان کی آواز تھی میں کہتا ہوں جس نے ایسی آواز بلند کی ہو وہ شیطان ہے۔ تو وہ اس نے آواز بلند کی۔ تو بہت سوں پر یہ اثر ہوا کہ جب پیغمبر نہیں رہے تو رک کر ٹھہر کر کیا کریں گے۔ آواز علی کے کان میں آئی۔ ان پر یہ اثر ہوا کہ جب وہ نہ رہے تو جی کر کیا کریں گے چنانچہ نیا م تو رکھ چیک۔ دی کہ اب میں تلوار کو نیا م میں نہیں رکھوں گا اس کے بعد ایسا بھر پور حملہ کیا کہ اس پوری فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ اور اتنی دُور بھگایا کہ فرصت سے اب تلاش کا موقع ملا۔ دیکھنے یا درکھنے کوئی تاریخی واقعہ ذہن نشین نہیں ہو سکتا جب تک علم رست اور علم امامت کو الگ نہ کیجئے یعنی عام زندگی اسباب ظاہری کے علم پر مبنی تھی۔ گو علم رسالت اور علم امامت الگ ہوتا ہے۔ ورنہ تلاش کی کیا ضرورت تھی اب انہوں نے تلاش کرنا شروع کیا کہ اگر شہید ہوتے ہیں تو کشتوں میں لاش ہوگی سب کشتے دیکھ مقتولین کو دیکھا کہیں نہیں مجروحین جو تھے ابھی جاں بلب انہیں دیکھا۔ ان میں بھی نہیں اب خود بعد میں فرمایا کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ پھر وہی صورت ہو سکتی ہے کہ اللہ نے آسمان پر اٹھا لیا ہو جیسے عیسیٰ کو کیونکہ نظیر بھی موجود تھی جیسے عیسیٰ کو آسمان پر اٹھا لیا ویسے ہی اٹھا لیا ہو۔ یا ابھی میری تلاش غیر مکمل ہوئی ہوں کہیں اور مجھے نظر نہ آئے ہوں ماشاء اللہ باہم جمع ہے تو جبر سے سن رہا ہے، میں کہتا ہوں یہی دد تصور کیوں ذہن میں آئے تیسرا تصور کیوں نہ سامنے آیا جبکہ نمونہ بھی جماعت کے کردار کا سامنے تھا۔ میں کہتا ہوں یہ علی کا ایمان ہے حیات رسول پر۔ لہذا پھر ایک دفعہ تلاش کیا اب جو تلاش کیا تو ایک گڑھے کے اندر حضرت زنجی حالت

میں نظر آئے سنبھال کر اٹھایا۔ دیکھے کتنی دُور بھگا یا ہے کہ سب کام اطمینان سے ہو رہے ہیں۔ باہر لائے سپر میں پانی لائے۔ چہرہ مبارک دھلایا۔ چونکہ خون بہہ رہا تھا سر کا۔ خود کی کڑیاں ٹوٹ کر سر مبارک میں در آئی تھیں تو چہرہ مبارک پانی سے صاف کیا اور اب پیغمبر کی نظر پڑی چہرہ مبارک پر۔ ذرا نفسیاتی طور پر دیکھئے یہ شاہ عبدالحق کھ رہے ہیں اور دوسرے مصنفین نے بھی لکھا ہے۔ مگر چونکہ فارسی زبان میں اکثر زیادہ آسان ہے پڑھنا اسی لئے میں نے حوالہ دیا ہے کہ اب جو آپ کے چہرے پر نظر پڑی تو اکثریت کے کردار سے اتنا غصہ ہے کہ علی سے خطاب ہو کر فرماتے ہیں کہ یا علی تم بھی نہ چلے گئے جیسے اور سب ادھر ادھر ہو گئے تم بھی نہ چلے گئے یہ غصہ ہے جانبداروں پر جو اپنے پرانا رہا ہے۔ تم بھی نہ چلے گئے اور اب یہ مزاج دان رسالت شخصیت تھی کہ ایک جملے میں غصہ رسول کا دُور کیا۔ انہوں نے کہا کیوں نہ چلے گئے تو انہوں نے کہا۔ الکفر بعد الایمان۔ کیا ایمان کے بعد کفر ہو جاتا۔ محدث دہلوی کے بیان کردہ الفاظ ہیں۔ میں کہتا ہوں انہوں نے کہا ا کفر بعد الایمان۔ انہوں نے کہا کیوں نہ چلے گئے کہتے ہیں کیا ایمان کے بعد کفر کر دیتا۔ کافر ہو جاتا۔ علی کا یہ کہنا اور پیغمبر کا تائیدی سکوت کہ ناب میں کہتا ہوں ایمان و کفر میں حد فاصل ہو گیا آج کا قرار و قرار۔

اب بھاگی ہوئی فوج کے دستے متفرق طور پر واپس آنا شروع ہوئے۔ اب ادھر سے ایک گروہ آ رہا ہے۔ ادھر سے ایک گروہ آ رہا ہے اور کہاں تو یہ کہہ دیا تھا کہ تم بھی نہ چلے گئے اور یہ جو آنا شروع ہوئے تو کہا دیکھو اب یہ ادھر سے آ رہے ہیں۔ دیکھو اب یہ ادھر سے آ رہے ہیں اور اب علی نے تلوار لے کر

jabir.abbas@yahoo.com

چاروں طرف گردش کر کے ان متفرق جماعتوں سے لڑنا شروع کیا میں تو کہتا ہوں اس وقت وہ مجاز حقیقت بنا ہوا ہے کہ شمع کے گرد ایک پروانہ ہے جو طواف کر رہا ہے دفاع کے لئے۔ اور اب حضرت جبریل امین بھی آگئے۔ میں کہوں گا کہ اب آئے ہو جب دارہ بنیاد ہو گیا وہ کہیں گے کہ میں پہلے تو مصلحتاً اس لئے نہیں آیا تھا کہ معرکہ سر ہو جائے تب آؤں اور میں کہتا ہوں وہ بھی آئے ہیں ذرا رسول کا دل بہلانے تو دل بہلانے کا طریقہ بھی انہیں معلوم ہے کہ یہ جنگ کر رہے ہیں اور وہ تعریفیں کر رہے ہیں اور وہ کیا تعریف۔ ان ہذا لہی المواساة۔ یا رسول اللہ ہمدردی تو اس کا نام ہے غم خواری تو اس کا نام ہے اور کہاں خدا ن سے۔ کہ تم بھی پہلے آئے اور لہجہ جبریل تعریف کر رہے ہیں تو رسول فرماتے ہیں کیف لا ہو مئی وانا منہ۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور جناب جبریل امین فرماؤں اٹھتے ہیں وانا منکم اور میں آپ دونوں سے ہوں۔ اب میں کیا کروں مجھے فرشتوں سے بات کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے مجھے وہ لفظیں ہی نہیں آتیں جس سے میں مخاطب کروں میں تو اپنی اردو زبان میں کہوں گا جناب جبریل سے کہ آپ بھی عجیب آدمی ہیں کہ جب دد کی بات، پوچھتے ہیں میں تم دونوں سے ہوں اور جب پانچوں آجائیں تو آپ کہیں کہ میں چھٹا کیوں نہ ہو جاؤں مگر اس میں ایک بڑی حقیقت مضمر ہے میں کہتا ہوں کہ یہ انسان وہ ہیں کہ انہوں نے ملائکہ میں شریک ہونے کی تمنا کبھی نہیں کی ملائکہ نے ان میں شریک ہونے کی تمنا کی ہے۔ میں کہتا ہوں ان کو ملک کہنا ان کی توہین ہے ان کی بلندی یہی ہے کہ یہ ملک

نہیں ہیں مخدوم ملک ہیں۔ اکثر کتابوں میں ہے کچھ اختلاف بھی ہے جو مطالعہ کرنے والے کی نظر سے گزرے گا کہ اسی موقعہ پر مابین زمین و آسمان فرشتے نے صدا دی کہ لا فتنی الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ کوئی جوان نہیں سوائے علی کے۔ میں کہتا ہوں ملک یہ چارہ بخو کا طالب علم تو ہے نہیں اسے کوئی ترکیب نہیں معلوم جو ترکیب لا الہ الا اللہ کی اس نے سنی۔ بس ایک بخو کی ترکیب اسے آتی ہے لا فتنی الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ جناب ملک اب کوئی ہی ہوں۔ جبریل امین ہوں یا کوئی اور ہوں۔ جناب والا تو اس ہما عت میں سے ہیں جنہوں نے عطائے منصب میں خو نیزری کا الزام عائد کیا تھا کہ ان کو منصب ملے گا جو خو نیزری کریں گے تو حضور کو تو خو نیزری نفرت ہے یہ آج آپ! تلوار کا تو کام ہی ہے خون بہانا۔ ارے سپر کی تعریف کرتے کہ اس کا کام ہے وارو کنا۔ اور تلوار کا تو کام ہی ہے خون بہانا تو یہ آپ جیسے امن پسند۔ یہ آپ آج تلوار کی تعریف کیوں کر رہے ہیں تو وہ کہے گا خاموش تلوار جب خطا کاروں کے ہاتھ میں آتی ہے تو مجرم ہو جاتی ہے جب معصوم کے ہاتھ میں آتی ہے تو! تو اس کے بعد پوری تاریخ اسلام کہاں تک پڑھوں تین تھیں تاریخ اسلام کے یہاں امامیہ شش پاکستان نے بھی شائع کر دیئے ہیں وہ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ ہر جنگ کے اسباب کیا تھے اور کون صورتوں سے وہ ہوئی۔ وہ ہر ایک مطالعہ کر سکتا ہے۔ وہ جو اصول قرآن نے بتایا تھا کہ ابتداءً جنگ نہیں ہونا چاہیے جغرافیہ تو کسی نہ کسی حد تک آہی جاتا ہے جہاں جہاں اسلام کی لڑائیاں ہوئی ہیں اُسے پیمائش کر کے دیکھ لو وہ کتے سے قریب ہیں مدینے سے دُور ہیں یا مدینے کے قریب ہیں اور کتے سے دُور ہیں۔ اگر کتے سے قریب کوئی لڑائی ہوتی

ہو تو میں مان لوں گا کہ ہمارے رسول پڑھانی کر کے گئے اور آپ نے حملہ کیا اور اگر ہر لڑائی مدینے کے قریب ہوئی ہو اور کتے سے دُور ہوئی ہو تو پھر آپ میرے ساتھ مان لیجئے کہ انہوں نے حملہ کیا اور رسول نے حفاظت خود اختیاری کے لئے مدافعت جنگ کی اور میں کہتا ہوں فقط اپنی جان کی حفاظت کے لئے نہیں ایک اخلاقی اصول کی حفاظت کے لئے کہ جب حملہ ہو گیا تو اب اگر باہر نہ نکلتے تو پناہ دینے والوں کے گھر خطرے میں پڑتے جنہوں نے آپ کو پناہ دی تھی تو جب خطرہ قریب آنے لگا تو آپ باہر نکل آئے کہ جب تک میں اور میرے ساتھ والے زندہ ہیں تب تک مجھے پناہ دینے والوں کے گھر خطرے میں نہیں پڑ سکتے تو جتنی جنگیں ہوئیں اور میں کہتا ہوں یہ دنیا کی ستم ظریفی ہے کہ اس نے تصویر کھینچی کہ ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک ہاتھ میں قرآن تو میں اس تصویر کو دیکھ کر بس یہ سوال کرتا ہوں کہ اگر قرآن تلوار سے پھیلا تو وہ تلوار کہاں سے آئی جس سے اسلام پھیلا ہے کہ تلوار اٹھانا تو خود ایک طاقت چاہتا ہے، مددگار چاہتا ہے تو وہ جماعت جس کو ساتھ لیکر تلوار اٹھائی۔ وہ تو یقیناً تلوار کا نتیجہ نہ تھی اس سے ماننا پڑے گا کہ اس نیاں میں شمشیر فولادی کے علاوہ کوئی اور تلوار بھی ہے اور وہ تلوار حقانیت کی تلوار ہے وہ تلوار اخلاق کی تلوار ہے یہ تلوار تو مجبوری سے اٹھائی گئی اور اس تلوار سے آپ کا اصل مقصد بھی پورا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ تلوار تو آدمی ہی کا خاتمہ کر دیتی ہے اپنی مردم شماری میں اضافہ کیا کرے گی ان کو تو وہ تلوار چاہیے تھی کہ کافر ہے اور کفر کٹ جائے۔ مومن ہو جائے۔ لہذا یہ تلوار مجبوراً اٹھائی گئی اور ہاں غلط فہمی نہ ہو یہ تصویر ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک ہاتھ میں قرآن ہمارے قریب کے ملک کے

غیر مسلم گروہ نے نہیں کھینچی ہے یہ وہی سات سمندر پار کی دنیا جو بہت ہمدرد کبھی کبھی ہماری بن جاتی ہے۔ یہ تصویر اسی کی کھینچی ہوئی ہے جو تمدن اور تہذیب کا گوارہ ہے وہیں یہ تصویر کھینچی ہے تو وہ چونکہ عیسائی مذہب کے پیروکار ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں اس سوال کے جواب میں۔ اس تصویر کے مقابلے میں کہ تم ہماری تاریخ نہ دیکھو اپنی ہی ذمی تحریک دیکھ لو کہ اگر تلوار سے اسلام پھیلا یا ہوتا تو ہمارے مقابلے میں تلوار کیوں کھینچی۔ بالکل بدیہی سوال تمہارے مقابلے میں تلوار کیوں نہ کھینچی؟ ہاں میں اس کو تمہاری ہی معقولیت کی تعریف کہوں گا کہ تم فوج لے کر نہیں آئے تم مجھے کہ دین کا معاملہ ہے لہذا جو واقفان مذہب ہو سکتے ہیں تحقیق کے لئے ان کا مذاہبیں یہ تمہاری معقولیت تھی تو پھر تو تلوار نہیں نکلی مگر اب تم کیوں غیر منصف ہو گئے ہو اب تم انصاف سے مان لو کہ تلوار ان کے مقابلے میں نکلتی تھی جو خود تلوار لیکر آئیں اور جو تلوار لے کر نہ آئیں ان کے مقابلے میں تلوار نیاں سے نہیں نکلتی تھی تم میدانِ روحانیت کے مرد تھے تو تم سے مقابلہ دیا کیا گیا اسی مقابلے کا نام مباہلہ ہے اب مباہلے میں تلوار کہیں نہیں ہے اور اسی لئے سپاہی بدلے ہوئے ہیں وہاں تلوار دالی جنگ تھی اس کے سپاہی اور ہیں اور اب یہ لبیز تلوار دالی جنگ تھی روحانیت کے میدان کی جنگ تو اب اس میں حسن و حسین جیسے سپاہی تھے جولائے گئے تھے آج وہ بدلے گئے۔ خاتونِ معظمہ نہیں لائی گئیں تھیں مگر اس جنگ میں وہ بھی لائی گئیں ہاں ایک سپاہی نہیں بدلا۔ جو اس جنگ میں بھی ہوتا تھا اس جنگ میں بھی ہے۔ اس جنگ میں ہوتا تھا شاہِ لافٹی ہو کر اور اس جنگ میں آیا ہے امامِ الاولیاء ہو کر۔

jabir.abbas@yahoo.com

اس جگہ ایک اور نکتے پر غور کر لیجئے کہ آفران جنگوں میں کبھی کیوں انہیں ساتھ نہیں لیا گیا یہ آج کی جنگ میں کیوں لائے ہیں اس سے ایک اصول قائم ہوتا ہے کہ مقتدا کی راہ میں جو جنگ فوجی فتح کے لئے ہو اس میں عورتوں، بچوں کا کام نہیں ہوتا مگر جو جنگ کسی ذہنیت کے انقلاب کے لئے ہو۔ وہ جنگ مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ یہ افراد بھی ساتھ نہ ہوں اور اسی سے فوج کا کردار سامنے آجاتا ہے حسین کو بھی اگر یزید کا تخت سلطنت اُلٹنا ہوتا، اگر کوفہ و دمشق کے اُدبیر فوجی حیثیت سے قبضہ کرنا ہوتا تو عباس کی ضرورت تھی زینب کی ضرورت نہیں تھی۔ علی اکبر کی ضرورت تھی علی اصغر کی ضرورت نہ تھی مگر مولا کو یزید کو ختم کرنا نہ تھا یزیدیت کو ختم کرنا تھا انکو تو ذہنیت اسلامی میں انقلاب پیدا کرنا تھا اس لئے انہیں ساتھ لیا جہاں بصورتِ قتال ایک قسم ہے جہاں کی تودہ میں نے عرض کیا کہ مشروط ہے کہ ابتدائے جنگ اُدھر سے ہو۔ حضرت امام حسین نے یہ قتال ہی کیا اس لئے کہ اس آئین میں دشمن کے سامنے خود سپردگی یہ جزو آئین نہیں ہے اپنا سینہ بڑھا دینا کہ نیزہ مار لو۔ اپنا سر جھکا دینا کہ تلوار لگا دو یہ شریعت اسلام کی تعلیم نہیں ہے یہاں دفاعی جہاد حق ہے اور بعض اوقات فرض اس بناء پر جنگ کی اور دنیا کبھی ہے کہ جنگ تعداد اسکے لئے چاہیے میں کہتا ہوں قرآن نے اس جنگ کے لئے کسی تعداد کی قید نہیں رکھی۔ ضمانت نہیں دی کہ دنیا مدد کرے گی دنیاوی طور پر۔ یہ کہہ دیا کہ اللہ نصرت پر قرا رہے جب اس کی محنت ہوگی تو فوراً نصرت کرے گا جب اُس کی محنت ہوگی نتائج کے لحاظ سے نصرت کرے گا۔ یہ ضروری ہی نہیں ہے کہ فوراً وہ فتح و ظفر اس طرح کی عطا ہی کر دے۔ تم کو فرض ادا کرنا ہے نتیجے تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں جیسی

اس کی مصلحت ہوگی ویسا وہ کریگا جو سنا ہے مادی حیثیت سے شکست ہو مگر یاد رکھئے کہ وہ دقتی تصور ہوگا شکست کا۔ کہ بلا کی جنگ میں اُدھر کے دماغ نے دقتی طور پر سمجھا کہ فتح ہوگئی انکو اور جب ان کو فتح ہوگئی تو انہیں مکمل شکست مگر یہ تصور بہت کم دن قائم رہا۔ اس کا ثبوت میں برہنہ مئے واقعات پیش کر دوں گا۔ دقتی فتح کا تصور ہوا اس لئے ہائے فتح کے بجائے گئے اب یہ باب مصائب ہے کیونکہ اس وقت میں ایک طرح سے مغرب سے پہلے تو میں حتی طور پر پابند ہوں کہ اتنی دیر میں مجلس ختم ہو کر لوگ جہاں جا کر نماز پڑھنا چاہتے ہیں مائیں تک پہنچ سکیں اور پھر جو کچھ نقطہ نظر کے مسلمان کو دعوت دی جاتی ہے اسلئے میں ہر نقطہ نظر کے دقت کا لحاظ رکھتا ہوں جس کے نزدیک قتل جلدی آتا ہے وہ بھی دقت پر پہنچ جائے جس کے نزدیک قتل کچھ دیر میں آتا ہے وہ بھی دقت پر پہنچ جائے اور میں سمجھتا ہوں کہ اسکی پابندی ہماری مجالس میں ہونی چاہیئے تو حضور والا اب زیادہ دقت نہیں ہے آفتاب کی کرنیں سنہری ہو چکی ہیں اور مصائب میں زیادہ بیان کی ضرورت بھی نہیں ہے اب میں مصائب پر آچکا ہوں اس لئے زیادہ دقت صرف کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے ماشاء اللہ آپ کے اس دور میں اس زمانہ عوام میں آپ تشنہ رہتے ہیں آنسو بہانے کو۔ آپ کے لئے تھوڑا بیان کافی ہوگا تو حضور والا حضرت امام حسین نے بیشک اُنکی نگاہ میں بڑی شکست کھائی شکست اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ غیموں میں آگ تک لگا دی گئی اسی کے لئے انہوں نے فتح کے ہائے بجوائے اسی کے لئے گویا اپنی فتح کے جلوس نکالے۔ اسی کے وجہ سے شہر دل کی آئینہ بندی کرائی مگر یہ تصور بتاتا ہے بہت عارضی تھا پس چند ثبوت اسکے یا د رکھئے کہ کوئی فاتح اپنے سر سے فتح کا سپر آنا کر دوسرے کے سر نہیں باندھتا مگر کوئی سبب گزرا کہ یزید کہنے لگا کہ جو کچھ کیا وہ ان زیادہ نے کیا۔ میں ہوتا تو یزید نہ کرتا میں کہتا ہوں احساس شکست ہو گیا۔ اور عرض کروں کہ دنیا میں کوئی فاتح ایسا

jabir.abbas@yahoo.com

نہیں جو پشیمان ہو جو شکست کھاتا ہے وہ پشیمان ہوتا ہے۔ اب دنیا دیکھ لے واقعات میں کہ حضرت
 امام حسینؑ آنکھوں کے سامنے نہ رہے مگر کٹی ہوئی سیدیاں ہیں بیمار فرزند پہلے ورکس عالم میں سچے ہاتھوں
 میں تھکڑیاں پیروں میں پٹریاں گلے میں طوق، مگر انہیں سے کوئی بھی پشیمان ہوا ہے اور وہ تھوڑے
 کر دیا سید سجادؑ نے ابن زیاد کے دربار میں۔ ایک عمل ایسا کیا کہ اس نے حکم دیدیا کہ ان کو لے جا
 کر قتل کر دو۔ وہ سمجھا تھا اتنی مثالیں دیکھنے کے بعد قتل کا نام سن کر چہرے کی رنگت اڑ جائیگی وہ کہہ رہا تھا
 قتل کر دو لے جا کر بس ہاں ارباب عدا، زمینب توڑ پگھل اچھی تک کینوں کے ٹھوسٹ میں
 تھیں لیکن جو یہی یہ آواز سنی جیتے سے اگر پٹ گئیں۔ یہ نہیں کہا کہ اسے قتل نہ کر دے کہا پہلے مجھے
 قتل کر دو۔ اور سید سجادؑ کو لاکھڑا ادب کرتے تھے مگر کچھ بھی سے مخاطب ہوئے کہ کچھ بھی ہٹ جائے اور
 مجھے جواب دینے دیجئے اور یہ حکم نام تھا سید سہمی گرام وقت ہے کہ حضرت زینبؑ جیسے جیسے نکلتے
 پر فریضے کو غالب کیا فوراً ہٹ گئیں اور سید سجادؑ نے ابن زیاد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا کہ القتل
 لنا عادة وشهادتنا کلامۃ ارے تھے اب بھی یہ خبر نہ ہوئی کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور شہید ہونا
 ہماری کرامت بس اب آپ مثاب ہو لے بس ایک جگہ آپ کے سامنے عرض کروں کہ خود کہا تھا کہ
 قتل ہونا ہماری عادت ہے مگر ایک منزل السی آئی جب دوسرے لے یہ جگہ کہا تو امامؑ ٹرپ گئے وہ
 کون وقت تھا جب مہمال سید سجادؑ کے پاس آیا اور کہا مولائے تک بیٹے کا کہا مہمال جیو بکے باز
 بیٹے تھے ایک نگاہ سے اوجھل ہو گیا تھا تو اتنا بولنے لگا کھیں بیٹے، بھئی اور میرے سامنے تو ۱۸ جوانانِ شہید
 علوی دھتلی جھکا مثلِ فلظیر دنیا میں نہ تھا وہ میرے سامنے تہہ تیغ ہو گئے تو مجھ سے کہتے ہو کہ تک یہ روئے گا
 بس اب مہمال غموش ہو جا تو اچھا تھا مہمال نے کیا جگہ کہا یا خود امامؑ جو کہہ چکے تھے نہ دربار میں مہمال
 نے کہہ دیا کہ مولائے قتل ہونا تو آپ کی عادت ہے آپ کی رائے ہے بس اب لے لے لے فرمایا مہمال تم نے
 انصاف نہیں کیا ارے قتل ہونا عادت ہے کیا یہ بھی دستور ہے خاندانی ماں بہنیں سر پر ہتھ شہر بہ شہر۔

jabir.abbas@yahoo.com